باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن

# شَعبان

# وشبِ براٴت

کے

## فضائل واحکام


مؤلف

مفتی محمد رضوان



ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ چوتھا ایڈیشن

# شعبان وشبِ برأت

کے

# فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے آٹھویں مہینے ’’شعبانُ المُعَظَّمُ ‘‘ سے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات ومفاسد کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اوراسی کے ساتھ ’’شبِ برأت‘‘ کے بارے میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اہلُ السنۃ والجماعۃ کے معتدل نظریہ کو دلائل کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے اوراس بارے میں علمی وعملی، فکری ونظریاتی بے اعتدالیوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔آخر میں اس مہینے میں واقع ہونے والے بعض اہم تاریخی واقعات کو بھی درج کردیا گیا ہے۔

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: ربیع الآخر۱۴۲۳ھ جون2002ء ۔ طباعتِ چہارم: ربیع الآخر۱۴۳۵ھ فروری2014ء

صفحات: ۲۲۸

---

## ملنے کے پتے

Idara Ghufran

# فہرست


| شمار نمبر | مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | تمہید (از مؤلف) | ۷ |
| ۲ | شعبان کے فضائل واحکام | ۸ |
| ۳ | ''شعبان'' اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ | // |
| ۴ | شعبان کی لفظی ومعنوی تحقیق | // |
| ۵ | شعبان کے ساتھ ''معظّم'' لگانے کی وجہ | ۱۰ |
| ۶ | ماہِ شعبان اور اس کے چاند کی فضیلت واہمیت | ۱۱ |
| | شعبان کے آخری دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ دینے کی حدیث کی حیثیت | ۱۶ |
| ۷ | ماہِ شعبان اور اُس میں نفلی روزوں کی فضیلت | ۲۲ |
| ۸ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی وجہ | ۴۱ |
| ۹ | پندرہ شعبان کے بعد اور شعبان کے آخر میں روزہ رکھنے کا حکم | ۴۵ |
| ۱۰ | شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت | ٦٦ |
| ۱۱ | احادیث وروایات سے پندرہ شعبان کی فضیلت کا ثبوت | ٦۷ |
| ۱۲ | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت | // |


Idara Ghufran

| | | |
|---|---|---|
| ۱۳ | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت | ۷۴ |
| ۱۴ | حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت | ۷۶ |
| ۱۵ | حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت | ۷۷ |
| ۱۶ | حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت | ۷۹ |
| ۱۷ | حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت | ۸۰ |
| ۱۸ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت | ۸۱ |
| ۱۹ | حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت | ۸۲ |
| ۲۰ | حضرت کثیر بن مرہ حضرمی رحمہ اللہ کی روایت | ۸۳ |
| ۲۱ | حضرت مکحول رحمہ اللہ کی روایت | ۸۵ |
| ۲۲ | حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی روایت | ۸۶ |
| ۲۳ | حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ کی روایت | ۸۷ |
| ۲۴ | **اِس مُبارک رات کی فضیلت سے محروم رہنے والے** | ۹۲ |
| ۲۵ | (۱)......کفروشرک | ۹۳ |
| ۲۶ | (۲)......کینہ اور بُغض | ۹۸ |
| ۲۷ | (۳)......قطع رحمی | ۱۰۴ |
| ۲۸ | (۴)......ناحق قتل کرنا | ۱۱۰ |
| ۲۹ | (۵)......والدین کی نافرمانی | ۱۱۵ |
| ۳۰ | (۶)......بدکار عورت | ۱۱۸ |


Idara Ghufran

| | | |
|---|---|---|
| ۳۱ | **اس رات کی اہمیت، فضیلت وعبادت اسلاف واکابرِ امت کی نظر میں** | ۱۱۹ |
| ۳۲ | اس رات میں کس طرح اور کون سی عبادت کی جائے؟ | ۱۳۳ |
| ۳۳ | اس رات میں کتنا جاگنا چاہیے؟ | ۱۳۴ |
| ۳۴ | شعبان کی پندرہویں رات میں قبرستان جانا | ۱۳۸ |
| ۳۵ | پندرہ شعبان کے دن کا روزہ | ۱۵۲ |
| ۳۶ | شبِ برأت میں کرنے کے کاموں کا خلاصہ | ۱۵۹ |
| ۳۷ | **شبِ برأت سے متعلق چند شبہات کا ازالہ** | ۱۶۱ |
| ۳۸ | کیا شبِ برأت کی فضیلت قرآن مجید سے ثابت ہے؟ | // |
| ۳۹ | شبِ برأت کی فضیلت کا انکار | ۱۶۴ |
| ۴۰ | کیا ’’شبِ برأت‘‘ نام حدیث سے ثابت ہے؟ | ۱۶۵ |
| ۴۱ | کیا ’’برأت‘‘ تبرّی اور گالی گلوچ کے معنٰی میں ہے؟ | ۱۶۸ |
| ۴۲ | کیا ’’شبِ برأت‘‘ نام اہلِ تشیع نے رکھا ہے؟ | ۱۷۰ |
| ۴۳ | **شبِ برأت کی بدعات، منکرات ورسوم** | ۱۷۲ |
| ۴۴ | شبِ برأت کی عبادت کو حد سے زیادہ بڑھانا | // |
| ۴۵ | شبِ برأت اور شبِ قدر میں فرق | ۱۷۳ |
| ۴۶ | مسجدوں وغیرہ میں اجتماعی شب گزاری اور اس کے مختلف حیلے | ۱۷۴ |
| ۴۷ | شبِ برأت میں اسپیکر پر نعت خوانی وغیرہ | ۱۷۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۸ | شبِ برأت میں خاص خاص قسم کی نمازیں پڑھنا | ۱۷۹ |
| ۴۹ | شبِ برأت میں ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومنا | ۱۸۴ |
| ۵۰ | شبِ برأت کا حلوہ اور اس کی مختلف دلیلیں اور تاویلیں | ۱۸۵ |
| ۵۱ | شبِ برأت اور ایصالِ ثواب | ۱۸۷ |
| ۵۲ | شبِ برأت اور قرآن خوانی | ۱۸۸ |
| ۵۳ | شبِ برأت کی فاتحہ سے پہلے مُردوں میں شامل نہ ہونے کا عقیدہ | // |
| ۵۴ | شبِ برأت کا عرفہ | ۱۸۹ |
| ۵۵ | شبِ برأت میں ثواب نہ پہنچانے سے روحوں کی بددعاء کا عقیدہ | // |
| ۵۶ | شبِ برأت میں روحیں گھروں میں آنے کا عقیدہ | // |
| ۵۷ | شبِ برأت میں فوت شدہ شخص کے گھر میں دعا کے لئے جانا | ۱۹۰ |
| ۵۸ | شبِ برأت میں قبرستان کی بدعات ومنکرات | ۱۹۱ |
| ۵۹ | شبِ برأت کے موقع پر کپڑوں وغیرہ کا لین دین | ۱۹۳ |
| ۶۰ | شبِ برأت میں برتنوں کا بدلنا اور گھروں کو لیپنا | ۱۹۴ |
| ۶۱ | شبِ برأت میں بیری کے پتوں سے غسل کرنا | // |
| ۶۲ | شبِ برأت میں مسور کی دال پکانے کی حقیقت | // |
| ۶۳ | شبِ برأت میں گھروں اور مسجدوں کو سجانا | ۱۹۵ |
| ۶۴ | شبِ برأت میں چراغاں کرنا | // |
| ۶۵ | شبِ برأت اور آتش بازی | ۱۹۹ |
| ۶۶ | **ماہِ شعبان کے چند اہم تاریخی واقعات** | ۲۰۴ |


Idaraghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تمہید

## (از مؤلف)

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلہ میں بندہ نے ''شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام'' کے عنوان سے کئی سال پہلے ایک مختصر کتاب ترتیب دی تھی، جواس سے قبل دومرتبہ شائع ہوئی۔

لیکن پہلے ترتیب کے وقت کئی مراجع ومآ خذ کی اصل کتب مہیا نہ تھیں، جس کی وجہ سے کئی مقامات پر اردو کتابوں سے نقل واخذ سے کام لیا گیا تھا۔

اور تیسری مرتبہ اس کتاب کی اشاعت کے وقت متعدد اہلِ علم کواس کا شائق پایا، تو بندہ نے اپنے پاس موجود متعلّقہ اصل مآ خذ ومراجع کی طرف مراجعت کی، جس کے نتیجہ میں کئی جگہ حذف واضافہ کرنا پڑا، اوراسی ضمن میں کئی مسائل کی تحقیق بھی ہوئی، اور بحمداللہ تعالیٰ اصل مآ خذ ومراجع اوران کے شامل ہونے کی وجہ سے اس کی افادیت میں اضافہ ہوگیا، اوراسی کے ساتھ متن اورحواشی میں اصل عبارات کوشامل وداخل کرنے کی وجہ سے بندہ کی دیگر اضافہ شدہ کتب کی طرح اس کا بھی حجم بڑھ گیا، اوراب چوتھی مرتبہ کی اشاعت کے وقت ایک آدھ مقام پر کچھ اصلاح کی گئی۔

اب بندہ کے نزدیک موجودہ ایڈیشن پہلے کے مقابلہ میں زیادہ مستندومعتبر ہے۔

اس لئے موجودہ اور سابقہ ایڈیشنوں میں کسی جگہ حذف واضافہ اور ترمیم وتبدیل وغیرہ کا فرق ہونے کی صورت میں موجودہ ایڈیشن کے مضمون کوراجح اور سابقہ کومرجوح سمجھا جائے۔

امید ہے کہ پہلے کے مقابلہ میں موجودہ ایڈیشن ان شاء اللہ تعالیٰ عام لوگوں کے علاوہ اہلِ علم حضرات کے لئے بھی مفید ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بندہ اور جملہ مؤمنین ومؤمنات کے لئے نافع ومفید بنائیں، اور دنیاوآخرت کے اعتبار سے خیرونجات کا باعث بنائیں۔ آمین۔ فقط محمد رضوان

مورخہ: ۲۶/ ربیع الاول/ ۱۴۳۵ھ۔ 28/ جنوری/ 2014ء، بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# شعبان کے فضائل واحکام

## ’’شعبان‘‘ اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ

شعبان کا مہینہ اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔

کیونکہ اسلامی مہینوں کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱)......محرم (۲)......صفر (۳)...... ربیعُ الاول (۴)...... ربیعُ الآخر یا ربیع الثانی

(۵)...... جمادی الاولیٰ (۶)...... جمادی الاخریٰ (۷)...... رجب (۸)......

شعبان (۹)......رمضان (۱۰)......شوّال (۱۱)......ذوالقعدہ (۱۲)......ذوالحجہ۔

اور جیسا کہ سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ماہانہ وسالانہ اسلامی احکام ،قمری (یعنی چاند والے ) مہینوں سے وابستہ ہیں، نہ کہ موجودہ عیسوی یا دوسرے مہینوں سے ،چنانچہ عید، بقرعید، روزے، قربانی، حج، شبِ قدر اور شبِ برأت وغیرہ اِن سب احکامات کا تعلق قمری مہینوں سے ہے۔

اس لئے قمری مہینوں کو یاد رکھنا اور ان کا علم ہونا نہایت ضروری ہے، تاکہ ایک مسلمان اسلامی زندگی شرعی اصولوں کے مطابق آسانی کے ساتھ گزار سکے۔

## شعبان کی لفظی ومعنوی تحقیق

شَــعْبَــانُ عربی کا لفظ ہے، اس میں ’’ش‘‘ پر زبر اور ’’ع‘‘ پر جزم ہے، یہ ہمیشہ مذکر (یعنی نر کے طور پر) استعمال ہوتا ہے، اور اس کے ایک معنٰی ہیں ’’پھیلانا اور شاخ در شاخ ہونا‘‘

اس مہینہ کا نام شعبان کیوں رکھا گیا؟

اس کی اہلِ علم حضرات نے کئی وجوہات بیان کی ہیں، جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفلی روزے رکھنے اور نیک عمل کرنے والے کو شاخ در شاخ برابر بڑھتی رہنے

والی نیکی اور خیر وخوبی کا موقع میسر ہوتی ہے۔

اور گویا اس مہینہ میں خیر وبرکت کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ رجب کے مہینے میں (اس کے احترام کی وجہ سے) عرب کے لوگ لڑائی جھگڑوں وغیرہ سے بچ کر گھروں میں رہتے تھے، اور شعبان کے مہینے میں منتشر ومتفرق ہوجاتے تھے، جس طرح شاخیں منتشر ومتفرق ہوتی ہیں، اس وجہ سے اس کا نام شعبان رکھا گیا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کے معنیٰ ظاہر ہونے کے ہیں، اور یہ مہینہ یا اس مہینہ کا چاند رمضان کے بابرکت مہینے سے پہلے ظاہر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے رمضان کے بابرکت مہینے کی آمد کا احساس پیدا ہوتا ہے، اس لئے اس مہینے کا نام شعبان رکھا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

---

[1] واشتقاق شعبان من الشعب وهو الاجتماع سمى به لانه يتشعب فيه خير كثير كرمضان وقيل لانهم كانوا يتشعبون فيه بعد التفرقة ويجمع على شعابين وشعبانات وقال ابن دريد سمى بذلك لتشعبهم فيه اى لتفرقهم فى طلب المياه وفى (المحكم) سمى بذلك لتشعبهم فى الغارات وقال ثعلب قال بعضهم انماسمى شعباناً لانه شعب اى ظهر بين رمضان ورجب وعن ثعلب كان شعبان شهرا تتشعب فيه القبائل اى تتفرق لقصد الملوك والتماس العطية (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للشيخ الامام العلامة بدرالدين ابى محمدمحمود بن احمد العينى ج ۸ ص ۱۸۴ ،باب صوم شعبان)

الشعب القبيلة المتشعبة من حى واحد و الشعب من الوادى ما اجتمع منه طرف وتفرق منه طرف فإذا نظرت إليه من الجانب الذى يتفرق أخذت فى وهمك واحدا يتفرق وإذا نظرت إليه من جانب الاجتماع أخذت فى وهمك اثنين اجتمعا فلذلك يقال شعبت الشىء جمعته وشعبته فرقته فهو من الأضداد .......شعبان علم للشهر من الشعب وهو التفرق فكان رجب عندهم محرما يقعدون فيه عن الغزو فإذا دخل شعبان تشعبوا أى تفرقوا فى جهات الغارات (التوقيف على مهمات التعاريف للمناوى، فصل العين ، ص ۴۳۰)

الشَّعْب بوزن الكَعْب ما تَشعَّب مِن قَبائِل العَرَب والعَجَم والجمع شُعُوب .وهو أيضاً القَبِيلة العَظِيمة .وقيل أكْبَرُها الشَّعْب ثم القَبِيلة ثم الفَصِيلة ثم العِمارة بالكسر ثم البَطْن ثم الفَخِذ .وشَعَبَ الشَّيْءَ فَرَّقه .وشَعَبَه أيضاً جَمَعه من باب قَطَع وهو من الأضْداد .وفى الحديث (ما هَذِه الفُتيَا التى شَعَبَتَ بها النَّاسَ) أى فَرَّقْتَهم .والشُّعْبة .واحدةُ الشُّعَب وهى الأغْصَان .وجمع شَعْبان شَعْبانات (مختار الصحاح، مادہ ش ع ب )

وشَعْبانُ اسمٌ للشَّهْرِ سُمِّىَ بذلك لتَشَعُّبهم فيه أَى تَفَرُّقِهِم فى طَلَبِ المِياهِ وقيل فى الغاراتِ وقال ثعلب قال بعضهم إِنما سُمِّىَ شَعبانُ شَعبانَ لأَنه شَعَبَ أَى ظَهَرَ بين شَهْرَىْ رمضانَ ورَجَبٍ والجمع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## شعبان کے ساتھ ''معظّم'' لگانے کی وجہ

شعبان کے ساتھ ''معظّم'' کا لفظ لگا کر ''شعبانُ المعظَّم'' بولا جاتا ہے، معظَّم کے معنٰی عظمت والی چیز کے ہیں، اور کیونکہ یہ مہینہ شریعت کی نظر میں عظمت والا مہینہ ہے، اس لئے اس مہینہ کو شعبانُ المعظَّم کہا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان میں نفلی روزے کے افضل ہونے کی وجہ رمضان کی تعظیم بتلائی ہے، یعنی رمضان کی تعظیم کی وجہ سے شعبان کے مہینے میں روزے رکھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔[1]

یہ وجہ بھی اس مہینہ کو شعبانُ المعظَّم کہنے کی معقول معلوم ہوتی ہے، یعنی رمضان کی تعظیم والا مہینہ۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شَعۡبَانَاتٌ وشَعَابِينُ كرمضانَ ورَمَاضِينَ(لسان العرب لابن منظور ،ماده شعب)

شعبان من تشعب القبائل وتفرقهاللغارة ويجمع على شعابين وشعبانات(تفسير ابن كثير عربى الجزء العاشرج ٢ ص ٤٦٦)

غیاثُ اللغات فارسی میں ہے کہ:

شعبان چون درین ماہ خیرِ کثیر منشعب میگردد وارزاقِ عباد منشعب میشوند وتمامی امورات مقدرۂ عالم علیحدہ علیحدہ میشوند لہٰذا باین اسم مسمّٰی گشت، از کتابی معتبر نوشتہ شد (غیاث اللغات فارسی ص ۲۹۳)

[1] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ :حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ :حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ :سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ الصَّوْمِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ :شَعْبَانُ لِتَعْظِيمِ رَمَضَانَ ، قِيلَ :فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ (ترمذى،حديث نمبر ٦٦٣، كتاب الزكاة، باب ماجاء فى فضل الصدقة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر)

قال الترمذى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَصَدَقَةُ بْنُ مُوسَى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذَاكَ القَوِيِّ.

مگر اس حدیث کی سند کو امام ترمذی نے غریب قرار دیا ہے۔

# ماہِ شعبان اور اس کے چاند کی فضیلت و اہمیت

شعبان کے مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فضیلت، اہمیت اور کرامت وشرافت عطا فرمائی ہے۔

کسی بھی مہینے کو فضیلت حاصل ہونے کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات و برکات کا اُس میں نازل ہونا ہے، لیکن بعض دوسری وجوہات بھی ثانوی درجہ میں فضیلت کا سبب بن جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس مہینہ میں برکت فرمانے کی دعاء فرمائی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں کثرت سے نفلی روزے رکھا کرتے تھے، اور اس مہینہ کے چاند اور تاریخوں کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

یہ وہ مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال اللہ ربُّ العالمین کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں، اور یہ مہینہ رمضان سے متصل اور قریب میں واقع ہے، یعنی اس مہینے کے ختم ہونے پر رمضانُ المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوجاتا ہے گویا کہ شعبان کا مہینہ رمضان کی تمہید اور اس کا مقدمہ ہے۔

اور یہی وہ مہینہ ہے کہ اس میں ایک بابرکت رات آتی ہے، جس کو ''شبِ برأت'' کہا جاتا ہے۔

ان ہی جیسی وجوہات کے پیشِ نظر اس مہینہ کو ''شعبانُ المعظّم'' کہا جاتا ہے۔

بہرحال شعبان کا مہینہ فضیلت وعظمت والا مہینہ ہے، لہٰذا شعبان کے مہینہ کی سب مسلمانوں کو قدر کرنی چاہئے، اور اس سے متعلقہ شرعی احکام کا علم ہونا چاہئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بسندِ ضعیف روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ رَمَضَانَ (مسند احمد) [1]

---

[1] حدیث نمبر ۲۲۲۸، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ؛ شعب الإيمان للبيهقى، حديث نمبر ۳۸۱۵؛ المعجم الاوسط للطبرانى، حديث نمبر ۳۹۳۹؛ مسند بزار، حديث نمبر ۶۴۹۴.

قال البيهقى:

تفرد به زياد النميرى و عند زائدة بن أبى الرقاد قال البخارى زائدة بن أبى الرقاد عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا مہینہ داخل ہونے پر یہ دعا کرتے تھے کہ:

اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمایئے، اور ہمیں رمضان کے مہینے تک (سلامتی کے ساتھ) پہنچا دیجئے (ترجمہ ختم)

یعنی ان مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرمایئے، اور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان تک پہنچا دیجئے، تاکہ رمضان کے اعمال، روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کرسکیں۔ جس سے شعبان کے مہینے کا برکت والا ہونا ظاہر ہوا۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ**

(مستدرک حاکم) [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

زياد النميرى منكر الحديث (حواله بالا)

وقال الهيثمي:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ ، وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ ، وَفِيهِ زَائِدَةُ بْنُ أَبِي الرُّقَادِ ، وَفِيهِ كَلَامٌ ، وَقَدْ وُثِّقَ (مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ ، ج۳ص ۱۴۰ ، باب فى شهور البركة وفضل شهر رمضان، مكتبة القدسى، قاهرة)

قلت :وقال البزار .لا بأس به، وإنما نكتب من حديثه ما لم نجد عند غيره، كذا فى التهذيب، وفيه أيضاً زيادة النميرى، وهو ضعيف(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لابى عبيد الله بن محمد عبد السلام المباركفورى، ج۴ص ۴۴۳)

روى بإسناد ضعيف "أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا دخل رجب قال اللهم بارك لنا فى رجب وشعبان وبلغنا رمضان "ويجوز العمل فى الفضائل بالضعيف (تذكرة الموضوعات للفتنى، كتاب العلم باب الفاضلة من الاوقات الخ)

[1] اللهم بارك لنا اى فى طاعتنا وعبادتنافى رجب وشعبان وبلغنا رمضان اى ادراكه بتمامه والتوفيق لصيامه وقيامه (مرقاة المفاتيح، لملاعلى قارى ج ۳ ص ۱۰۲۲ ، كتاب الصلاة، باب الجمعة )

[2] حديث نمبر ۱۵۴۸ ،كتاب الصوم،دار الكتب العلمية -بيروت؛ شرح السنة للامام البغوى، كتاب الصيام، باب لا يتقدم شهر رمضان بصوم يوم أو يومين.

قال الحاكم: صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .

وقال المناوى: (ت) فى الصوم من طريق مسلم صاحب الصحيح (ك) فى الصوم وصححه (عن أبى هريرة) ورجاله رجال الصحيح إلا محمد بن عمرو فإنه لم يخرجه الشيخان (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۲۶۰)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان (کے صحیح حساب) کی غرض سے شعبان کے چاند (اور اس کی تاریخوں کے حساب کو) خوب اچھی طرح محفوظ رکھو (ترجمہ ختم)

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

**أَحْصُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تُقَدِّمُوْا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ أَفْطِرُوْا فَإِنَّ الشَّهْرَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا** (سنن الدار قطنی) [1]

ترجمہ: تم رمضان کے لیے شعبان کے دِنوں کو صحیح شمار کر کے رکھو، اور تم رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھو، پس جب تم چاند دیکھ لو، تو روزہ رکھو، اور جب (اس کے بعد اگلا) چاند دیکھ لو، تو روزے رکھنے چھوڑ و، اور اگر تم پر موسم ابر آلود ہو جائے (جس کی وجہ سے چاند نہ دیکھا جا سکے) تو تم تیس دن پورے کرلو، پھر اس کے بعد روزے رکھنے چھوڑ دو، کیونکہ مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

مہینہ اس طرح اور اس طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے، اور کبھی تیس دن کا، اگر شرعی اصولوں کے مطابق انتیس کو چاند کی رؤیت ہو جائے، تو انتیس دن کا، ورنہ تیس دن کا ہوتا ہے، جس کی دیگر احادیث میں تفصیل آئی ہے۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۲۱۷۶، کتاب الصیام، مؤسسة الرسالة، بیروت.
وفیه الواقدی. وهو فی الحدیث ضعیف ،ولکن له شواهد کثیرة.

[2] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ، فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَقَالَ :الشَّهْرُ هٰكَذَا، وَهٰكَذَا، وَهٰكَذَا -ثُمَّ عَقَدَ إِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ -فَصُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ (مسلم، حدیث نمبر ۱۰۸۰)
حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ، وَمَرَّةً ثَلاَثِينَ (بخاری، حدیث نمبر ۱۹۱۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ هِلَالِ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ، ثُمَّ يَصُومُ رَمَضَانَ لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ (سنن الدارقطنی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے چاند (اور اس مہینے کی تاریخوں) کی

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهكذا الاول امشار بها الى نشر الاصابع وهكذا ثانيا وثالثا خبره وعقد احدى الابهامين فى المرة الثالثة فصارت الجملة تسعا وعشرين ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا ولم يعقد الابهام فصارت الجملة ثلثين كما فسر به الراوى(القول المنشور فى هلال خير الشهور،ص ۹،للإمام محمد عبد الحي اللكنوى)

(قَوْلُهُ فَإِنْ رَأَوْهُ صَامُوا وَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ أَكْمَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوا) لِأَنَّ الْأَصْلَ بَقَاءُ الشَّهْرِ فَلَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ إلَّا بِدَلِيلٍ وَلَمْ يُوجَدْ وَلَا يُصَامُ يَوْمُ الشَّكِّ(الجوهرة النيرة،كتاب الصوم)

قَدْ قَدَّمْنَا عَنْ الْبَدَائِعِ أَنَّ كَوْنَهُ ثَلَاثِينَ هُوَ الْأَصْلُ، وَالنُّقْصَانُ عَارِضٌ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،كِتَابُ الصَّوْمِ،بِمَا يَثْبُت شَهْرِ رَمَضَان)

[1] حديث نمبر ۲۱۴۹،كتاب الصيام، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ؛ مسنداحمد، حديث نمبر ۲۵۱۶۱.

قال الدارقطنی: هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وفی حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح على شرط مسلم. معاوية -وهو ابن صالح الحضرمی- وعبد اللّٰه بن أبی قيس، من رجاله، وبقية رجال الإسناد ثقات من رجال الشيخين. عبد الرحمن: هو ابنُ مهدی.وأخرجه أبو داود(۲۳۲۵)من طريق الإمام أحمد بهذا الإسناد.وأخرجه ابنُ خُزيمة(۱۹۱۰)وابنُ حبان(۳۴۴۴)والدارقطنی(۲/۱۵۶،۱۵۷)من طريق عبد الرحمن، به.قال الدارقطنی: هذا إسناد حسن صحيح.وأخرجه ابن الجارود فی المنتقی(۳۷۷) من طريق أسد بن موسى مطولاً، والحاكم فی المستدرک(۱/۴۲۳)والبيهقی فی السنن(۲۰۶/۲)من طريق عبد الله بن صالح، كلاهما عن معاوية بن صالح الحضرمی، به.قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ...ولم يخرجاه.ووافقه الذهبی. قلنا: لم يخرج البخاری فی الصحيح لمعاوية بن صالح الحضرمی، ولا لعبد الله بن أبی قيس، وروى للأول منهما فی جزء القراءة، وللثانی فی "الأدب المفرد."وفی الباب عن ابن عباس، سلف برقم(۱۹۸۵) وعن أبی هريرة، سلف برقم(۹۵۵۶)

Idara Ghufran

حفاظت کا جتنا اہتمام کرتے تھے، اتنا اہتمام کسی اور مہینے کے چاند کا نہیں کرتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر (رمضان کے) روزے رکھتے تھے، اور اگر (۲۹/شعبان کو) چاند دکھائی نہ دیتا تو تیس (شعبان کے) دن پورے کرتے، پھر (رمضان کے) روزے رکھتے تھے (ترجمہ ختم)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اہتمام کی وجہ سے شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخیں یاد رکھنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی خاطر شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخیں یاد رکھنے کی بھی خاص فکر اور خاص اہتمام کرنا چاہئے ،اور جب شعبان کے مہینے کے انتیس دن ہوجائیں تو رمضان کا چاند دیکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

کیونکہ اس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں رمضان کا حساب کرنے میں غلط فہمی پیدا ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات کئی فتنے اور خرابیاں لازم آجاتی ہیں، جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [۱]

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ شعبان کا مہینہ شروع ہوتے ہی رمضان کی تیاری شروع کردینی چاہیے،

---

[۱] عن أبی هريرة (قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-أحصوا ") بفتح الهمزة أمر من الإحصاء ، وهو فی الأصل العد بالحصا أی عدوا "هلال شعبان "أی أيامه "لرمضان "أی لأجل رمضان أو للمحافظة على صوم رمضان، وقال ابن الملک :أی لتعلموا دخول رمضان، قال الطيبی: الإحصاء المبالغة فی العد بأنواع الجهد، ولذلک كنى به عن الطاقة فی قوله -صلى الله عليه وسلم " :-استقيموا ولن تحصوا "اهـ، ويمكن أن يقال :معناه ولن تعدوا استقامتكم شيئا معتدا به لأن المدار على فضل الله -تعالى، قال ابن حجر :أی اجتهدوا فی إحصائه وضبطه بأن تتحروا مطالعه وتتراءوا منازله لأجل أن تكونوا على بصيرة فی إدراک هلال رمضان على حقيقته حتى لا يفوتكم منه شیء (مرقاة، ج۴ص۱۳۷۷، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال)

(أحصوا) بضم الهمزة (قوله أحصوا بضم الهمزة :هو خطأ والصواب بفتح الهمزة لأنه من الاحصاء .أه) عدوا واضبطوا والاحصاء أبلغ من العد فی الضبط لما فيه من إعمال الجهد فی العد (هلال شعبان لرمضان) أی لأجل صيامه والهلال ما يرفع الصوت عند رؤيته فغلب على الشهر الذی هو الهلال ذكره الحرانی وفی القاموس الهلال غرة القمر أو لليلتين أو لسبع والمراد أحصوا هلاله حتى تكملوا العدة إن غم عليكم أو تراؤوا هلال شعبان وأحصوه ليترتب عليه رمضان بالاستكمال أو الرؤية فإن قيل حديث العدد لا يقع فيه اضطراب فالأخذ به أولى ورد بالمنع وإن سلم فحديث الرؤية مثله بل أولى وقد قال أحصوا إلى آخره لأن فيه إظهار الشعار دونه (ت) فی الصوم من طريق مسلم صاحب الصحيح (ک) فی الصوم وصححه (عن أبی هريرة) ورجاله رجال الصحيح إلا محمد بن عمرو فإنه لم يخرجه الشيخان (فيض القدير للمناوی، تحت رقم روايت ۲۶۰)

شعبان کیونکہ رمضان کے مہینے کا مقدمہ اور تمہید ہے، اس لئے شعبان میں نفل روزہ، تلاوت وغیرہ کا اہتمام کر کے رمضان کی تیاری مستحب ہے (مجالس الابرار ص۲۰۲)

شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا واجب ہے، اسی طرح شعبان کی انتیس تاریخ کی شام کو غروب کے وقت رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا "واجب علی الکفایہ" ہے۔

اگر کوئی بھی کوشش نہ کرے گا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ [۱]

مگر افسوس ہے کہ آج کل بہت سے لوگ شعبان کا چاند دیکھنے کا ذرا اہتمام نہیں کرتے، اور پھر انتیس یا تیس شعبان ہی کو یکم رمضان قرار دے کر رمضان کے روزے شروع کر دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

## شعبان کے آخری دن نبی ﷺ کے خطبہ دینے کی حدیث کی حیثیت

ملحوظ رہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک لمبی حدیث مروی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شعبان کے آخری دن میں رمضان کی فضیلت واہمیت کے متعلق خطبہ دینے کا ذکر ہے، اور اس حدیث میں رمضان میں نفل عبادت کی فضیلت فرض کے برابر اور فرض عبادت کی فضیلت ستر فرضوں کے برابر اور رمضان کے ابتدائی حصے کے رحمت، درمیانی حصے کے مغفرت اور آخری حصے کے جہنم سے آزاد ہونے کا ذکر ہے، اور بھی کئی باتیں ایسی مذکور ہیں جو دیگر صحیح احادیث میں مذکور نہیں ہیں، کئی اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے، اور عوام الناس میں اس حدیث میں مذکور فضیلتوں اور باتوں کا بہت چرچا ہے، بلکہ بہت سے عوام کا ان چیزوں کے ثبوت پر پختہ یقین قائم ہے، اور ہم نے بھی اپنی ماہِ شعبان سے متعلق اس کتاب کی پہلی طباعتوں میں اس حدیث کو اعتماد کی بنیاد پر نقل کیا تھا، اور اس کی سند پر زیادہ تحقیق کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

---

[۱] (قولہ ویجب التماس الهلال إلخ) هو واجب على الكفاية .اهـ .فتح (حاشية الشِّلْبِي على تبيين الحقائق، ج ۱ ص۳۱۷، كتاب الصوم)

(قَوْلُهُ وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَلْتَمِسُوا الْهِلَالَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ) أَيْ يَجِبُ وَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَلْتَمِسُوا هِلَالَ شَعْبَانَ أَيْضًا فِي حَقِّ إتْمَامِ الْعِدَّةِ (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص۱۳۷، كِتَابُ الصَّوْمِ)

يجب أن يلتمس الناس الهلال فى التاسع والعشرين من شعبان وقت الغروب فإن رأوه صاموه وإن غم أكملوه ثلاثين يوما كذا فى الاختيار شرح المختار وكذا ينبغي أن يلتمسوا هلال شعبان أيضا فى حق إتمام العدد (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص۱۹۷، كتاب الصوم، الباب الثانى فى رؤية الهلال)

بعد میں اس حدیث کی سند کی تحقیق کی گئی، تو اس حدیث کی سند قابلِ اطمینان معلوم نہیں ہوئی۔

اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’شعبُ الایمان‘‘ ’’الدعواتُ الکبیر‘‘ اور ’’فضائلُ الاوقات‘‘ میں ذکر کیا ہے۔ [1]

مگر اس حدیث کی سند میں اوّلاً تو ایک راوی علی بن زید بن جدعان ہیں، جن کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الضَّرِيرُ بالرِّيِّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ الْأَزْرَقُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ عَبْدِ الْغَفَّارِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ .
ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو إِسْمَاعِيلُ بْنُ نُجَيْدٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَوَّارٍ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ .
ح وحدثنا أَبُو سَعْدٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ الزَّاهِدُ، أخبرنا أَبُو عَمْرٍو مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مَطَرٍ، أخبرنا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ نَصْرٍ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ .
ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ الْمُزَكِّي، حَدَّثَنَا وَالِدِي، قَالَ :قَرَءَ عَلَى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُجْرٍ السَّعْدِيَّ حَدَّثَهُمْ، حدثنا يُوسُفُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ :خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ ":يا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ، وَشَهْرٌ يُزَادُ فِي رِزْقِ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ، وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ، وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ "قُلْنَا :يَا رَسُولَ اللهِ، لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفْطِرُ الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": يُعْطِي اللهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَى مَذْقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ، وَمَنْ أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ، وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ، وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ فِيهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ "زَادَ هَمَّامٌ فِي رِوَايَتِهِ ": فَاسْتَكْثِرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ، خَصْلَتَانِ تُرْضُونَ بِهَا رَبَّكُمْ، وَخَصْلَتَانِ لَا غِنَى لَكُمْ عَنْهُمَا، فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُونَ بِهَا رَبَّكُمْ :فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَتَسْتَغْفِرُونَهُ، وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنَى لَكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْأَلُونَ اللهَ الْجَنَّةَ، وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ "لَفْظُ حَدِيثِ هَمَّامٍ وَهُوَ أَتَمُّ (شعب الايمان، رقم الحديث ۳۳۳۶، كتاب الصيام، باب فضائل شهر رمضان، واللفظ لهٗ، الدعوات الكبير، رقم الحديث ۵۳۲، فضائل الاوقات، رقم الحديث ۴۰)

[2] قَالَ صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حنبل عَنْ أبيه :ليس بالقوى، وقد روى الناس عنه. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حنبل :سئل أبى :سمع الحسن من سراقة؟ قال :لا، هذا على بن زيد، يعنى :يرويه كأنه لم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے ان کی حدیث کو دوسرے شواہد وتائیدات کی صورت میں قبول کیا ہے۔ ۱؎

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يقنع به .وَقَال أيوب بن إسحاق بُن سافرى:سألت أحمد بُن على بُن زيد، فقال :ليس بشىء.وَقَال حنبل بن إسحاق بن حبنل :سمعت أَبَا عَبُد اللَّهِ يَقُول :على بن زيد ضعيف الحديث وَقَال عثمان بُن سَعِيد الدارمى ، عَنُ يحيى بُن مَعِين :ليس بذاك القوى.وَقَال معاوية بن صَالِح ، عَنُ يحيى بُن مَعِين: ضعيف.وَقَال أبو بكر بُن أَبِي خيثمة، عَن يحيى بُن مَعِين :ليس بذاك.وَقَال مرة أخرى :ضعيف فى كل شيئ .وَقَال عَباس الدُّورِيُّ ، عَن يحيى بُن مَعِين :ليس بشىء.وَقَال فى موضع آخر :ليس بحجة.وَقَال في موضع آخر:على بن زيد أحب إلى من ابن عقيل، ومن عاصم بن عُبَيد الله .وَقَال أحمد بن عَبُد اللَّهِ العجلى :يكتب حديثه، وليس بالقوى .وَقَال فى موضع آخر:كان يتشيع، لا بأس به.وَقَال يعقوب بُن شَيُبَة :ثقة، صالح الحديث، وإلى اللين ما هو .وَقَال إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني :واهي الحديث ،ضعيف، فيه ميل عن القصد، لا يحتج بحديثه . وَقَال أَبُو زُرُعَة :ليس بقوى.وَقَال أَبُو حاتم :ليس بقوى، يكتب حديثه، ولا يحتج بِهِ، وهو أحب إلى من يزيد بن أَبى زياد، وكان ضريرا، وكان يتشيع .وَقَال التِّرمِذِيّ:صدوق إلا أنه ربما رفع الشئ الذى لايرفعه غيره.وَقَال النَّسَائى :ضعيف.وَقَال أبو بكر بُن خزيمة :لا احتج به لسوء حفظه .وَقَال أبو أحمد بُن عدى :لم أر أحدا من البَصُرِيّين، وغيرهم امتنعوا من الرواية عنه، وكان يغلى فى التشيع فى جملة أهل البصرة، ومع ضعفه يكتب حديثه .وَقَال الحاكم أبو أحمد :ليس بالمتين عندهم.وَقَال الدَّارَقُطُنِيّ:أنا أقف فيه، لا يزال عندى فيه لين.وَقَال معاذ بن معاذ عن شعبة :حَدَّثَنَا على بن زيد قبل أن يختلط .وَقَال أبو الوليد ، وغير واحد عن شعبة :حَدَّثَنَا على بن زيد، وكان رفاعا .وَقَال إبراهيم بن عبد الله بن الجنيد: قال رجل ليحيى بن مَعِين :وأنا أسمع على بن زيد اختلط؟ قال :ما اختلط على بن زيد قط، ثم قال يحيى :حماد بن سلمة أروى عن على بن زيد.وَقَال سُلَيُمان بُن حرب ، عَنُ حماد بن زيد : حَدَّثَنَا على بن زيد، وكان يقلب الأحاديث .وفى رواية:كان على بن زيد يحَدَّثَنَا اليوم بالحديث ثم يحَدَّثَنَا غدا، فكأنه ليس ذاك .وَقَال عَمُرو بُن على :كان يَحُيَى بن سَعِيد يتقى الحديث عن على بن زيد، فسألته مرة عن حديث حماد بن سلمة عَنُ على بُن زيد عَنُ عقبة بن صهبان عَن أبى بَكُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم فى قوله عزوجل :(ثلة من الأولين)فقال :حَدَّثَنَا حماد بُن سلمة عن عَلِيّ بن زيد بن عقبة بن صهبان عَن أبى بَكُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم، ثم تركه، وَقَال :دعه .وكان عبد الرحمن يحدث عن الثورى، وابن عُيَيُنَة، وحماد بن سلمة، وحماد بن زيد، عنه .وَقَال أبو معمر القَطِيعِيّ :كان ابن عُيَيُنَة يضعف ابن عقيل، وعاصم بن عُبَيد الله، وعلى بن زيد.وَقَال أيضا:قال ابن عُيَيُنَة :كتبت عن على بن زيد كتابا كبيرا، فتركته زهدا فيه .وَقَال على بُن المدينى:عَن سفيان بُن عُيَيُنَة :وهبت كتاب ابن جدعان، فقيل لسفيان :لم وهبته؟ قال :قد كنت حفظته، ولم أرانى أنساه، وكنت أريد أتثبت منه.وَقَال محمد بن المنهال:سمعت يزيد بن زريع يقول :لقد رأيت على بن زيد، ولم أحمل عنه، فإنه كان رافضيا(تهذيب الكمال ج ۲۰ ص۴۳۷ تاص ۴۴۰)

۱؎ وقال ابن حجر:على بن زيد بن جدعان وفيه ضعف ولم يقل أحد إنه كان يتعمد الكذب حتى يحكم على حديثه بالوضع إذا انفرد وكيف وقد توبع من طريق آخر رجاله غير رجال الأول( القول المسدد فى مسند احمد، ج ۱ ص ۴۲)

دوسرے اس حدیث کی سند میں بعض دیگر راوی بھی ایسے ہیں، جوضعیف یا شدید ضعیف ہیں۔

چنانچہ بیہقی کی بعض سندوں میں اور صحیح ابنِ خزیمہ کی سند میں ایک راوی یوسف بن زیاد ہیں، جو محدثین کے نزدیک شدید ضعیف ہیں۔ ۱

اور بعض راوی مجہول ہیں۔ ۲

اور امالی المحاملی میں علی بن زید کے ساتھ ایک اور راوی عبدالعزیز بن عبداللہ جدعانی ہیں، یہ راوی بھی ضعیف ہیں۔ ۳

---

۱ اور اسی وجہ سے ابنِ خزیمہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ:

بَابُ فَضَائِلِ شَهْرِ رَمَضَانَ إِن صَحَّ الْخَبَرُ(ملاحظه هو:صحيح ابنِ خزيمة،رقم الحديث ۱۸۸۷، كتاب الصيام، جماع أبواب فضائل شهر رمضان وصيامه)

يوسف بن زياد البصرى أبو عبد الله :عن ابن أنعم الإفريقي وابن أبى خالد قال البخارى :منكرٍ الحديث وقال الدار قطنى :هو مشهور بالأباطيل وكان ببغداد قاله البخارى وقال أبو حاتم :أيضاً منكر الحديث وبعض الناس فرق بين الراوى عن ابن أبى خالد وبين الراوى عن الإفريقي انتهى. وقال النسائى فى الكنى ليس بثقة وضعفه الساجى وذكره العقيلى فى الضعفاء وقال لا يتابع على حديثه(لسان الميزان، ج۳ص۱۳۷)

يوسف بن زياد:من أهل البصرة، كنيته أبو عبد الله، سكن بغداد، يروى عن إسماعيل بن أبى خالد روى عنه العراقيون، يتفرد عن إسماعيل بالاشياء المقلوبة كأنه إسماعيل آخر، ومن غلب على حديثه قلة متابعة الثقات، والانفراد عن الاثبات بما لا يشبه حديث الثقات صار ساقط الاحتجاج به(كتاب المجروحين لابنِ حبان، ج۳ص۱۳۳)

۲ مثلاً بیہقی کی ایک سند میں ابوبکر اسماعیل بن محمد ضریر اور ایاس بن عبدالغفار مجہول ہیں، اوران کی حدیث کو بعض محدثین نے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

۳ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ ثنا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَوَابٍ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْجُدْعَانِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ :خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرَ يَوْمٍ فِي شَعْبَانَ أَوْ أَوَّلَ يَوْمٍ فِي رَمَضَانَ ,فَقَالَ :يَا أَيُّهَا النَّاسُ ,قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ الخ (امالى المحاملى رواية ابن يحيىٰ البيع،رقم الحديث ۲۹۳)

قَالَ الشيخ :وَعَبد العزيز بْن عَبد اللَّهِ هَذَا عامة ما يرويه لا يتابعه عليه الثقات(الكامل لابن عدى، ج۵ص۲۹۳)

حديث :خطبنا رسول الله ( آخر يوم من شعبان ، وأول يوم من رمضان ، فقال :إنه قد أظلكم شهر عظيم ، شهر مبارك ، فيه ليلة خير من ألف شهر ، افترض الله ( ، وجعل قيامه تطوعاً .رواه عبدالعزيز بن عبدالله القرشى :عن سعيد بن أبى عروبة ، عن على بن زيد ، عن سعيد بن المسيب ، عن سلمان الفارسى قال.وعبدالعزيز هذا ، لم يذكره المتقدمون بضعف ، ولم يتابعه أحد على روايته له عن سعيد .والله أعلم(ذخيرة الحفاظ،لمحمد بن طاهر المقدسى، ج۳،ص۱۲۸۹، تحت رقم الحديث ۲۷۷۴)

Idara Ghufran

بہرحال اس حدیث کی اسنادی حیثیت سے قطع نظراس میں شک نہیں کہ رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی شعبان کے مہینے میں بلکہ شعبان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنے کے ساتھ ہی رمضان کی تیاری اوراس کا اہتمام شروع ہوجانا چاہئے۔

اہلِ علم،مقررین،واعظین،علماء وخطباءکوبھی چاہئے کہ جمعہ کے خطبہ اوروعظ اوردوسرے موقعوں پر شعبان ہی میں لوگوں کورمضان کی اہمیت اوراس کے احکام کی طرف متوجہ کرنا شروع کردیں۔

رمضانُ المبارک کامہینہ بہت ہی خیروبرکت کامہینہ ہے،نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوتو رمضان کے آنے سے پہلے ہی اس کاذوق وشوق اورانتظار ہوجاتا تھااورنبی صلی اللہ علیہ وسلم تو شعبان کے مہینہ میں ہی کثرت سے روزے رکھنا شروع فرمادیا کرتے تھے تاکہ رمضان کا استقبال واحترام زیادہ سے زیادہ بہترطریقہ پر ہوسکے۔

پھرشعبان کے مہینہ میں ایک بابرکت اورفضیلت والی رات آتی ہے جس کوشبِ برأت کہتے ہیں، جوشعبان کی پندرہویں رات ہے،اس میں نفلی عبادت کی فضیلت ہے،اس کی عبادت میں بھی ایک حکمت یہ ہے کہ رمضان کی تیاری ہوسکے۔ [۱]

لہٰذاہمیں چاہئے کہ زندگی کے قیمتی لمحات کوغنیمت سمجھتے ہوئے رمضانُ المبارک کے لئے شعبان ہی میں پہلے سے تیاریاں شروع کردیں اوررمضانُ المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی اس کے استقبال اورطلب کے لئے دل سے آمادہ ہوجائیں اورپورے ذوق وشوق کے ساتھ اس کے انتظار میں لگ جائیں اوررمضانُ المبارک اوراس کے احکام کاعلم حاصل کرنے اورپہلے علم میں تازگی پیدا کرنے کے لئے علم حاصل کرنے کا اہتمام کریں۔

---

[۱] مجالسُ الابرار میں ہے:

’’شعبان چونکہ رمضان کا مقدمہ ہے،اس لیے شعبان میں روزہ اورتلاوتِ قرآن سے رمضان کی تیاری مستحب ہے،تاکہ اس سے نفس کوطاعتِ الٰہی کی عادت رمضان آنے سے پہلے ہی ہوجائے‘‘ (مجالسُ الابرار صفحہ ۲۰۲،مجلس نمبر ۲۲)

’’شعبان کے روزے رمضان کے روزوں کی مشّاقی کے لئے ہیں،تاکہ رمضان کے روزوں میں کچھ دِقّت اورتکلیف نہ ہوبلکہ پہلے سے روزے کاخوگرہوچکاہواورشعبان ہی سے روزوں کامزہ اُٹھارہاہو،پھررمضان کے روزے رغبت اورخوشی سے رکھے‘‘ (مجالسُ الابرار صفحہ ۲۰۹،مجلس نمبر ۲۳)

نیز رمضانُ المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی اس نعمت کے حاصل ہونے اوراس کی صحیح قدر و قیمت بجالانے کی اللہ تعالیٰ سے حسبِ توفیق دعائیں کرنے اور گناہوں سے توبہ کا اہتمام کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی مشاغل اور مصروفیات کو کسی حد تک کم کرنے کی کوشش کریں تاکہ رمضان کے بابرکت اوقات بلکہ نیکیوں کے اعلیٰ ترین سیزن میں زیادہ سے زیادہ وقت لگا کر آخرت کی خوب کمائی کی جاسکے۔

اور شعبان کے مہینہ میں تلاوت ،نوافل اوردوسری عبادات کے ذریعہ سے نفس کو قوی اور مضبوط کرکے ہمت کے ساتھ رمضان کی تیاری کا اہتمام کریں۔

اور رمضانُ المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے کے لئے انتیس شعبان ہی کی شام کو رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام وکوشش کریں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضانُ المبارک کا چاند نظر بھی آجائے اوراس طرح رمضانُ المبارک کی بابرکت اور قیمتی گھڑیاں اور لمحات شروع بھی ہوجائیں، اور ہمیں خبر ہی نہ ہو اوراس طرح غافل لوگوں میں شمار نہ ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ ایسی غفلت سے نجات وحفاظت فرمائیں۔آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

# ماہِ شعبان اور اُس میں نفلی روزوں کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

**كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَايُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَايَصُوْمُ فَمَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهٗ اَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ** (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی نفل) روزے اتنی کثرت سے رکھتے تھے کہ ہم کہتے تھے کہ اب آپ روزے رکھنا ختم نہیں کریں گے اور (کبھی نفل) روزے نہ رکھنے پر آتے تو ہم کہتے کہ اب آپ (نفل) روزہ نہ رکھیں گے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ اور کسی مہینہ میں کثرت سے (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

اس حدیث شریف کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نفل روزہ نہیں رکھا کرتے تھے، بلکہ اس سلسلہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل یہ تھا کہ کبھی تو مسلسل کافی عرصہ تک نفل روزے رکھتے تھے، یہاں تک کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کی اس کثرت اور تسلسل کو دیکھ کر لوگ سمجھنے لگتے تھے کہ اب نفل روزے رکھنے کا یہ سلسلہ شاید آپ کبھی ختم نہ کریں۔

اور کبھی ایسا ہوتا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل کافی عرصہ تک نفل روزہ رکھتے ہی نہ تھے، یہاں

---

[1] حدیث نمبر ۱۹۶۹، كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ، دارطوق النجاة، بیروت؛ مسلم، حدیث نمبر ۱۱۵۶؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۴۳۴؛ نسائی، حدیث نمبر ۲۳۵۱؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۷۵۷.

Idara Ghufran

تک کہ لوگ سوچتے کہ شاید آپ اب کبھی نفل روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔

اور رمضان کے پورے مہینہ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے،جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ:

مَارَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَهْرٍ اَکْثَرَصِیَامًا مِنْهُ فِیْ شَعْبَانَ کَانَ یَصُوْمُهٗ اِلَّاقَلِیْلًا بَلْ کَانَ یَصُوْمُهٗ کُلَّهٗ (ترمذی) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ کچھ دنوں کے علاوہ پورے ہی (شعبان کے) مہینہ کے روزے رکھتے تھے، بلکہ پورے مہینہ کے روزے رکھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

کَانَ أَحَبُّ الشُّهُوْرِ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ یَّصُوْمَهٗ شَعْبَانَ، بَلْ کَانَ یَصِلُهٗ بِرَمَضَانَ(نسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نفل) روزے رکھنے کے اعتبار سے شعبان کا مہینہ زیادہ پسند تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزوں کو رمضان کے مہینے تک رکھتے تھے (ترجمہ ختم)

**فائدہ:** مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے اکثر دنوں میں رمضان کا مہینہ شروع ہونے کے قریب تک روزے رکھتے تھے (اکثر پر کل کا حکم لگا دیا گیا)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سال تو شعبان

---

[1] حدیث نمبر ۷۳۷، أَبْوَابُ الصَّوْمِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي وِصَالِ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر، واللفظ لهٗ؛ نسائی، حدیث نمبر ۲۱۷۸؛ مسلم، حدیث نمبر ۱۷۶.

[2] حدیث نمبر ۲۳۵۰،کتاب الصیام، صوم النبی صلی الله علیه وسلم بأبی هو وأمی،مکتب المطبوعات الإسلامیة -حلب،واللفظ لهٗ؛ سنن أبی داود، حدیث نمبر ۲۴۳۱.

حکم الألبانی صحیح(تعلیق سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

کے پورے مہینے اور دوسرے سال شعبان کے اکثر دنوں میں نفل روزے رکھا کرتے تھے۔ ۱؎

۱؎ قال الترمذی: وَرُوِیَ عَنُ ابُنِ المُبَارَکِ أَنَّهُ قَالَ فِی هَذَا الحَدِيثِ، هُوَ جَائِزٌ فِی كَلَامِ العَرَبِ، إِذَا صَامَ أَكْثَرَ الشَّهْرِ أَنْ يُقَالَ :صَامَ الشَّهْرَ كُلَّهُ، وَيُقَالُ :قَامَ فُلَانٌ لَيْلَهُ أَجْمَعَ، وَلَعَلَّهُ تَعَشَّى وَاشْتَغَلَ بِبَعْضِ أَمْرِهِ، كَأَنَّ ابْنَ المُبَارَكِ قَدْ رَأَى كِلَا الحَدِيثَيْنِ مُتَّفِقَيْنِ، يَقُولُ :إِنَّمَا مَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ أَنَّهُ كَانَ يَصُومُ أَكْثَرَ الشَّهْرِ(ترمذی، تحت حديث رقم ۷۳۷، ابواب الصوم، باب ما جاء فی وصال شعبان برمضان)

(عن عائشة -رضی الله عنها -قالت :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) أی :أحيانا (يصوم) أی :النفل متتابعا (حتى نقول لا يفطر) أی :أبدا، قال التوربشتی :الرواية فی نقول بالنون وقد وجدت فی بعض النسخ بالتاء على الخطاب أی :معناها تقول أنت أيها السامع لو أبصرته، (والرواية) أيضا بنصب اللام، وهو الأكثر فی كلامهم، ومنهم من رفع المستقبل فی مثل هذا الموضع، وقال ابن الملك :ويجوز بياء الغائب أيضا أی :يقول القائل اهـ .وفيه تفكيك الضمير، واختلف فی تجويزه، والأظهر عدم جوازه سيما فی جملة واحدة من الكلام (ويفطر حتى نقول لا يصوم، وما رأيت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -استكمل صيام شهر قط ) هذا بمنزلة استثناء من الكلام السابق (إلا رمضان، وما رأيته فی شهر أكثر) ثانی مفعول رأيت والضمير فی (منه) له -صلى الله عليه وسلم -(صياما) تمييز (فی شعبان) متعلق بصام، والمعنى :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يصوم فی شعبان وفی غيره من الشهور سوى رمضان، وكان صيامه فی شعبان أكثر من صيامه فيما سواه كذا ذكره الطيبی، وقال بعض الشراح :قوله فی شهر يعنی به غير شعبان، وهو حال من المستكن فی أكثر، وفی شعبان حال من المجرور فی منه العائد إلى الرسول -صلى الله عليه وسلم -أی :ما رأيته كائنا فی غير شعبان أكثر صياما منه كائنا فی شعبان، مثل زيد قائما أحسن منه قاعدا، أو كلاهما ظرف، الأكثر الأول باعتبار الزيادة، والثانی باعتبار أصل المعنى، ولا تعلق له برؤيته، وإلا يلزم تفضيل الشیء على نفسه باعتبار حالة واحدة (وفی رواية قالت :كان يصوم شعبان كله) قيل :أی فی أول الأمر (كان) وفی نسخة وكان (يصوم شعبان إلا قليلا) قال النووی :الثانی تفسير للأول، وبيان قولها كله أی غالبه اهـ .وهو تأويل بعيد، حمله عليه قولها فی الرواية الأولى " قط إلا رمضان "وقيل :المراد أنه يصومه كله فی سنة وأكثره فی سنة أخرى فالمعنى على العطف اهـ .وهو أقرب لظاهر اللفظ، وقيل :كان يصوم تارة من أوله وتارة من آخره وتارة بينهما، قال الطيبی :ولفظ (كله) تأكيد لإفادة الشمول ورفع التجوز من احتمال البعض، فتفسيره بالبعض مناف له، ولو جعل كان الثانی وما يتعلق به استئنافا ليكون بيانا للحالتين حالة الإتمام وحالة غيره، لكان أحسن وأعذب، فلو عكف بالواو لم يحمل هذا التأويل(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۰۹، كتاب الصوم،باب صيام التطوع)

والمعنى كان يصوم فی شعبان وغيره وكان صيامه فی شعبان تطوعا اكثرمن صيامه فيما سواه قوله من شعبان زاد فی حديث يحيى بن أبی كثير فإنه كان يصوم شعبان كله زاد بن أبی لبيد عن أبی سلمة عن عائشة عند مسلم كان يصوم شعبان إلا قليلا ورواه الشافعی من هذا الوجه بلفظ بل كان يصوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَمْ أَرَکَ تَصُوْمُ شَهْرًا مِّنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ :ذَالِکَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَّرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَعْمَالُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُّرْفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ** (سنن النسائی) ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلخ وهذا يبين أن المراد بقوله في حديث أم سلمة عند أبي داود وغيره أنه كان لا يصوم من السنة شهرا تاما إلا شعبان يصله برمضان أي كان يصوم معظمه (فتح البارى لابن حجر، ج۴ص ۲۱۴، كتاب الصوم، قوله باب صوم شعبان)

هوجائز في كلام العرب اذاصام اكثرالشهر ان يقال صام الشهر كله ويقال قام فلان ليله اجمع ولعله تعشى واشتغل ببعض.....وقيل كان يصومه كله في سنة وبعضه في سنة اخرى وقيل كان يصوم تارة من اوله وتارة من اٰخره وتارة منهما لايخلى منه شيئا بلاصيام(عمدة القارى ج ۱۱ ص ۸۳،كتاب الصوم، باب صوم شعبان)

؎ حديث نمبر ۲۳۵۷،كتاب الصيام، صوم النبي صلى الله عليه وسلم بأبي هو وأمي،مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب، واللفظ لهٗ؛ السنن الكبرىٰ للنسائى، حديث نمبر ۲۶۷۸؛ مسنداحمد، حديث نمبر ۲۱۷۵۳.

قال البوصيرى:رواه أبوبكر بن أبي شيبة وعنه أبويعلى بإسناد حسن، ورواه النسائي في الكبرى (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، باب صوم شهر شعبان وإقرانه برمضان وما جاء في سِرر الشهر وصوم شوال)

وفى حاشية مسند احمد:

إسناده حسن، ثابت بن قيس أبو غصن صدوق حسن الحديث، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين .أبو سعيد المقبري :اسمه كَيْسان .وأخرجه أبو نعيم في "الحلية" (۹/ ۱۸)والضياء في "المختارة(۱۳۵۶)"من طريق عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه، بهذا الإسناد .وأخرجه البزار في "مسنده(۲۶۱۷) "والنسائي ۲/ ۲۰۱، وابن عدي في "الكامل ۲/ ۵۱۹ "من طريق عبد الرحمن بن مهدي، به .واقتصر ابن عدي على قصة صوم شعبان وفضله .وأخرجه عبد الرزاق(۷۹۱۷)وابن أبي شيبة۳/ ۱۰۳، وعثمان بن سعيد الدارمي في "الرد على الجهمية "ص 29، وأبو القاسم البغوي في "مسند أسامة(۴۸) "و(۴۹)وأبو نعيم في "معرفة الصحابة(۷۷۱) "والبيهقي في "شعب الإيمان(۳۸۲۱) "والضياء في "المختارة(۱۳۱۹) "و(۱۳۲۰)و(۱۳۵۸)من طرق عن ثابت بن قيس، به .وجاءت رواية الحديث عند البغوي في الموضع الثاني

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شعبان کے مہینے میں جتنے آپ (نفل) روزے رکھتے ہیں، میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے (نفلی) روزے رکھتے نہیں دیکھا؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہوجاتے ہیں اور اس مہینہ میں اعمال اللہ ربُّ العالمین کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اُٹھائے جائیں تو میں روزے سے ہوں (ترجمہ ختم)

**فائدہ:** شعبان کے بعد آنے والا رمضانُ المبارک کا مہینہ تو ہے ہی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ، اور شعبان سے پہلا رجب کا مہینہ ان مہینوں میں سے ہے جن کی تعظیم اسلام سے پہلے بھی کی جاتی تھی، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، اور رجب، اور ان دونوں مہینوں (یعنی رجب اور رمضان) کی فضیلت لوگوں کو معلوم تھی، مگر ان کے درمیان والے شعبان کے مہینے کی فضیلت واہمیت سے غفلت اختیار کرتے تھے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ شعبان کا مہینہ ان دونوں (یعنی رجب اور رمضان کے) بابرکت مہینوں کے درمیان ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی الشک، فقال :عن أسامة أو عن أبی هريرة .وزاد عبد الرزاق وابن أبی شيبة والبغوی فی الموضع الأول وأبو نعيم والبيهقی والضياء فی الموضع الأول والثانی :أبا هريرة بين أبی سعيد وأسامة، ولعل أبا سعيد سمعه منهما جميعاً، فالطريقان محفوظان، والله أعلم .واقتصر ابن أبی شيبة وعثمان الدارمی والبغوی فی الموضع الثانی والضياء فی الموضعين الأول والثانی علی قصة صيام شعبان وفضله، واقتصر عبد الرزاق وأبو نعيم والضياء فی الموضع الثالث علی قصة صيام يومی الاثنين والخميس وفضلهما . وسيأتی مختصراً عن زيد بن الحباب عن ثابت بن قيس برقم(۲۱۷۹۱)بلفظ :أن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يصوم الاثنين والخميس .وللشطر الأول انظر ما سلف برقم(۲۱۷۴۴)وفی باب صيام النبیّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لشعبان ويومی الاثنين والخميس عن عائشة سيأتی۸۰/۶،وإسناده صحيح وفی باب صيام النبیّ ﷺ فی شعبان أكثر من غيره من الشهور عن أم سلمة، سيأتی ۳۱۱/۶، وإسناده صحيح.

[1] فأحب أن يرفع عملی وأنا صائم ."فبين -صلی الله عليه وسلم -وجه صيامه لشعبان دون غيره من الشهور بقوله " :إنه شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان "يشير إلی أنه لما اكتنفه شهران عظيمان :الشهر الحرام وشهر الصيام، اشتغل الناس بهما، فصار مغفولا عنه(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، ج ۱۱ ص۲۸۶)

www.idaraghufran.org

نیز اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے اور اُٹھائے جاتے ہیں۔ [1]

اور اسی لئے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی تعظیم شعبان کے روزوں کے ذریعہ فرماتے تھے، جیسا کہ آگے حدیث میں آتا ہے۔

اس تفصیل سے شعبان کے مہینے اور اس میں نفل روزوں کی فضیلت معلوم ہوئی۔

---

[1] واضح رہے کہ اعمال اٹھائے جانے اور پیش ہونے کے بارے میں مختلف احادیث مروی ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی پیشی شعبان میں ہوتی ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا روایت سے واضح ہے، اور بعض روایات میں شعبان کی پندرہویں رات کا ذکر ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر رات کے اعمال اس دن سے پہلے اور ہر دن کے اعمال اس رات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کردیئے جاتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِی مُوسَی، قَالَ :قَامَ فِینَا رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعٍ :إِنَّ اللهَ لَا یَنَامُ وَلَا یَنْبَغِی لَهُ أَنْ یَنَامَ، یَرْفَعُ الْقِسْطَ وَیَخْفِضُهُ، وَیُرْفَعُ إِلَیْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّیْلِ، وَعَمَلُ اللَّیْلِ بِالنَّهَارِ (مسلم، حدیث نمبر ۱۷۹)

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ درج ذیل احادیث میں ہے۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :تُعْرَضُ الأَعْمَالُ یَوْمَ الِاثْنَیْنِ وَالخَمِیسِ، فَأُحِبُّ أَنْ یُعْرَضَ عَمَلِی وَأَنَا صَائِمٌ :حَدِیثُ أَبِی هُرَیْرَةَ فِی هَذَا البَابِ حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ (ترمذی، حدیث نمبر ۷۴۷)

حَدَّثَنِی أَبُو سَعِیدٍ الْمَقْبُرِیُّ، قَالَ :حَدَّثَنِی أُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ، قَالَ :قُلْتُ :یَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّکَ تَصُومُ حَتَّی لَا تَکَادَ تُفْطِرُ، وَتُفْطِرُ حَتَّی لَا تَکَادَ أَنْ تَصُومَ، إِلَّا یَوْمَیْنِ إِنْ دَخَلَا فِی صِیَامِکَ وَإِلَّا صُمْتَهُمَا، قَالَ :أَیُّ یَوْمَیْنِ؟ قُلْتُ :یَوْمَ الِاثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیسِ، قَالَ :ذَانِکَ یَوْمَانِ تُعْرَضُ فِیهِمَا الْأَعْمَالُ عَلَی رَبِّ الْعَالَمِینَ، فَأُحِبُّ أَنْ یُعْرَضَ عَمَلِی وَأَنَا صَائِمٌ (السنن الصغری للنسائی، حدیث نمبر ۲۳۵۸)

حَدَّثَنِی أَبُو سَعِیدٍ الْمَقْبُرِیُّ، حَدَّثَنِی أُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ، قَالَ :کَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُومُ الْأَیَّامَ یَسْرُدُ حَتَّی یُقَالَ :لَا یُفْطِرُ، وَیُفْطِرُ الْأَیَّامَ حَتَّی لَا یَکَادُ أَنْ یَصُومَ إِلَّا یَوْمَیْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ، إِنْ کَانَ فِی صِیَامِهِ، وَإِلَّا صَامَهُمَا، وَلَمْ یَکُنْ یَصُومُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُورِ مَا یَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُلْتُ :یَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّکَ تَصُومُ لَا تَکَادُ أَنْ تُفْطِرَ، وَتُفْطِرَ حَتَّی لَا تَکَادَ أَنْ تَصُومَ إِلَّا یَوْمَیْنِ إِنْ دَخَلَا فِی صِیَامِکَ وَإِلَّا صُمْتَهُمَا قَالَ " :أَیُّ یَوْمَیْنِ ؟ "قَالَ: قُلْتُ :یَوْمُ الِاثْنَیْنِ، وَیَوْمُ الْخَمِیسِ .قَالَ " :ذَانِکَ یَوْمَانِ تُعْرَضُ فِیهِمَا الْأَعْمَالُ عَلَی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

**سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :أَیُّ الصَّوْمِ أَفْضَلُ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ :**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رَبِّ الْعَالَمِینَ، وَأُحِبُّ أَنْ یُعْرَضَ عَمَلِی وَأَنَا صَائِمٌ "قَالَ :قُلْتُ :وَلَمْ أَرَکَ تَصُومُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ " :ذَاکَ شَهْرٌ یَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَیْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِیهِ الْأَعْمَالُ إِلَی رَبِّ الْعَالَمِینَ،فَأُحِبُّ أَنْ یُرْفَعَ عَمَلِی وَأَنَا صَائِمٌ(مسند أحمد،حدیث نمبر ۲۱۷۵۳)

اس سلسلے میں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انسانوں کے اعمال مختلف قسموں اور نوعیّتوں کے ہوتے ہیں تو یہ بات ممکن ہے کہ کچھ خاص قسم کے اعمال سال میں ایک مرتبہ شعبان کے مہینے یا اس کی پندرہویں رات میں پیش کئے جاتے ہوں، اور کچھ خاص قسم کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہوں اور کچھ خاص قسم کے اعمال ہر روز صبح اور شام پیش کئے جاتے ہوں، خلاصہ یہ کہ روایات میں یہ اختلاف اعمال کی انواع کے اختلاف کی بناء پر ہے، تاکہ نیک عمل کرنے والوں کی شرافت اور گناہ گاروں کی قباحت کی زیادتی معلوم ہو۔

اور بعض نے فرمایا کہ ایک یومیہ اعمال کی پیشی ہے، اور ایک ہفتہ وار، اور ایک سالانہ۔

اور شعبان کے مہینے میں سالانہ اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ فرق کیا ہے کہ ممکن ہے ان مذکورہ اوقات میں سے کسی وقت اجمالی طور پر اعمال پیش کئے جاتے ہوں اور کسی وقت تفصیلی طور پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم۔ محمد رضوان۔

والمعنیٰ ترفع اعمالهم الی الملأالاعلیٰ ولاینافیه رفعها کل یوم اعمال اللیل بعد صلاة الصبح واعمال النهار بعد صلاة العصر وکل یوم اثنین وخمیس لان الاول رفع عام لجمیع مایقع فی السنة ، والثانی رفع خاص لکل یوم ولیلة،والثالث رفع لجمیع مایقع فی الاسبوع وکان حکمة تقریر هذاالرفع مزید تشریف الطائعین وتقبیح العاصین(مرقاة ج۳ص ۹۷۴ ، کتاب الصلاة،باب قیام شهر رمضان)

(وعن أبی هریرة قال :قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم :-تعرض الأعمال) أی علی الملک المتعال (یوم الاثنین والخمیس) بالجر (فأحب أن یعرض عملی وأنا صائم) أی طلبا لزیادة رفعة الدرجة، قال ابن الملک :وهذا لا ینافی قوله -علیه الصلاة والسلام " :-یرفع عمل اللیل قبل عمل النهار وعمل النهار قبل عمل اللیل "للفرق بین الرفع والعرض لأن الأعمال تجمع فی الأسبوع وتعرض فی هذین الیومین (رواه الترمذی) وقد حسنه، وفی حدیث مسلم " :تعرض أعمال الناس فی کل جمعة مرتین یوم الاثنین ویوم الخمیس فیغفر لکل مؤمن إلا عبدا بینه وبین أخیه شحناء ، فیقال :انظروا هذین حتی یصطلحا "قال ابن حجر :ولا ینافی هذا رفعها فی شعبان، فقال " :إنه شهر ترفع فیه الأعمال وأحب أن یرفع عملی وأنا صائم "لجواز رفع أعمال الأسبوع مفصلة وأعمال العام مجملة، قلت :وفیه إیماء إلی أن شعبان آخر السنة وأن أولها رمضان عند الله باعتبار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

**شَعْبَانُ لِتَعْظِيمِ رَمَضَانَ ، قِيْلَ :فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ** (ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ کونسا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان کا روزہ، رمضان کی تعظیم (اور احترام) کی وجہ سے (پھر) معلوم کیا گیا کہ افضل صدقہ کون سا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں صدقہ کرنا (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے اعتبار سے محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الآخرة كما قدمناه فى حديث تزخرف الجنة لرمضان من أول الحول، والذى يلوح لى الآن أن ليلة النصف هى التى تعرض فيها أعمال السنة الماضية(مرقاةالمفاتيح، ج۴ص ۱۴۲۲ ،كتاب الصوم،باب صيام التطوع)

إن أعمال العباد تعرض ) زاد فى رواية على رب العالمين ( يوم الاثنين ويوم الخميس ) لا يعارضه حديث يرفع عمل الليل قبل النهار وعكسه لأنها تعرض كل يوم ثم تعرض أعمال الجمعة كل اثنين وخميس ثم أعمال السنة كلها فى شعبان عرضا بعد عرض ولكل حكمة استأثر الله أو أطلع عليها من شاء ( حم د عن أسامة بن زيد بإسناد حسن)(التيسير بشرح الجامع الصغير،حرف الهمزة )

عَمَلِ الْعَام يُرْفَع فِي شَعْبَان كَمَا أَخْبَرَ بِهِ الصَّادِق الْمَصْدُوق "أَنَّهُ شَهْر تُرْفَع فِيهِ الْأَعْمَال ، فَأُحِبّ أَنْ يُرْفَع عَمَلِي وَأَنَا صَائِم "وَيُعْرَض عَمَل الْأُسْبُوع :يَوْم الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيس ، كَمَا ثَبَتَ ذَلِكَ فِي صَحِيح مُسْلِم ، وَعَمَلِ الْيَوْم :يُرْفَع فِي آخِره قَبْل اللَّيْل ، وَعَمَل اللَّيْل فِي آخِره قَبْل النَّهَار .فَهَذَا الرَّفْع فِي الْيَوْم وَاللَّيْلَة أَخَصّ مِنْ الرَّفْع فِي الْعَام(عون المعبود،بَاب فِي الْقَدَرِ)

[1] حديث نمبر ٦٦٣، كتاب الزكاة، باب ماجاء فى فضل الصدقة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

[2] قال الترمذى:

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَصَدَقَةُ بْنُ مُوسَى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذَاكَ الْقَوِى.

وقال المزى:

بخ د ت :صدقة بن موسى الدقيقى ، أبو المغيرة ، ويُقال :أبو محمد السلمى ، البَصْرِىّ......قال مسلم بن إبراهيم :حَدَّثَنَا صدقة الدقيقى وكان صدوقا .وَقَال أبو بكر بن أَبِى خيثمة، عن يحيى بن مَعِين :ليس حديثه بشيئ .وَقَال معاوية بن صالح عن يحيى بن مَعِين ، وأبو داود ، والنَّسَائى ، وأبو بشر الدولابى :ضعيف .وَقَال أبو أحمد بن عدى :ما أقرب صورته وصورة حديثه من حديث صدقة بن عَبد الله الذى أمليته قبله ، وبعض حديثه يتابع عليه ، وبعضه لا يتابع عليه .روى له البخارى فى "الأدب "، وأبو داود ، والتِّرْمِذِىّ(تهذيب الكمال ج۱۳ص ۱۴۹ اتا ۱۵۱ ملخصاً)

Iqra Ghufran

مگر شعبان کے مہینے کی نفسِ فضیلت کے اعتبار سے اس حدیث کے قبول کر لینے میں حرج نہیں۔ ۱؎

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ .قَالَتْ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَبُّ الشُّهُورِ إِلَيْكَ أَنْ تَصُومَهُ شَعْبَانُ .قَالَ :إِنَّ اللّٰهَ يَكْتُبُ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ مَيِّتَةٍ تِلْكَ السَّنَةَ، فَأُحِبُّ أَنْ يَأْتِيَنِي أَجَلِي وَأَنَا صَائِمٌ

(مسندابو یعلیٰ) ۲؎

---

۱؎ (أفضل الصوم بعد رمضان شعبان) لأن أعمال العباد ترفع فيه في سنتهم (لتعظيم رمضان) أي لأجل تعظيمه لكونه يليه فصومه كالمقدمة لصومه وهذا لعله قاله قبل أن يعلم فضل صوم محرم أو أن ذلك أفضل شهر يصام كاملا وهذا أفضل شهر يصام أكثره كما يشير إليه رواية صوم في شعبان أو أن ذاك أفضل شهر يصام مستقلا وهذا أفضل شهر يصام تبعا (وأفضل الصدقة صدقة رمضان) لأنه موسم الخيرات والعبادات ولهذا كان النبي صلى الله عليه وسلم أجود ما يكون في رمضان حين يأتيه جبرائيل فيعارضه القرآن (فيض القدير للمناوي، تحت حديث رقم ١٢٧٧)

(وعن أبي هريرة رضيالله عنه قال :قال رسول الله :أفضل الصيام) أي النفل المطلق منه (بعد رمضان شهر الله المحرم) أي صومه كما يدل عليه قرينة المقام وإضافته إلى الله تعالى للتشريف وتخصيصه بلفظ المحرم، مع أن كلا من الأشهر الحرم يوصف به لما قيل إنه اسم إسلامي وإن تحريمه كذلك فلم تغير حرمته بما كان يفعله أهل النسيء (وأفضل الصلاة) من النفل المطلق (بعد الفريضة صلاة الليل) لأنه وقت السكون والخشوع والخضوع مع ما فيه من البعد عن الرياء (رواه مسلم) ورواه الأربعة والدارمي أيضاً بلفظ أفضل الصلاة بعد المكتوبة الصلاة في جوف الليل، وأفضل الصيام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم ولا يخالفه حديث الترمذي والبيهقي في الشعب عن أنس مرفوعاً أفضل الصوم بعد رمضان شعبان لتعظيم رمضان لأن سبب الفضل مختلف، فالمحرم لكونه فاضلاً في ذاته، وشعبان لتعظيم غيره والله أعلم(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين،باب فضل قيام الليل أي التهجد فيه)

۲؎ حديث نمبر ۴۹۱۱،مسند عائشة، ج۸ص ۳۱۱،دار المأمون للتراث -دمشق.

قال المنذري:

رَوَاهُ أَبُو يعلى وَهُوَ غَرِيب وَإِسْنَاده حسن (الترغيب والترهيب، ج٢ص ٧٢، تحت حديث نمبر ١٥٤٠، كتاب الصوم الترغيب في الصوم مطلقا وما جاء في فضله وفضل دعاء الصائم)

وقال الهيثمي:

قلت :في الصحيح طرف منه .رواه أبو يعلى، وفيه مسلم بن خالد الزنجي، وفيه كلام، وقد وثق(مجمع الزوائد، ج٣ص ١٩٢،باب الصيام في شعبان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے، میں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! روزے رکھنے کے لئے آپ کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان کا مہینہ پسند ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس مہینے میں اس سال کے تمام وفات پانے والوں کا (فیصلہ) لکھ دیتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ جب میری اجل کا فیصلہ آئے تو میں روزہ سے ہوں (ترجمہ ختم)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور سند سے ہی مروی ہے کہ:

**كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ حَتّٰى يَصِلَهُ بِرَمَضَانَ، وَلَمْ يَكُنْ يَصُوْمُ شَهْرًا تَامًّا إِلَّا شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُهُ كُلَّهُ، فَقُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ شَعْبَانَ لَمِنْ أَحَبِّ الشُّهُوْرِ إِلَيْكَ أَنْ تَصُوْمَهُ؟ فَقَالَ :نَعَمْ يَا عَائِشَةُ، إِنَّهُ لَيْسَ نَفْسٌ تَمُوْتُ فِيْ سَنَةٍ إِلَّا كُتِبَ أَجَلُهَا فِيْ شَعْبَانَ، وَأُحِبُّ أَنْ يُكْتَبَ أَجَلِيْ وَأَنَا فِيْ عِبَادَةِ رَبِّيْ وَعَمَلٍ صَالِحٍ** (تاريخ بغداد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے، یہاں تک

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري:

روا ه أبو يعلى بإسناد حسن، وهو في الصحيح وغيره بغير هذا، السياق (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، كتاب الصوم، باب في صوم الاثنين والأربعاء والخميس والجمعة والشتاء)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے، اور اس میں مسلم بن خالد زنجی نہیں ہیں، اور نہ ہی سوید بن سعید۔

البتہ ان کی سندوں میں بھی ضعف پایا جاتا ہے، مگر یہ روایتیں آپس میں مل کر حسن درجے میں داخل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

لہٰذا مندرجہ بالا محدثین کے اس حدیث کو حسن قرار دینے کا فیصلہ درست معلوم ہوتا ہے، اور جن حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے، اُن سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ محمد رضوان۔

[1] ج۵ص ۲۰۳، حرف الميم من آباء الأحمدين، تحت ترجمة أحمد بن محمد بن حميد أبو جعفر المقرئ المخضوب، دارالكتب العلمية، بيروت.

Idara Ghufran

کہ اُن کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے، اور (رمضان کے علاوہ) کسی اور پورے مہینے کے روزے نہیں رکھتے تھے، سوائے شعبان کے، اس میں پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! روزے رکھنے کے لئے آپ کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان کا مہینہ پسند ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اے عائشہ! کوئی جاندار بھی ایسا نہیں جو اس سال فوت ہوتا ہو، مگر اُس کے (فوت ہونے کے) وقت کو شعبان کے مہینے میں لکھ دیا جاتا ہے، اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے (فوت ہونے کے) وقت کو اس حال میں لکھا جائے کہ میں اپنے رب کی عبادت اور نیک عمل (روزہ وغیرہ) میں مشغول ہوں (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن دوسری سندوں سے مروی روایات کے ساتھ مل کر یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہونے کا تحمّل وصلاحیت رکھتی ہے، واللہ اعلم۔ [1]

---

[1] چنانچہ اس حدیث کی سند یہ ہے:

أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق، حدثنا أبو الحسين عبد الصمد بن على بن محمد، حدثنا أحمد بن محمد بن حميد المقرء، حدثنا أبو بلال الأشعرى، حدثنا عامر بن سياف اليمامى، عن يحيى بن أبى كثير، عن أبى سلمة، عن عائشة أم المؤمنين

اور اس سند کے راویوں کا حال درجِ ذیل ہے:

(۱)...... ابن رزقويه محمد بن أحمد بن محمد البغدادى الإمام، المحدث المتقن، المعمر، شيخ بغداد، أبو الحسن محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رزق بن عبد الله بن يزيد البغدادى، البزاز ............ قال الخطيب :كان ثقة، صدوقا، كثير السماع والكتابة، حسن الاعتقاد، مديما للتلاوة، بقي يملى فى جامع المدينة من بعد ثمانين وثلاث مائة إلى قرب موته، وهو أول شيخ كتبت عنه، وذلک فى سنة ثلاث وأربع مائة بعد ما كف بصره .قال أبو القاسم الأزهرى :أرسل بعض الوزراء إلى أبى الحسن بن رزقويه بمال، فرده تورعا .وكان ابن رزقويه يذكر أنه درس الفقه للشافعي. قال الخطيب :سمعته يقول :والله ما أحب الحياة إلا للذكر وللتحديث، وسمعت البرقانى يوثق ابن رزقويه مات سنة اثنتى عشرة وأربع مائة (سير اعلام النبلاء، جزء۱۷، صفحه ۲۵۸)

(۲)...... الطستى عبد الصمد بن على بن محمد المحدث، الثقة، المسند، أبو الحسين عبد الصمد بن على بن محمد بن مكرم البغدادى، الطستى ، الوكيل . سمع :أحمد بن عبيد الله النرسى، وأبا بكر بن أبى الدنيا، ودبيس بن سلام القصبانى ، وحامد بن سهل، وإبراهيم الحربى، وطبقتهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور سند سے ہی مروی ہے کہ:

**كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى أَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وله جزء ان مرويان للسلفى، وقع لنا أحدهما بالاتصال. حدث عنه :أبو الحسن بن رزقويه، وأبو الحسين بن بشران، وعلى بن داود الرزاز، وأبو على بن شاذان . وعاش ثمانين سنة. توفى فى شعبان سنة ست وأربعين وثلاث مائة (سير اعلام النبلاء، جزء۱۵، صفحه ۵۵۶)

(۳)...... أحمد بن محمد بن حميد، أبو جعفر المقرء المخضوب . حدث عن يحيى بن هاشم السمسار، وعاصم بن على، وأبى بلال الأشعرى. روى عنه عبد الصمد بن على الطستى، وعبد الباقى بن قانع، وكان يسكن باب المحول. وذكره أبو الحسن الدارقطنى فقال :ليس بالقوى (تاريخ بغداد، ج۵ص۲۰۳، حرف الميم من آباء الأحمدين، تحت ترجمة أحمد بن محمد بن حميد أبو جعفر المقرء المخضوب)

(۴)...... أبو بلال الأشعرى: الإمام، المحدث، أحد علماء الكوفة. حدث عن :مالك بن أنس، وأبى بكر النهشلى، والقاسم بن معن، وعاصم بن محمد العمرى، وقيس بن الربيع، ويحيى بن العلاء ، وشريك القاضى، وطبقتهم .حدث عنه :أبو حازم أحمد بن أبى غرزة، وبشر بن موسى، وأحمد بن يوسف التغلبى، ومحمد بن عبدك القزاز، وأبو بكر بن أبى الدنيا، وأحمد بن محمد بن حميد البغدادى، وأبو جعفر مطين، ومحمد بن عثمان بن أبى شيبة، وخلق كثير .لينه :الدارقطنى وقال أبو حاتم :سألته عن اسمه، فقال :هو كنيتى. وقال أبو أحمد الحاكم :أبو بلال اسمه مرداس بن محمد بن الحارث بن عبد الله بن أبى بردة ابن صاحب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أبى موسى الأشعرى .ويقال :اسمه :محمد بن محمد .وقيل :اسمه :عبد الله، وقوله هو أصح. وأظنه مات :قبل الثلاثين ومائتين، وكان من أبناء التسعين (سير اعلام النبلاء، جزء۱۰ ص۵۸۲، ۵۸۳)

(۵)...... "ق د -عامر "بن عبد الله روى عن الحسن بن ذكوان وعنه رواد بن الجراح قلت أظنه عامر بن عبد الله بن يساف 1اليمامى وينسب إلى جده وهو بها أشهر روى عن سعيد بن أبى عروبة والحسن بن ذكوان والنضر بن عبيد وغيرهم وعنه سرى بن الوليد ومحمد بن الحسن التل وغيرهما قال أبو داود ليس به بأس رجل صالح وقال العجلى يكتب حديثه وفيه ضعف وقال الدورى عن ابن معين ليس بشىء وقال البرقى عن ابن معين ثقة وقال ابن عدى منكر الحديث عن الثقات ومع ضعفه يكتب حديثه (تهذيب التهذيب، جزء۵، صفحه ۷۶)

(۶)...... يحيى ابن أبى كثير الطائى مولاهم أبو نصر اليمامى ثقة ثبت لكنه يدلس ويرسل من الخامسة مات سنة اثنتين وثلاثين وقيل قبل ذلك (تقريب التهذيب، جزء ۱، صفحه ۵۹۶)

(۷)...... أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف الزهرى: ابن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زهرة بن كلاب بن مرة بن كعب القرشى، الزهرى، الحافظ، أحد الأعلام بالمدينة .قيل :اسمه عبد الله.وقيل :إسماعيل. (سير اعلام النبلاء، جزء۴ صفحه ۲۸۷)

أَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَكَانَ أَكْثَرُ صِيَامِهٖ فِيْ شَعْبَانَ قَالَتْ وَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّهٗ يُكْتَبُ فِيْهِ لِمَلَكِ الْمَوْتِ مَنْ يُّقْبَضُ فَأَنَا أُحِبُّ أَلَّا يُنْسَخَ اِسْمِيْ اِلَّا وَاَنَا صَائِمٌ (أمالي المحاملي) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی لگاتار نفلی) روزے رکھتے رہتے تھے، یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ اب روزہ نہیں چھوڑیں گے، اور کبھی روزے نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ اب (نفلی) روزے نہیں رکھیں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نفلی) روزے اکثر شعبان کے مہینے میں ہوتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اس مہینے میں ملکُ الموت کو اُن لوگوں کا نام لکھ کر حوالے کردیا جاتا ہے، جن کی روح قبض کی جائے گی، پس میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے نام کا فیصلہ نہ کیا جائے، مگر اس حال میں کہ میں روزے سے ہوں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۳ھ) سے مرسلاً مروی ہے کہ:

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ ، وَذَالِكَ أَنَّهٗ تُنْسَخُ فِيْهِ آجَالُ مَنْ يَّمُوْتُ فِي السَّنَةِ (المصنف لابن ابی شیبة، حدیث نمبر ۹۸۵۷، کتاب الصیام، باب ماقالوا فی صیام شعبان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے علاوہ) شعبان کے مہینے میں جتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے، اتنے کسی اور مہینے میں نہیں رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ

---

[1] روایة :ابن مهدی الفارسی،حدیث نمبر ۱۱۴،دارالنوادر، دمشق، تاریخ بغداد، جزء۵، صفحه ۱۶۴، حرف الألف من آباء العليين، تحت ترجمة على بن أحمد بن عبد الله بن عمر، أبو الحسن الجوار بی الواسطی.

وفيه إسماعيل بن قيس بن سعد بن زيد بن ثابت الأنصارى أبو مصعب عن أبى حازم ويحيى بن سعيد الأنصارى قال البخارى والدارقطنى منكر الحديث وقال النسائى وغيره ضعيف (كذا فى لسان الميزان، جزء ۱، صفحه ۴۲۹)

قلتُ: وهو مؤيد بالروايات الاخرىٰ، كمامر. فلانكارة فيه.

تھی کہ اس (شعبان کے) مہینے میں سال بھر میں فوت ہونے والے لوگوں کی وفات کا فیصلہ کیا جاتا ہے(ترجمہ ختم)

اورحضرت عثمان بن محمد بن مغیرہ بن اخنس رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تُقْطَعُ الْآجَالُ مِنْ شَعْبَانَ اِلٰی شَعْبَانَ حَتّٰی اَنَّ الرَّجُلَ لَیَنْکِحُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَقَدْ خَرَجَ اسْمُہٗ فِی الْمَوْتٰی** (تفسیر الطبری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مخلوق کی) عمروں کا ایک شعبان سے دوسرے شعبان (کے مہینے) تک فیصلہ کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایک آدمی نکاح کرتا ہے، اور اس کی اولاد پیدا ہوتی ہے، حالانکہ اس کا نام مُردوں کی فہرست میں داخل ہو چکا ہوتا ہے(ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات میں وفات پانے والوں کے فیصلہ کا شعبان کے مہینے میں ہونے کا ذکر ہے۔

البتہ بعض روایات میں نصف شعبان میں وفات پانے والوں کے فیصلے ہونے کا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک لمبی روایت میں ہے کہ:

**ھَلْ تَدْرِیْنَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ؟ قَالَتْ :مَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَقَالَ :فِیْھَا أَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ مِنْ مَوْلُوْدِ بَنِیْ آدَمَ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَۃِ، وَفِیْھَا أَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ ھَالِکٍ مِنْ بَنِیْ آدَمَ فِیْ ھٰذِہِ السَّنَۃِ، وَفِیْھَا تُرْفَعُ أَعْمَالُھُمْ، وَفِیْھَا تَنْزِلُ أَرْزَاقُھُمْ** (الدعوات الکبیر للبیھقی) [2]

---

[1] تحت سورة الدخان، آیت ۱، واللفظ لہٗ؛ اَلْمَجَالِسُ الْعَشَرَۃُ الْأَمَالِی، لِلْحَافِظِ اَلْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْخَلَّالِ، حدیث نمبر ۵، مرفوعاً،مرسلاً،؛ شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵۵۸، موقوفاً علیٰ عثمان.

[2] حدیث نمبر ۵۳۰،باب القول والدعاء لیلة البراء ة،غراس للنشر والتوزیع -الکویت؛ فضائل الاوقات للبیھقی، حدیث نمبر ۲۸.

وفیہ النضر بن کثیر،قال ابن حجر:

النضر بن کثیر السعدی أبو سھل البصری العابد ضعیف من الثامنة د س (تقریب التھذیب ج ۱ ص ۵۶۲)

قلت: ولہٗ شاھد کما مر وسیأتی.

IdaraGhufran

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ!) کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس (شعبان کی پندرہویں) رات میں کیا ہوتا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے بھی بنی آدم پیدا ہونے والے ہیں، وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے بنی آدم اس سال میں فوت ہونے والے ہیں، وہ بھی لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اس رات میں لوگوں کا مقررہ رزق اُترتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت راشد بن سعد رحمہ اللہ سے مرسلاً مروی ہے کہ:

**أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى يَطَّلِعُ إِلٰى عِبَادِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ؛ فَيَغْفِرُ لِخَلْقِهِ كُلِّهِمْ ؛ إِلَّا الْمُشْرِکَ وَالْمُشَاحِنَ ، وَفِيْهَا يُوْحِيَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى إِلٰى مَلَکِ الْمَوْتِ لِقَبْضِ كُلِّ نَفْسٍ يُرِيْدُ قَبْضَهَا فِيْ تِلْکَ السَّنَةِ** (المجالسة وجواهر العلم) [1]

---

[1] لابى بكر أحمد بن مروان الدينورى المالكى المتوفى :۳۳۳هـ، حديث نمبر ۹۴۴، دار ابن حزم بيروت -لبنان.

و مع ارساله فيه ابوبكر بن ابى مريم ،قال الذهبى:

ابن أبى مريم أبو بكر بن عبد الله الغسانى (د، ت، ق)الإمام، المحدث، القدوة، الربانى، أبو بكر بن عبد الله بن أبى مريم الغسانى، الحمصى، شيخ أهل حمص .ولد: فى دولة عبد الملک، وفى حياة أبى أمامة......قال أبو اليمان :اسمه :بكر، والظاهر أن اسمه كنيته .ضعفه :أحمد بن حنبل، وغيره، من قبل حفظه .وقال أبو إسحاق الجوزجانى :هو متماسک .وقال ابن عدى :أحاديثه صالحة، ولا يحتج به .قال ابن حبان :هو ردىء الحفظ، يحدث بالشىء ، ويهم ويفحش، حتى استحق الترک، ولم أسمع أحدا من أصحابنا يذكر له اسما .قال يزيد بن هارون :كان من العباد المجتهدين.وقال بقية :قال لنا رجل فى قرية أبى بكر بن أبى مريم -وهى كثيرة الزيتون :-ما فى هذه القرية من شجرة إلا وقد قام أبو بكر إليها ليلته جمعاء .وقيل :كان فى خديه أثر من الدموع -رحمة الله عليه .-قال يزيد بن عبد ربه :توفى سنة ست وخمسين ومائة.يقع من عواليه فى (جزء ابن عرفة)، و(معجم الطبرانى)، ولا يبلغ حديثه رتبة الحسن(سير اعلام النبلاء ج۷ص ۶۴، ۶۵ ملخصاً)

و للحديث شاهد، كما مر فإذا ضم إلى الحديث السابق صار الحديث متحملا للتحسين.محمد رضوان.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں اپنے بندوں کی طرف (رحمت کے ساتھ) متوجہ ہوتے ہیں، پھر اپنی سب مخلوق کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور بُغض رکھنے والے کے، اوراس رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ ملکُ الموت کی طرف ہراُس جاندار کی روح قبض کرنے کی وحی فرماتے ہیں، جن کے فوت ہونے کا اس سال میں اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور جلیلُ القدر مُحدِّث حضرت قاسم بن سعید سے مرسلاً مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَطَّلِعُ عَلٰى عِبَادِهٖ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِخَلْقِهٖ كُلِّهِمْ غَيْرَ الْمُشْرِكِ وَالْمُشَاحِنِ وَفِيْهَا يُوْحِي اللّٰهُ إِلٰى مَلَكِ الْمَوْتِ يَقْبِضُ كُلَّ نَفْسٍ يُرِيْدُ قَبْضَهَا فِيْ تِلْكَ السَّنَةِ (طبقات الشافعية الكبرى) [1]

---

[1] للإمام تاج الدين بن على بن عبد الكافى السبكى، الطبقة السادسة فيمن توفى بين الستمائة والسبعمائة، ج۸ص۶۸.

وفيه ايضاً ابوبكر بن ابى مريم ،وقد مرحالهٔ.والقاسم بن سعيد غالبا والله اعلم، هو القاسم بن سعيد بن شريح ، اخو معاوية بن سعيد بن شريح .

القاسم بن سعيد بن شريح بن عذرة يعرف بالتجوبى التجيبى مولاهم المصرى كان أحد الخطباء البلغاء من أهل مصر وله فيهم ذكر ووفد على مروان بن محمد روى عنه إسحاق بن الفرات كتب إلى أبو محمد حمزة بن العباس بن على وأبو الفضل أحمد بن محمد بن الحسن وحدثنى أبو بكر اللفتوانى عنهما قالا أنبأنا أبو بكر الباطرقانى أنبأنا أبو عبد الله ابن مندة قال قال لنا أبو سعيد بن يونس القاسم بن سعيد بن شريح بن عذرة مولى تجيب هو أخو معاوية بن سعيد روى عنه إسحاق بن الفرات وله وفادة على مروان بن محمد فأعجبه وكان خطيبابليغا فجعله يجيب الخطباء فى الآفاق ولولده بقية بأفواقرية عند الحواب من صعيد مصر قرأت على أبى محمد السلمى عن أبى نصر بن ماكولا قال أما التجوبى أوله تاء معجمة باثنتين من فوقها وبعدها جيم وبعد الواو باء معجمة بواحدة ثم ياء فهو معاوية بن سعيد بن شريح بن عذرة مولى بنى فهم بن تجيب مصرى كان هو وأخوه القاسم يكتبان فى ديوان الجند بمصر وأخوه قاسم بن سعيد روى عنه إسحاق بن الفرات وله وفادة على مروان بن محمد وكان خطيبا بليغا(تاريخ دمشق ، ج۴۹ص۵۷)

أما التجوبى أوله تاء معجمة باثنتين من فوقها وبعدها جيم وبعد الواو باء معجمة بواحدة ثم ياء فهو معاوية بن سعيد بن شريح بن عذرة مولى بنى فهم من تجيب مصرى عزيز الحديث، كان هو وأخوه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں اپنے بندوں کی طرف (رحمت کے ساتھ) متوجہ ہوتے ہیں، پھر اپنی سب مخلوق کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور بُغض رکھنے والے کے، اور اس رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ ملکُ الموت کی طرف ہر اُس جاندار کی روح قبض کرنے کی وحی فرماتے ہیں، جن کے فوت ہونے کا اس سال میں اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اسی قسم کا مضمون حضرت عطاء بن یسار (المتوفیٰ ۱۰۳ھ) رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔ [1]

ان روایتوں کی سندوں میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن چونکہ بعض احادیث وروایات میں اس قسم کے فیصلے شعبان کے مہینے میں ہونے کا ذکر ہے، اور بعض روایات میں شعبان کی پندرہویں رات میں ہونے کا ذکر ہے، اور شعبان کی پندرہویں رات بھی شعبان کے مہینے کا حصہ ہے، اس لیے وہ احادیث جن میں پندرہ شعبان کی تخصیص نہیں، ایک حیثیت سے اُن احادیث کی مؤید ہوسکتی ہیں، جن میں ان فیصلوں کے ہونے کے بارے میں شعبان کی پندرہویں رات کا ذکر کیا گیا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ جن احادیث میں شعبان کے مہینے کا ذکر کیا گیا، وہ عام ہیں، اور جن میں پندرہویں شعبان کا ذکر کیا گیا، وہ خاص ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پس ممکن ہے کہ شعبان کے مہینے والی روایات سے مراد شعبان کی پندرہویں رات ہی ہو، کیونکہ اس رات کے عظیمُ الشان فضائل احادیث وروایات میں آئے ہیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

القاسم يكتبان فى ديوان الجند بمصر، يروى عن أبى قبيل المعافرى وعبد الله بن مسلم بن مخراق وغيرهما من التابعين، روى عنه حيوة بن شريح ويحيى بن أيوب ونافع بن يزيد وموسى بن سلمة بن أبى مريم ورشدين بن سعد وبقية بن الوليد وغيرهم وأخوه قاسم بن سعيد روى عنه إسحاق بن الفرات، وله وفادة على مروان بن محمد، وكان خطيباً بليغاً(الاكمال فى رفع الارتياب، ج ۱ ص ۱۰۴ ،باب التجوبى والنحوى والبحرى)

[1] عبد الرزاق،عن ابن عيينة، عن مسعر، عن رجل، عن عطاء بن يسار قال :تنسخ فى النصف من شعبان الآجال، حتى إن الرجل ليخرج مسافرا، وقد نسخ من الأحياء إلى الأموات، ويتزوج وقد نسخ من الأحياء إلى الأموات(مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۷۹۲۵)

قلت: وفيه رجل لم يسم كما عرفت.

اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شعبان کے پورے یا اکثر دِنوں کے روزے رکھنے میں یہ مصلحت کارفرما ہوسکتی ہے، کہ اس رات کا شعبان کے مہینے سے تعلق ہے، لہٰذا پورے مہینے میں ہی نیک اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اور شعبان کے مہینے میں اعمال اُٹھائے جانے کے بارے میں بھی یہ کہنا ممکن ہے کہ اس رات میں ہی اعمال اُٹھائے جاتے ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مگر یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جن چیزوں کے شعبان یا اس کی پندرہویں رات میں لکھے جانے کا گزشتہ بعض روایات میں ذکر کیا گیا ہے، یہ چیزیں تو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہیں، پھر اس مہینے یا اس رات میں ان چیزوں کے لکھے جانے کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب اہلِ علم نے یہ دیا ہے کہ اس مہینے یا رات میں لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی چیزوں کی فہرست لوحِ محفوظ سے علیٰحدہ کر کے ان فرشتوں کے سپرد کر دی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔

اور ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ شعبان یا اس کی پندرہویں رات میں جن امور کی انجام دہی کا بعض روایات میں ذکر کیا گیا ہے وہ تو شبِ قدر میں انجام دیئے جاتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ:

”فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ“ (سورۃ دخان)

”اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے“

جمہور مفسرین کے نزدیک اس رات سے شبِ قدر مراد ہے۔

اور کئی صحیح احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کام لیلۃ القدر میں انجام دیئے جاتے ہیں اور لیلۃ القدر رمضان میں ہوتی ہے۔

لہٰذا شعبان میں ان کاموں کے انجام دیئے جانے کا کیا مطلب؟

تو اہلِ علم حضرات نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں، مثلاً ممکن ہے کہ لیلۃ القدر میں ان کاموں کو تفصیلی انداز میں انجام دیا جاتا ہو اور شعبان میں اجمالی انداز میں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فیصلے تو شعبان میں ہوتے ہوں اور فرشتوں کو شبِ قدر میں سپرد کئے جاتے

ہوں۔

اس کے علاوہ یہ بھی احتمال ہے کہ شعبان میں ان کاموں کی انجام دہی کا باقاعدہ فیصلہ ہوتا ہو جو کام شبِ قدر تک انجام پاتے ہیں۔

یا ایک وقت میں دنیاوی کاموں کے متعلق فیصلے ہوتے ہوں اور دوسرے وقت میں آخرت کے کاموں کے متعلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال وعلمہٗ اتم واحکم۔ ۱؎

---

۱؎ وإذا ثبت أن هذا النزول ليلة القدر ثبت أن الليلة التى يفرق فيها كل أمر حكيم فى الآية هى ليلة القدر لا ليلة النصف من شعبان، ولا نزاع فى أن ليلة نصف شعبان يقع فيها فرق، كما صرح به الحديث، وإنما النزاع فى أنها المرادة من الآية، والصواب أنها ليست مرادة منها، وحينئذ يستفاد من الحديث والآية وقوع ذلك الفرق فى كل من الليلتين إعلاما بمزيد شرفهما اهـ.
ويحتمل أن يقع الفرق فى ليلة النصف ما يصدر إلى ليلة القدر، ويحتمل أن يكون الفرق فى إحداهما إجمالا، وفى الأخرى تفصيلا، أو تخص إحداهما بالأمور الدنيوية، والأخرى بالأمور الأخروية، وغير ذلك من الاحتمالات العقلية(مرقاة، ج۳ص ۹۷۴، كتاب الصلاة ، باب قيام شهر رمضان)
(وعن أبى هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-تعرض الأعمال) أى على الملك المتعال (يوم الاثنين والخميس) بالجر (فأحب أن يعرض عملى وأنا صائم) أى طلبا لزيادة رفعة الدرجة، قال ابن الملك :وهذا لا ينافى قوله -عليه الصلاة والسلام " :-يرفع عمل الليل قبل عمل النهار وعمل النهار قبل عمل الليل "للفرق بين الرفع والعرض لأن الأعمال تجمع فى الأسبوع وتعرض فى هذين اليومين (رواه الترمذى) وقد حسنه، وفى حديث مسلم " :تعرض أعمال الناس فى كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل مؤمن إلا عبدا بينه وبين أخيه شحناء ، فيقال :انظروا هذين حتى يصطلحا "قال ابن حجر :ولا ينافى هذا رفعها فى شعبان، فقال " :إنه شهر ترفع فيه الأعمال وأحب أن يرفع عملى وأنا صائم "لجواز رفع أعمال الأسبوع مفصلة وأعمال العام مجملة، قلت :وفيه إيماء إلى أن شعبان آخر السنة وأن أولها رمضان عند الله باعتبار الآخرة كما قدمناه فى حديث تزخرف الجنة لرمضان من أول الحول، والذى يلوح لى الآن أن ليلة النصف هى التى تعرض فيها أعمال السنة الماضية كما أنها تكتب فيها جميع ما يقع فى السنة الآتية(مرقاة ج۲ص ۱۴۲۲ ، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)
وعن ابن عباس رضى الله عنهما :أن الله تعالى يقضى الأقضية فى ليلة نصف شعبان ، ويسلمها إلى أربابها فى ليلة القدر ، وهذا يصلح أن يكون جمعاً بين القولين فى قوله تعالى :(فيها يفرق كل أمر حكيم) فإنه قيل فيها :إنها ليلة النصف من شعبان وقيل :ليلة القدر وحينئذ لا خلاف(تفسير السراج المنير، للشربينى، تحت آيت ۴ من سور الدخان)
قال ابن عباس :يكتب فى أم الكتاب فى ليلة القدر ما هو كائن فى السنة من الخير ,والشر ,

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی وجہ

گزشتہ تفصیل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہِ شعبان میں کثرت سے نفلی روزے رکھنا معلوم ہو چکا۔

اور ماہِ شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ نفلی روزے رکھنے کے کئی سبب اور کئی حکمتیں ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جن کی طرف بعض حدیثوں میں بھی اشارہ ملتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأرزاق ,والآجال حتى الحُجّاج يقال :يَحُجُّ فلانٌ ويَحُجُّ فلان .وقال الحسن ومجاهد وقتادة : يُبْرَمُ في ليلة القدر في شهر رمضان كل أجل ,وعمل ,وخلق ,ورزق ,وما يكون في تلك السنة.
وقال عكرمة :هي ليلة النصف من شعبان يقوم فيها أمر السنة ,وتنسخُ الأحياء من الأموات ,فلا يزاد فيهم ,ولا ينقص منه أحد .قال-عليه الصلاة والسلام- " :تُقْطَع الآجَالُ مِنْ شَعْبَانَ إلَى شَعْبَانَ حَتّى إنّ الرّجُلَ لَيَنْكِحُ ,ويُولدُ لَهُ ,ولَقَدْ أُخْرِجَ اسْمُهُ في المَوْتَى "وعن ابن عباس-(رضى الله عنهما) -إن الله يقضي الأقضية في ليلة النصف من شعبان ,ويسلمها إلى أربابها في ليلة القدر وروى أن الله تعالى أنزل كل القرآن من اللوح المحفوظ في ليلة البراء ة ,ووقع الفراغ في ليلة القدر ,وتدفع نسخة الأرزاق إلى ميكائيل ,ونسخة الحروف إلى جبريل ,وكذلك الزّلازِل , والصواعق ,الخسف ,ونَسخَة الأعمال إلى إسرافيل صابح سماء الدنيا ,وهو ملك عظيم , ونسخة المصائب إلى ملك الموت(تفسير للباب ، تحت آيت ۴ من سورة الدخان،لأبي حفص عمر بن علي ابن عادل الدمشقي الحنبلي )
وقيل :يبدآن في استنساخ كل أمر حكيم من اللوح المحفوظ في ليلة البراء ة ويقع الفراغ في ليلة القدر فتدفع نسخة الأرزاق إلى ميكائيل عليه السلام ونسخة الحروب إلى جبرائيل عليه السلام وكذلك الزلازل والصواعق والخسف ونسخة الأعمال إلى إسماعيل عليه السلام صاحب سماء الدنيا وهو ملك عظيم ونسخة المصائب إلى ملك الموت.
وروى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما تقضى الأقضية كلها ليلة النصف من شعبان وتسلم إلى أربابها ليلة السابع والعشرين من شهر رمضان .واعترض بما ذكر على الاستدلال بالظواهر على أن الليلة المذكورة هي ليلة القدر لاليلة النصف من شعبان ومن تدبر علم أنه لا يخدش الظواهر، نعم حكى عن عكرمة أن ليلة النصف من شعبان هي ليلة القدر ويلزمه تأويل ما يأبى ظاهره ذلك فتدبر، وسيأتي إن شاء الله عز وجل الكلام في هذا المقام مستوفى على أتم وجه في تفسير سورة القدر وهو سبحانه الموفق(روح المعاني تحت آيت ۴ من سورة الدخان)
هاهنا ثلاثة أشياء الأول نفس تقدير الأمور أي تعيين مقاديرها وأوقاتها، وذلك في الأزل، والثاني إظهار تلك المقادير للملائكة عليهم السلام بأن تكتب في اللوح المحفوظ وذلك في ليلة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مثلاً اس مہینہ میں شعبان کی پندرہویں رات اور اس کے فضائل کا پایا جانا (جیسا کہ آنے والی احادیث سے معلوم ہوگا)

اور اس مہینے میں بارگاہِ الٰہی میں بندوں کے اعمال کی پیشی کا ہونا اور پورے سال میں مرنے والوں کا فیصلہ ہونا۔

اس کے علاوہ رمضان کا احترام اور تعظیم اور اس کی تیاری اور رمضان کا قرب اور اس کے خاص انوار وبرکات سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ اور اس کا استقبال بہتر طریقہ پر ہونا بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النصف من شعبان، والثالث إثبات تلك المقادير في نسخ وتسليمها إلى أربابها من المدبرات فتدفع نسخة الأرزاق والنباتات والأمطار إلى ميكائيل عليه السلام ونسخة الحروب والرياح والجنود والزلازل والصواعق والخسف إلى جبريل عليه السلام، ونسخة الأعمال إلى إسرافيل عليه السلام، ونسخة المصائب إلى ملك الموت وذلك في ليلة القدر .وقيل يقدر في ليلة النصف الآجال والأرزاق، وفي ليلة القدر الأمور التي فيها الخير والبركة والسلامة .وقيل :يقدر في هذه ما يتعلق به إعزاز الدين وما فيه النفع العظيم للمسلمين وفي ليلة النصف يكتب أسماء من يموت ويسلم إلى ملك الموت والله تعالى أعلم بحقيقة الحال(روح المعاني تحت سورة القدر)

قيل :أليس أنه قد روى أنه تقسم الآجال والأرزاق ليلة النصف من شعبان ، والآن تقولون :إن ذلك يكون ليلة القدر؟ قلنا :عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال :إن الله يقدر المقادير في ليلة البراء ة ، فإذا كان ليلة القدر يسلمها إلى أربابها وقيل :يقدر ليلة البراء ة الآجال والأرزاق ، وليلة القدر يقدر الأمور التي فيها الخير والبركة والسلامة ، وقيل :يقدر في ليلة القدر ما يتعلق به إعزاز الدين ، وما فيه النفع العظيم للمسلمين ، وأما ليلة البراء ة فيكتب فيها أسماء من يموت ويسلم إلى ملك الموت(تفسير مفاتيح الغيب،لفخر الدين الرازي،تحت سورة اُلْقَدْرِ)

وقال عكرمة تقدير المقادير وإبرام الأمور في ليلة النصف من الشعبان فيها ينسخ الاحياء من الأموات فلا يزداد فيهم ولا ينقص منهم ويؤيده ما رواه البغوى ان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال يقطع الآجال من شعبان الى شعبان حتى ان الرجل لينكح ويولد له ولقد خرج اسمه في الموتى قلت لعل تقدير المقادير بنحو من الانجاء او بعضها في ليلة النصف من شعبان وتقديرها كلها وتسليمها الى أربابها انما هو في ليلة القدر قال الله تعالى فِيها يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ قال ابن عباس يكتب من أم الكتاب في ليلة القدر ما هو كاين في السنة من الخير والشر والأرزاق والآجال حتى الحاج يقال يحج فلان وفلان وروى ابو الضحى عن ابن عباس ان الله يقضى الا قضية ليلة النصف من شعبان ويسلمها الى أربابها في ليلة القدر كذا ذكر البغوى (التفسير المظهرى،تحت سورة القدر)

شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے رکھنے کا قوی سبب ہے۔ [۱]

اور اس صورت میں (یعنی رمضان کی تعظیم اور اس کے تعلق کی وجہ سے شعبان میں نفلی روزوں کی کثرت کرنے میں ) شعبان کے ان روزوں کی وہی نسبت اور برکت ہوگی جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل اور سنتوں کو فرضوں سے ہوتی ہے۔ [۲]

مذکورہ احادیث وروایات کے پیشِ نظر کئی فقہائے کرام نے شعبان کے مہینے میں نفل روزوں کو سنت ومستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

اَلْمَرْغُوْبَاتُ مِنَ الصِّیَامِ اَنْوَاعٌ اَوَّلُهَا صَوْمُ الْمُحَرَّمِ وَالثَّانِیُ صَوْمُ رَجَبَ

---

[۱] یہاں ایک شبہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے بعد نفل روزوں میں افضل درجہ محرم کے روزہ کا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے بجائے شعبان کے مہینے میں نفل روزوں کی کثرت کا کیوں اہتمام فرمایا؟ اس کا جواب محدثین نے یہ دیا ہے کہ شاید آپ کو محرم میں بعض عوارض مثلاً سفر، بیماری وغیرہ کی وجہ سے زیادہ روزے رکھنے کا موقع نہ ملا ہو۔ یا آپ کو محرم کے روزوں کی اس درجہ فضیلت کا علم آخری حیات میں دیا گیا ہو (اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہو) واللہ تعالیٰ اعلم۔

لعله كان يعرض له فيه (اى فى المحرم )اعذار من سفراومرض اوغير ذلك اولعله لم يعلم بفضل المحرم الافى آخر عمره قبل التمكن منه(عمدة القارى ج ۱۱ ص ۸۴، كتاب الصيام، باب صوم شعبان)

وفى الحديث دليل على فضل الصوم فى شعبان وأجاب النووى عن كونه لم يكثر من الصوم فى المحرم مع قوله إن أفضل الصيام ما يقع فيه بأنه يحتمل أن يكون ما علم ذلك إلا فى آخر عمره فلم يتمكن من كثرة الصوم فى المحرم أو اتفق له فيه من الأعذار بالسفر والمرض مثلا ما منعه من كثرة الصوم فيه(فتح البارى لابن حجر، ج۴ص ۲۱۵،كتاب الصوم ،قوله باب صوم شعبان)

[۲] منزلته (اى صوم شعبان )منه (اى من الرمضان )منزلة الرواتب من الفرائض (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۵۰۳۷، ج ۴ و ۲۰۵،حرف الصاد)

واختلف العلماء ـ رحمهم الله ـ أيهما أفضل صوم شهر المحرم، أم صوم شهر شعبان؟فقال بعض العلماء :شهر شعبان أفضل؛ لأن النبى كان يصومه، إلا قليلاً منه ولم يحفظ عنه أنه كان يصوم شهر المحرم؛ لكنه حث على صيامه بقوله :إنه أفضل الصيام بعد رمضان .قالوا :ولأن صوم شعبان ينزل منزلة الراتبة قبل الفريضة وصوم المحرم ينزل منزلة النفل المطلق، ومنزلة الراتبة أفضل من منزلة النفل المطلق، وعلى كل فهذان الشهران يسن صومهما، إلا أن شعبان لا يكمله(الشرح الممتع على زاد المستقنع، لمحمد بن صالح بن محمد العثيمين،كتاب الصيام، باب صوم التطوع، وشهر المحرم)

Idara Ghufran

وَالثَّالِثُ صُوْمُ شَعْبَانَ وَصَوْمُ عَاشُوْرَآءَ (هنديه ج ۱ ص ۲۰۲ کتاب الصوم، قبيل الباب الرابع) [1]

ترجمہ: اور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں اول محرم کے روزے، دوسرے رجب کے روزے، اور تیسرے شعبان کا روزہ اور عاشوراء کے دن کا روزہ (ترجمہ ختم)

اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْمَسْنُوْنِ صَوْمُ شَعْبَانَ (المجموع شرح المهذب، ج۶ ص ۳۸۶، کتاب الصيام، مسائل تتعلق بكتاب الصيام)

ترجمہ: اور شعبان (کے مہینہ) کا روزہ بھی مسنون روزوں میں سے ہے (ترجمہ ختم)

بہرحال گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ شعبان کا مہینہ بابرکت مہینہ ہے، اور اس میں نیک اعمال کی خاص فضیلت ہے، اور اس مہینے میں حسبِ حیثیت کثرت سے نفلی روزے رکھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

اور جہاں تک شعبان کے مہینے اور اس میں روزوں کی فضیلت سے متعلق بعض احادیث وروایات کی سند میں ضعف ہونے کا تعلق ہے۔

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو راجح قول کے مطابق فضائلِ اعمال کے سلسلہ میں ضعیف حدیث بھی بعض شرائط کے ساتھ قابلِ قبول ہوتی ہے۔

دوسرے جب کسی مضمون سے متعلق مختلف سندوں سے روایات مروی ہوں، تو وہ ایک دوسرے سے مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں، اور حسن درجے میں داخل ہوجاتی ہیں، بشرطیکہ وہ شدید ضعیف نہ ہوں (جس کی تفصیل آگے پندرہ شعبان کی رات کی فضیلت کے ضمن میں آتی ہے)

پس شعبان اور اس میں نیک اعمال اور اس میں نفلی روزوں کی فضیلت کا انکار درست نہیں، بالخصوص جبکہ مختلف سندوں سے مرویات کی وجہ سے ان کے حسن ہونے کا امکان بھی غالب ہے۔

---

[1] وفي الظهيرية: المرغوبات من الصيام انواع اولها صوم المحرم والثاني صوم رجب، والثالث صوم شعبان الخ (فتاویٰ تاتارخانيه ج ۲ ص ۳۸۸، الفصل الثامن من كتاب الصوم)

اقول: فيه ثبوت صوم شعبان لايوم نصف من شعبان، كما فهم بعض الناس، فافهم وتدبر. محمد رضوان.

# پندرہ شعبان کے بعد اور شعبان کے آخر میں روزہ رکھنے کا حکم

بعض روایتوں میں ایک تو پندرہ شعبان کے بعد اور دوسرے شعبان کے آخر میں یعنی رمضان شروع ہونے سے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔

ان دونوں مسئلوں کی بالترتیب کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :إِذَا بَقِیَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوْا** (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کا آدھا مہینہ باقی رہ جائے تو تم روزہ نہ رکھو (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَکُفُّوْا عَنِ الصَّوْمِ** (السنن الکبریٰ للنسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کا آدھا مہینہ ہو جائے، تو تم روزہ رکھنے سے رُک جاؤ (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۷۳۸، أَبْوَابُ الصَّوْمِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الصَّوْمِ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي مِنْ شَعْبَانَ لِحَالِ رَمَضَانَ،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر.

قال الترمذی:

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ ، " وَمَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ :أَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ مُفْطِرًا، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ شَعْبَانَ شَيْءٌ أَخَذَ فِي الصَّوْمِ لِحَالِ شَهْرِ رَمَضَانَ "وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُشْبِهُ قَوْلَهُمْ، حَيْثُ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَقَدَّمُوا شَهْرَ رَمَضَانَ بِصِيَامٍ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ وَقَدْ دَلَّ فِي هَذَا الحَدِيثِ أَنَّمَا الكَرَاهِيَةُ عَلَى مَنْ يَتَعَمَّدُ الصِّيَامَ لِحَالِ رَمَضَانَ.

[2] حدیث نمبر ۲۹۲۳، كِتَابُ الصِّيَامِ، باب صِيَام شَعْبَانَ، مؤسسة الرسالة، بيروت.

Idara Ghufran

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا کَانَ النِّصْفُ مِنْ شَعْبَانَ ، فَأَمْسِکُوْا حَتّٰی یَکُوْنَ رَمَضَانُ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کا آدھا مہینہ ہوجائے، تو تم روزہ رکھنے سے رُک جاؤ، یہاں تک کہ رمضان (کا مہینہ) شروع ہوجائے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث میں غور وفکر کرتے ہوئے فقہائے احناف نے فرمایا کہ پندرہ شعبان کے بعد روزے رکھنا اس صورت میں ممنوع اور مکروہ ہے، جبکہ یہ عام نفلی روزے ہوں، قضاء یا واجب (مثلاً کفارے، منت وغیرہ کے) روزے نہ ہوں (کیونکہ واجب کی ادائیگی نفل کے مقابلہ میں اہم ہے) اوراس کے مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے تاکہ شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنے کی وجہ سے پھر آگے چل کر رمضان کے روزے رکھنے میں ضعف اور کمزوری نہ ہوجائے، اور پھر اس کی وجہ سے رمضان کے فرض روزے نشاط کے ساتھ رکھنا دُشوار نہ ہوجائے۔

پس اگر کسی کو نفلی روزے رکھنے میں اس طرح کی کمزوری واقع نہ ہو، یا وہ اپنے ذمے کے قضاء یا واجب روزے رکھے، تو کوئی حرج نہیں۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۹۱۱۹، کتاب الصیام، باب من کرہ أَنْ یَتَقَدَّمَ شَھْرَ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ.

[2] ملحوظ رہے کہ بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ نصف شعبان کے بعد عام نفلی روزے رکھنے کی کراہت اُس شخص کے حق میں ہے، جو نصف شعبان سے پہلے سے نفلی روزے رکھتا نہ چلا آرہا ہو، لیکن کیونکہ اس کراہت کی اصل علت ''ضعف عن حق القیام بصیام رمضان علٰی وجہ النشاط'' ہے۔

اور بعض روایات میں ''بُقِیَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا '' کے بجائے ''إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَکُفُّوا عَنِ الصَّوْمِ '' یا ''إِذَا کَانَ النِّصْفُ مِنْ شَعْبَانَ ، فَأَمْسِکُوا حَتَّی یَکُونَ رَمَضَانُ'' کے الفاظ آئے ہیں، کما مرّ۔

اس لیے بندہ کو راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کراہت دونوں صورتوں میں عام ہو کر اپنی علت پر مبنی ودائر ہے۔

(وعن أبی ھریرۃ قال :قال رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم " :-إذا انتصف شعبان ") أی إذا مضی النصف الأول منہ "فلا تصوموا "أی بلا انضمام شیء من النصف الأول بلا سبب من الأحادیث المذکورۃ، وفی روایۃ :فلا صیام حتی یکون رمضان.
والنھی للتنزیہ رحمۃ علی الأمۃ أن یضعفوا عن حق القیام بصیام رمضان علی وجہ النشاط.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح شعبان کے آخر میں یعنی رمضان شروع ہونے سے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنے کی بھی احادیث وروایات میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تُقَدِّمُوْا الشَّهْرَ حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ، ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ** (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھو، یہاں تک کہ (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو، یا شعبان کے مہینے کے تیس دن پورے نہ کرلو، پھر تم (رمضان کے) روزے رکھتے رہو، یہاں تک کہ تم (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو، یا تیس دن (رمضان کے) پورے نہ کرلو (ترجمہ ختم)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما من صام شعبان كله فيتعود بالصوم ويزول عنه الكلفة، ولذا قيده بالانتصاف أو نهى عنه لأنه نوع من التقدم المقدم، والله أعلم .قال القاضى :المقصود استجمام من لا يقوى على تتابع الصيام فاستحب الإفطار كما استحب إفطاره عرفة ليتقوى على الدعاء ، فأما من قدر فلا نهى له، ولذلک جمع النبى -صلى الله عليه وسلم -بين الشهرين فى الصوم اهـ وكلام حسن لكن يخالف مشهور مذهبه أن الصيام بلا سبب بعد نصف شعبان مكروه، وفى شرح ابن حجر :قال بعض أئمتنا :يجوز بلا كراهة الصوم بعد النصف مطلقا تمسكا بأن الحديث غير ثابت أو محمول على من يخاف الضعف بالصوم، ورده المحققون بما تقرر أن الحديث ثابت بل صحيح، وبأنه مظنة للضعف، وما نيط بالمظنة لا يشترط فيه تحققها (رواه أبو داود والترمذى وابن ماجه والدارمى) قال ابن الهمام :أخرج الترمذى عن أبى هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-إذا بقى النصف من شعبان فلا تصوموا "وقال :حسن صحيح، لا يعرف إلا من هذا الوجه، على هذا اللفظ، وقال ابن حجر :ولا نظر لقول أحمد إنه منكر لأن أبا داود سكت عليه فى سننه مع نقله عنه فى غيرها الإنكار، فكأنه لم يرتضه، ووجهه أن أحمد قال عن راويه :إنه ثقة لا ينكر من حديثه إلا هذا، ولم يبين سبب إنكاره، فلم يقدح ذلک فى رده، قال ابن الهمام :ومعناه عند بعض أهل العلم أن يفطر الرجل حتى إذا انتصف شعبان أخذ فى الصوم(مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۳۷۶، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال)

[1] حديث نمبر ۲۳۲۶، كتاب الصوم، بَابُ إِذَا أُغْمِيَ الشَّهْرُ،المكتبة العصرية، صيدا -بيروت.

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ** (بخاری) [1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھ کر رمضان کو پہلے ہی شروع نہ کرے، مگر یہ کہ کوئی اس دن (نفلی) روزہ رکھا کرتا ہو (اور یہ دن اس کے معمول کے مطابق واقع ہو رہا ہو) تو وہ اس دن (نفلی) روزہ رکھ لے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

**قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ بِيَوْمٍ وَلَا بِيَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذٰلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ، صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ ثُمَّ أَفْطِرُوا** (ترمذی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رمضان کے مہینے کو ایک اور دو دن پہلے (روزہ رکھ کر شروع) نہ کرو، مگر یہ کہ یہ دن کسی کے اُس روزے کے موافق ہو جائے کہ تم میں سے کوئی اُس دن کا (نفلی) روزہ رکھتا تھا، تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو (یعنی رمضان کو شروع کرو) اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو (یعنی شوال کو شروع کرو) پھر اگر تم پر موسم اَبر آلود ہو جائے، تو تم تیس دن شمار کرو، پھر روزہ افطار کرو (یعنی عید مناؤ) (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

**قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تَخْلِطُوا بِرَمَضَانَ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذٰلِكَ صِيَامًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ وَصُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ تُغْمَى**

---

[1] حديث نمبر ۱۹۱۴، كتاب الصوم، باب: لا يتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ؛ مسلم، حديث نمبر ۱۰۸۲، كتاب الصيام، باب لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين.

[2] حديث نمبر ۶۸۴، ابواب الصوم، بَابُ مَا جَاءَ لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر.

عَلَيْكُمُ الْعِدَّةُ (سنن دارقطنی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے محفوظ کرو (تاکہ رمضان کی ابتداء میں دشواری اور گڑبڑ نہ ہو) اور تم (شعبان کے آخر میں روزہ رکھ کر) رمضان کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، مگر یہ کہ یہ دن کسی کے اُس روزے کے موافق ہو جائے کہ تم میں سے کوئی اُس دن کا (نفلی) روزہ رکھتا تھا، اور تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو (یعنی رمضان کو شروع کرو) اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو (یعنی شوال کو شروع کرو) پھر اگر تم پر موسم اَبر آلود ہو جائے (جس کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے) تو تم پر تعداد غائب نہیں ہوئی (یعنی تم کو تیس دن پورے کرنا مشکل نہیں) (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۲۱۷۴، کتاب الصیام، مؤسسة الرسالة، بیروت.

قال الألبانی فی "السلسلة الصحیحة۲/۱۰۳ :أخرجه الدارقطنی(ص ۲۳۰)و الحاکم(۱/۴۲۵)و عنهما البیهقی (۴/۲۰۶)و البغوی فی "شرح السنة "(۲/۱۸۲/۲-۱)من طریق أبی معاویة عن محمد بن عمرو عن أبی سلمة عن أبی هریرة قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکره .و قال الحاکم " :صحیح علی شرط مسلم . "و وافقه الذهبی .و أقول :إنما هو حسن فقط للخلاف فی محمد بن عمرو و لأن مسلما لم یحتج به و إنما روی له متابعة .ثم إن الحدیث بهذا التمام للدارقطنی وحده و لیس عند البغوی قوله " :و صوموا لرؤیته " ...الخ .و عند الحاکم الفقرة الأولی منه فقط .و کذلک أخرجه الترمذی(۱/۱۳۳)و أعله بقوله " :لا نعرفه مثل هذا إلا من حدیث أبی معاویة و الصحیح ما روی عن محمد بن عمرو عن أبی سلمة عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال " :لا تقدموا شهر رمضان بیوم أو یومین . "و هکذا روی عن یحیی بن أبی کثیر عن أبی سلمة عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم نحو حدیث محمد بن عمرو اللیثی . " قلت :لما لم یقع للترمذی من الحدیث إلا طرفه الأول کما أشرنا قام فی نفسه أن أبا معاویة وهم فیه فقال " :احصوا هلال شعبان لرمضان "مکان قوله " :لا تقدموا " ...الخ .و لذلک حکم علیه بالوهم و لست أری ذلک لأن روایة الدارقطنی قد جمعت بین الفقرتین غایة ما فی الأمر أنه وقع فیها "و لا تخلطوا برمضان "بدل قوله "لا تقدموا شهر رمضان بیوم أو یومین "و لا یخفی أن المعنی واحد ، لاسیما و لفظه عند البغوی " :و لا تصلوا رمضان بشیء إلا أن یوافق ... "الخ . و کأنه لما ذکرنا سکت البیهقی عن الحدیث فلم یعله بشیء .علی أنی قد وجدت لأبی معاویة متابعا أخرجه الضیاء المقدسی فی "المنتقی من مسموعاته بمرو "(ق۹۷/۱)من طریق یحیی بن راشد حدثنا محمد بن عمرو به .و یحیی بن راشد هو المازنی البراء و هو ضعیف یصلح للاعتبار و الاستشهاد ، فثبت أن الحدیث حسن .و الله أعلم(السلسلة الصحیحة الکاملة، تحت حدیث رقم ۵۶۵)

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں رمضان کے ساتھ روزہ ملانے کی ممانعت کے الفاظ ہیں۔ [1]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :لَا تُقَدِّمُوْا الشَّھْرَ بِصِیَامِ یَوْمٍ، وَلَا یَوْمَیْنِ إِلَّا أَنْ یَّکُوْنَ شَیْءٌ یَصُوْمُہٗ أَحَدُکُمْ، وَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ، ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْہُ، فَإِنْ حَالَ دُوْنَہٗ غَمَامَۃٌ، فَأَتِمُّوْا الْعِدَّۃَ ثَلَاثِیْنَ، ثُمَّ أَفْطِرُوْا (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رمضان کے مہینے کو ایک اور دو دن پہلے (روزہ رکھ کر شروع) نہ کرو، مگر یہ کہ تم میں سے کسی کا اس دن (نفلی) روزہ رکھنے کا معمول ہو (اور یہ دن اتفاق سے انتیس یا تیس شعبان کو واقع ہو رہا ہو) اور تم اُس وقت تک (رمضان کا) روزہ نہ رکھو، جب تک کہ تم چاند کو نہ دیکھ لو، پھر تم (رمضان کے) روزے رکھتے رہو، یہاں تک کہ تم (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو، پھر اگر چاند کے درمیان اَبر حائل ہو جائے، تو تم (مہینے کے) تیس دنوں کی تعداد پوری کرلو، پھر تم افطار کرو (یعنی عید مناؤ) (ترجمہ ختم)

ان سب روایات کا مقصد یہ ہے کہ شعبان کے آخر میں اور رمضان شروع ہونے سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے، تاکہ رمضان کے مہینے پر زیادتی اور اسلامی تقویم میں خرابی اور باطل مذاہب کے ساتھ تشبہ لازم نہ آئے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام کی مقدار یا کیفیت میں زیادتی وغلو سے کام لیا تھا، جس کا نتیجہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے احکام میں تحریف کی شکل میں ظاہر ہوا۔

البتہ اگر کسی کا مخصوص دِنوں (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) میں نفل روزے رکھنے کا معمول ہو، اور یہ دن

---

[1] عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَحْصُوا هِلالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ، وَلا تَصِلُوا رَمَضَانَ بِشَيْءٍ إِلا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صَوْمًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ " (شرح السنة للبغوی، جزء ۱، صفحه ۴۲۷، باب لا يتقدم شهر رمضان بصوم يوم أو يومين)

[2] حديث نمبر ۲۳۲۷، كتاب الصوم، بَابُ مَنْ قَالَ :فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت.

(مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) اتفاق سے انتیس یا تیس شعبان کو واقع ہورہا ہو، تو اُس کو اپنے اس معمول کے مطابق ان دِنوں میں نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ اس کو رمضان کا روزہ نہ سمجھا جائے، بلکہ نفلی روزہ سمجھا جائے، اور کسی دوسرے کے لئے رمضان کا روزہ ہونے کی غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

اور حضرت صِلہ بن زفر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

**كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ فَأُتِيَ بِشَاةٍ، فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ :مَنْ صَامَ هٰذَا الْيَوْمَ فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** (ابنِ حبان) [2]

ترجمہ: ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، اُس دن کہ جس میں رمضان کا شک تھا، تو بکری کا گوشت لایا گیا، بعض لوگوں نے اُس کو کھانے سے اعراض کیا (جس سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ یہ روزے سے ہیں) تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اس شک کے دن میں روزہ رکھا، تو اس نے ابوالقاسم

---

[1] قال الترمذی:

وَفِي الْبَابِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .رَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ هَذَا .حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، "وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ :كَرِهُوا أَنْ يَتَعَجَّلَ الرَّجُلُ بِصِيَامٍ قَبْلَ دُخُولِ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمَعْنَى رَمَضَانَ، وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يَصُومُ صَوْمًا فَوَافَقَ صِيَامُهُ ذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَهُمْ.

اور جس شخص کی مخصوص دِنوں میں نفل روزہ رکھنے کی عادت ہو، چونکہ اس کے روزہ کا اپنے معمول کے مطابق ہونے کی وجہ سے عقیدے کے اعتبار سے نفل ہونا متعین ہے، اور معمول کا عام طور پر دوسروں کو بھی علم ہوتا ہے، اس لئے ایسی صورت میں دوسرے کو بھی غلط فہمی نہیں ہوتی، پس اس صورت میں کیونکہ عموماً نہ تو لازم خرابی پائی جاتی اور نہ متعدی، اس لئے احادیث میں اس صورت کو مستثنیٰ کر کے ذکر کر دیا گیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

[2] حدیث نمبر ۳۵۹۶، ذِكْرُ الزَّجْرِ عَنْ صَوْمِ الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ أَمِنْ شَعْبَانَ هُوَ أُمْ مِنْ رَمَضَانَ، مؤسسة الرسالة، بيروت ، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۳۳۴؛ مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۵۴۲.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

وقال شعيب الارنؤط: رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشيه ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

(محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِیْ يَشُكُّ فِيْهِ النَّاسُ فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی) [1]

ترجمہ: تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اُس دن روزہ رکھا، جس دن کے بارے میں لوگ (رمضان ہونے کا) شک کرتے ہیں، تو اس نے ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (ترجمہ ختم)

حضرت عکرمہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے۔ [2]

شک کے دن میں روزہ رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وجہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزوں کو شعبان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد رمضان کا مہینہ شروع ہونے پر مقرر فرمایا ہے، اور رمضان کے مہینے کے شروع ہونے کی پوری وضاحت بھی اس طرح فرمادی ہے کہ ایک تو یہ قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے، نہ تیس سے زیادہ ہوتا، اور نہ انتیس سے کم، اور اسلامی مہینہ کے انتیس دن گزرنے کے بعد غروب ہونے پر (تیسویں رات میں) چاند کی معتبر رؤیت ہونے پر اگلے مہینے کا آغاز ہوتا ہے، ورنہ بصورتِ دیگر تیس دنوں کی تعداد پوری کی جاتی ہے۔

---

[1] حديث نمبر ٦٨٦، ابواب الصوم، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر.

[2] حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم. (مصنف ابنِ ابى شيبة، حديث نمبر ٩٥٩٦، كتاب الصيام، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، يُصَامُ؟)

أخبرنا أبو بكر البرقانى أخبرنا أحمد بن حسنويه بن على اللباد حدثنا أحمد بن محمد بن سعد حدثنا محمد بن عيسى بن عبد الله الأدمى البغدادى حدثنا أحمد بن عمر الوكيعى حدثنا وكيع عن سفيان عن سماك عن عكرمة عن بن عباس قال: من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصى الله ورسوله. تابعه أحمد بن عاصم الطبرانى عن وكيع ورواه إسحاق بن راهويه عن وكيع فلم يجاوز به عكرمة. وكذلك رواه يحيى القطان عن الثورى لم يذكر فيه بن عباس. (تاريخ بغداد، ج٣ص ٢٠٢، ذكر من اسمه محمد واسم أبيه عيسى)

www.idaraghufran.org

دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا مہینہ شروع ہونے، بلکہ شعبان کے اختتام سے پہلے ہی رجب کا مہینہ ختم ہونے کے وقت شعبان کے آغاز پر چاند کی حفاظت کے اہتمام کا حکم فرمادیا، تاکہ شعبان کے مہینہ کے دنوں کی تعداد اور رمضان کے مہینے کا چاند دیکھنے کے وقت میں دشواری پیدا نہ ہو۔ [1]

پس جب تک شرعی قواعد کے مطابق (شعبان کے انتیس دن گزرنے پر چاند کی معتبر رؤیت اور بصورتِ دیگر تیس دنوں کی تعداد پوری ہوکر) رمضان کے مہینے کا آغاز نہ ہو، اور شعبان کی انتیس یا تیس تاریخ ہو، اس وقت میں رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ [2]

---

[1] أَحْصُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ ,فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا ,فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ أَفْطِرُوا فَإِنَّ الشَّهْرَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا (سنن الدار قطنی، حدیث نمبر ۲۱۷۶ عن رافع بن خدیج)

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ هَلَالِ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ,ثُمَّ يَصُومُ رَمَضَانَ لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ (سنن الدارقطنی، حدیث نمبر ۲۱۴۹، واللفظ لهٗ؛ مسنداحمد، حدیث نمبر ۲۵۱۶۱ عن عائشة)

(قَوْلُهُ فَإِنْ رَأَوْهُ صَامُوا وَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ أَكْمَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوا) لِأَنَّ الْأَصْلَ بَقَاءُ الشَّهْرِ فَلَا يَنْتَقِلُ عَنْهُ إلَّا بِدَلِيلٍ وَلَمْ يُوجَدْ وَلَا يُصَامُ يَوْمُ الشَّكِّ (الجوهرة النيرة، كتاب الصوم)

قَدْ قَدَّمْنَا عَنْ الْبَدَائِعِ أَنَّ كَوْنَهُ ثَلَاثِينَ هُوَ الْأَصْلُ، وَالنُّقْصَانُ عَارِضٌ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كِتَابُ الصَّوْمِ، بِمَا يَثْبُت شَهْرِ رَمَضَان)

[2] قال ابن الملك :هو محمول على أنه صام ناويا من رمضان (فقد عصى أبا القاسم) قال ابن الهمام :الشك هو استواء طرفي الإدراك من النفي والإثبات، وموجبه هنا أن يغم الهلال ليلة الثلاثين من شعبان فيشك في اليوم الثلاثين أمن رمضان هو أو من شعبان؟ أو يغم من رجب هلال شعبان فأكملت عدته ولم يكن رؤي هلال رمضان فيقع الشك في الثلاثين من شعبان أهو الثلاثون أو الحادي والثلاثون؟(مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۳۷۷، كتاب الصوم، باب رؤية الهلال)

والصوم قبل رمضان بيوم ويومين مكروه أي صوم كان لقوله عليه السلام لا تتقدموا الشهر بصوم يوم ولا بصوم يومين إلا أن يوافق صوما كان يصومه أحدكم وإنما كره خوفا من أن يظن أنه زيادة على صوم رمضان إذا اعتادوا ذلك ولهذا قال أبو يوسف إنه يكره أن يوصل(تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۳۴۳، كتاب الصوم)

ومنها(اي الصيام المكروهة) أن يستقبل الشهر بيوم، أو يومين بأن تعمد ذلك، فإن وافق ذلك صوما كان يصومه قبل ذلك فلا بأس به لما روي عن النبي -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :لا تتقدموا الشهر بيوم ولا بيومين إلا أن يوافق ذلك صوما كان يصومه أحدكم .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ربعی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ وَنَاسًا مَعَهُ أَتَوْهُمْ بِمَسْلُوخَةٍ مَشْوِيَّةٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ أَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ ، أَوْ لَيْسَ مِنْ رَمَضَانَ ، فَاجْتَمَعُوا وَاعْتَزَلَهُمْ رَجُلٌ ، فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ :تَعَالَ فَكُلْ ، قَالَ:فَإِنِّي صَائِمٌ ، فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ :إِنْ كُنْتَ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَتَعَالَ فَكُلْ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر اور اُن کے ساتھ کچھ لوگوں کے پاس ذبح شدہ (جانور کا) بھونا ہوا گوشت اُس دن میں لایا گیا کہ جس میں یہ شک تھا کہ وہ رمضان کا دن ہے یا رمضان کا دن نہیں ہے، تو وہ لوگ جمع ہوگئے، اور ایک آدمی اُن سے علیٰحدہ ہوگیا، تو حضرت عمار نے اُس آدمی سے کہا کہ آؤ اور کھاؤ، اُس آدمی نے کہا کہ میں روزے سے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولأن استقبال الشهر بيوم، أو بيومين يوهم الزيادة على الشهر ولا كذلك إذا وافق صوما كان يصومه قبل ذلك لأنه لم يستقبل الشهر وليس فيه وهم الزيادة.

وقد روى أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كان يصل شعبان برمضان(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۲ص ۷۹، كتاب الصوم،فصل شرائط أنواع الصيام)

وفى الشرنبلالية قال فى الفوائد :والمراد بقوله -صلى الله تعالى عليه وسلم -لا تقدموا إلخ التقديم على قصد أن يكون من رمضان؛ لأن التقديم بالشىء على الشىء أن ينوى به قبل حينه وأوانه ووقته وزمانه، وشعبان وقت التطوع فإذا صام عن شعبان لم يأت بصوم رمضان قبل زمانه وأوانه فلا يكون هذا تقدما عليه اهـ .كذا بخط أستاذى -رحمه الله تعالى -وبهذا تنتفى كراهة صوم الشك تطوعا اهـ .كلام الشرنبلالية.وفى المعراج عن الإيضاح :لا بأس بصوم يوم أو يومين أو ثلاثة قبل رمضان لما روى أنه -عليه الصلاة والسلام -كان يصل شعبان برمضان والمراد بقوله لا تقدموا الحديث استقبال الشهر بصوم منه؛ لأنه يصير زيادة على الفرض، وفى العناية وغيرها فإن قيل فما فائدة قوله يوم ويومين وحكم الأكثر من ذلك كذلك أجيب بأن يوما ويومين ما وصل إلى حد الكثرة فيجوز أن يتوهم بأن القليل معفو فيجوز كما فى كثير من الأحكام فنفى ذلك، وفى السعدية يجوز أن يجاب بأن المحتمل هو التقدم بيوم أو يومين كما هو الواقع من الممارسين بعلم حساب النجوم وغيرهم لكن قال فى الفتح :يمكن أن يحمل الحديث على ما قاله فى الهداية ويكره صومها لمعنى ما فى التحفة يعنى قوله :وإنما كره إلى آخر ما مر فتأمل وما فى التحفة أوجه اهـ(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ،ج۲ص۲۸۵، ۲۸۶،كِتَابُ الصَّوْمِ،بِمَا يَثْبُتُ شَهْرُ رَمَضَانَ)

[1] حديث نمبر ۹۵۹۵،كتاب الصوم، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ ، يُصَامُ ؟

www.idaraghufran.org

ہوں، تو حضرت عمار نے اُس سے کہا کہ اگر آپ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تو آیئے، اور کھایئے (ترجمہ ختم)

ان احادیث کی روشنی میں جمہور صحابہ وتابعین اور فقہائے کرام نے فرمایا کہ شک کے دن اور انتیس یا تیس شعبان کو روزہ رکھنا مکروہ وممنوع ہے، بلکہ اگر کوئی شک کے دن میں رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھے گا، اور بعد میں اسی حساب کو سامنے رکھ کر شرعی اصولوں کے بغیر انتیس یا تیس دن بعد عید منائے گا، تو اس کو بعد میں اس روزے کی قضا کرنی ہوگی۔ [۱]

اس کے علاوہ کئی احادیث وروایات اور آثار میں رمضان شروع ہونے سے ایک دو دن پہلے اور شک کے دن میں روزہ رکھنے کی سخت ممانعت آئی ہے۔ [۲]

---

[۱] قال الترمذی:

وفی الباب عن أبی هريرة، وأنس :.حديث عمار حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم، ومن بعدهم من التابعين، وبه يقول سفيان الثوری، ومالک بن أنس، وعبد الله بن المبارک، والشافعی، وأحمد، وإسحاق، كرهوا أن يصوم الرجل اليوم الذی يشک فيه، ورأى أكثرهم إن صامه فكان من شهر رمضان أن يقضی يوما مكانه(ترمذی، تحت حديث رقم ۶۸۶، ابواب الصوم، باب ما جاء فی كراهية صوم يوم الشک)

[۲] حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنْ حَجَّاجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ :لاَ تَصِلُوا رَمَضَانَ بِشَیْءٍ ، وَلاَ تَقَدَّمُوا قَبْلَهُ بِيَوْمٍ ، وَلاَ بِيَوْمَيْنِ (مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۹۱۱۵، باب من كره أَنْ يَتَقَدَّمَ شَهْرَ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ)

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ ، قَالَ :نُهِیَ أَنْ يُتَعَجَّلَ قَبْلَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ ، أَوْ يَوْمَيْنِ (ايضاً، حديث نمبر ۹۱۱۸)

عَنْ عَلِیٍّ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ إذَا حَضَرَ رَمَضَانُ فَيَقُولُ :أَلاَ لاَ تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ ، إذَا رَأَيْتُمَ الْهِلاَلَ فَصُومُوا ، وَإِذَا رَأَيْتُمَ الْهِلاَلَ فَأَفْطِرُوا ، فَإِنْ أُغْمِیَ عَلَيْكُمْ فَأَتِمُّوا الْعِدَّةَ ، قَالَ :كَانَ يَقُولُ ذَلِكَ بَعْدَ صَلاَةِ الْعَصْرِ ، وَبَعْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ (ايضاً ، حديث نمبر ۹۱۲۲)

عَنْ عُمَرَ ، مِثْلَ ذَلِكَ (ايضاً حديث نمبر ۹۱۲۳)

عَنِ الْحَسَنِ ، وَمُحَمَّدٍ قَالاَ :نُهِیَ أَنْ يُتَقَدَّمَ بَيْنَ يَدَیْ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ (ايضاً حديث نمبر ۹۱۲۴)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؛ فِی الرَّجُلِ يَصُومُ فَيَحْضُرُ رَمَضَانُ ، قَالَ :يَفْصِلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَمَضَانَ بِأَيَّامٍ (ايضاً حديث نمبر ۹۱۲۶)

عَنْ عَامِرٍ ، قَالَ :كَانَ عَلِیٌّ ، وَعُمَرُ يَنْهَيَانِ عَنْ صَوْمِ الْيَوْمِ الَّذِی يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ (مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۹۵۸۲، مَا قَالُوا فِی الْيَوْمِ الَّذِی يُشَكّ فِيهِ ، يصَام؟)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوالاحوص، حضرت مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

**عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، وَالشَّعْبِيِّ ، أَنَّهُمَا قَالَا :لَا تَصُمْ إِلَّا مَعَ جَمَاعَةِ النَّاسِ** (مصنف ابنِ ابی شیبة) [۱]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت امام شعبی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی جماعت کے ساتھ ہی روزہ رکھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت وکیع، حضرت اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کرتے ہیں کہ:

**عَنِ الشَّعْبِيِّ ، قَالَ :مَا مِنْ يَوْمٍ أَصُومُهُ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْ يَوْمٍ يَخْتَلِفُ النَّاسُ فِيهِ** (مصنف ابنِ ابی شیبة) [۲]

ترجمہ: حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کوئی دن میرے نزدیک کہ جس میں، میں روزہ رکھوں، اس سے زیادہ مبغوض نہیں ہے کہ جس میں لوگ اختلاف کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت وکیع، حضرت ابوالعیز ار سے روایت کرتے ہیں کہ:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :قَالَ عَبْدُ اللهِ :لَأَنْ أُفْطِرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ ، ثُمَّ أَقْضِيَهُ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَزِيدَ فِيهِ مَا لَيْسَ مِنه (ایضاً،حدیث نمبر ۹۵۸۳)

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ حَكِيمٍ ، قَالَ :سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُول :لَوْ صُمْت السَّنَةَ كُلَّهَا لَأَفْطَرْتُ الْيَوْمَ الَّذِى يُشَكُّ فِيهِ (ایضاً، حدیث نمبر ۹۵۸۴)

قَالَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ :لَوْ صُمْتُ السَّنَةَ كُلَّهَا ، مَا صُمْتُ الْيَوْمَ الَّذِى يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ . (ایضاً، حدیث نمبر ۹۵۸۵)

عَنْ بِنْتِ حُذَيْفَةَ قَالَتْ :كَانَ حُذَيْفَةُ يَنْهَى عَنْ صَوْمِ الْيَوْمِ الَّذِى يُشَكُّ فِيهِ (ایضاً، حدیث نمبر ۹۵۸۶)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ؛ أَنَّهُ قَالَ :مَا مِنْ يَوْمٍ أَبْغَضُ إِلَيَّ أَنْ أَصُومَهُ ، مِنَ الْيَوْمِ الَّذِى يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ (ایضاً، حدیث نمبر ۹۵۹۹)

عَنْ عَامِرٍ ، قَالَ :مَا مِنْ يَوْمٍ أَبْغَضُ إِلَيَّ أَنْ أَصُومَهُ مِنَ الْيَوْمِ الَّذِى يُشَكُّ فِيهِ مِنْ رَمَضَانَ (ایضاً حدیث نمبر ۹۵۹۷)

[۱] حدیث نمبر ۹۵۸۸، کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِى يُشَكّ فِيهِ ، يُصَام؟

[۲] حدیث نمبر ۹۵۸۹، کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِى يُشَكّ فِيهِ ، يُصَام ؟

أَتَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيْهِ ، فَقَالَ :لَعَلَّكَ صَائِمٌ ، لَا تَصُمْ إِلَّا مَعَ الْجَمَاعَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: میں حضرت ابراہیم نخعی کے پاس اس دن حاضر ہوا، جس کے بارے میں (رمضان ہونے نہ ہونے کا) شک کیا جارہا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ شاید آپ روزے سے ہیں، آپ جماعت کے ساتھ ہی روزہ رکھیں (ترجمہ ختم)

اور امام ابوداؤد، حضرت شعبہ سے، اور وہ حضرت ابوالمعلیٰ یعنی یحیٰ بن میمون عطار سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ ؛أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَّصُوْمَ الْيَوْمَ الَّذِي يُخْتَلَفُ فِيْهِ مِنْ رَمَضَانَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ جس دن کے بارے میں رمضان ہونے کا اختلاف کیا جائے، اُس میں روزہ رکھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ فضیل، حضرت مُطرَّف سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ عَامِرٍ ؛ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يَقُوْلُ النَّاسُ إِنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ ، قَالَ :فَقَالَ:لَا تَصُوْمَنَّ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ ، فَإِنَّمَا كَانَتْ أَوَّلُ الْفُرْقَةِ فِي مِثْلِ هٰذَا (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

ترجمہ: حضرت عامر (شعبی) نے اس دن کے بارے میں کہ جس کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ رمضان کا دن ہے، فرمایا کہ آپ ہرگز روزہ نہ رکھیں، مگر امام (یعنی چاند کی گواہی سننے اور فیصلہ کرنے کے مجاز حاکم) کے (فیصلہ کے) ساتھ ہی روزہ رکھیں، پس اختلاف کی ابتداء اسی جیسی چیز میں ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ انتہائی جلیل القدر تابعی ہیں، اور آپ متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

[1] حدیث نمبر ۹۵۹۱، کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ ، يُصَامُ ؟
[2] حدیث نمبر ۹۵۹۴، کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ ، يُصَامُ ؟
[3] حدیث نمبر ۹۵۹۸، کتاب الصیام، باب مَا قَالُوا فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ ، يُصَامُ؟

شاگرد ہیں۔ [1]

اورحضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ عظیم تابعی ہیں، اورآپ نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو پایا ہے، اوراپنے زمانہ میں کوفہ کے مفتی رہ چکے ہیں، آپ کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی۔ [2]

---

[1] الشعبی عامر بن شراحیل بن عبد بن ذی کبار وذو کبار :قیل من أقیال الیمن، الإمام، علامة العصر، أبو عمرو الھمدانی، ثم الشعبی .ویقال :ھو عامر بن عبد الله، وکانت أمه من سبی جلولاء .مولده :فی إمرة عمر بن الخطاب، لست سنین خلت منھا، فھذه روایة.وقیل :ولد سنة إحدی وعشرین، قاله شباب.وکانت جلولاء فی سنة سبع عشرة .وروی :ابن عیینة، عن السری بن إسماعیل، عن الشعبی، قال :ولدت عام جلولاء .فھذه روایة منکرة، ولیس السری بمعتمد، قد اتھم.وعن أحمد بن یونس :ولد الشعبی سنة ثمان وعشرین......قلت :رأی علیا -رضی الله عنه -وصلی خلفه.وسمع من :عدة من کبراء الصحابة......قال ابن عیینة :علماء الناس ثلاثة :ابن عباس فی زمانه، والشعبی فی زمانه، والثوری فی زمانه ......قال أحمد بن عبد الله العجلی :سمع الشعبی من ثمانیة وأربعین من أصحاب رسول الله -صلی الله علیه وسلم-.قال :ولا یکاد یرسل إلا صحیحا .روی :عقیل بن یحیی، حدثنا أبو داود، عن شعبة، عن منصور الغدانی، عن الشعبی، قال:أدرکت خمس مائة صحابی، أو أکثر، یقولون :أبو بکر، وعمر، وعثمان، وعلی.......أشعث بن سوار :عن ابن سیرین، قال:قدمت الکوفة، وللشعبی حلقة عظیمة، والصحابة یومئذ کثیر.ابن عیینة :عن داود بن أبی ھند، قال :ما جالست أحدا أعلم من الشعبی .وقال عاصم بن سلیمان :ما رأیت أحدا أعلم بحدیث أھل الکوفة والبصرة والحجاز والآفاق من الشعبی(سیراعلام النبلاء ج۴ص ۲۹۴ تا ۳۰۲ ملخصاً)

[2] إبراھیم النخعی *(ع) الامام، الحافظ، فقیه العراق، أبوعمران، إبراھیم بن یزید بن قیس ابن الاسود بن عمرو بن ربیعة بن ذھل بن سعد بن مالک بن النخع النخعی، الیمانی ثم الکوفی، أحد الاعلام، وھو ابن ملیکة أخت الاسود بن یزید(سیر اعلام النبلاء ج۴ص ۵۲۰)

قال أحمد بن عبد الله العجلی : لم یحدث عن أحد من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وقد أدرک منھم جماعة ، ورأی عائشة رؤیا ، وکان مفتی أھل الکوفة ھو والشعبی فی زمانھما ، وکان رجلا صالحا فقیھا متوقیا قلیل التکلف ، ومات وھو مختف من الحجاج . وقال أبو أسامة عن الأعمش :کان إبراھیم صیرفی الحدیث .وقال جریر بن عبدالحمید عن إسماعیل بن أبی خالد :کان الشعبی وإبراھیم وأبو الضحی یجتمعون فی المسجد یتذاکرون الحدیث ، فإذا جاء ھم شیء لیس عندھم فیه روایة رموا إبراھیم بأبصارھم . وقال عباس الدوری عن یحیی بن معین : مراسیل إبراھیم أحب إلی من مراسیل الشعبی............قال البخاری : وقال أبو نعیم :مات إبراھیم سنة ست وتسعین .وقال غیره :مات وھو ابن تسع وأربعین ، وقیل :ابن ثمان وخمسین .روی له الجماعة.(تھذیب الکمال ج۲ص ۲۳۳)

اورحضرت سعید بن جبیر بھی جلیل القدر تابعی اور کئی صحابۂ کرام کے شاگرد ہیں، ان کو حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں شہید کیا۔ [1]

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب تک شرعی اصولوں کے مطابق رمضان کا شروع ہونا ثابت نہ ہو،اس وقت تک رمضان کے روزے سمجھ کر رکھنا شریعت کی نظر میں انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے۔ اورشرعی اصولوں کونظرانداز کر کے کسی کا اختلاف کرنا بھی شریعت کی نظر میں بہت برا عمل ہے،اسی وجہ سے اس کی موافقت کے بجائے مخالفت کا حکم ہے، کیونکہ اس میں کئی خرابیاں اور فتنے لازم آتے ہیں، مثلاً:

(۱)...... مہینے کے شروع اور ختم ہونے میں شرعی اصول وقواعد کی مخالفت (۲)...... شریعت کی طرف سے ایک مہینے کے لئے فرض کردہ روزوں کی مقدار پر زیادتی (۳)......ایک دو روزے پہلے رکھنے اور رمضان کے آخری دن یا اس سے پہلے عید منا لینے کی صورت میں ایک یا دو فرض روزوں کا ذمہ میں باقی رہ جانا [2] (۴)...... باطل قوموں کے ساتھ مشابہت، جنہوں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ احکام میں زیادتی واضافہ اور غلو کیا (۵)......شرعی احکام میں تحریف وخلل کا آنا، کہ یہ طرزِ عمل مہینوں اوران کے دنوں کو اپنی جگہ سے ہٹانے کا سبب ہے، جوکہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ تھا، اوراسے نسیٔ کی رسم کہا جاتا تھا (۶)......اس طرزِ

---

[1] سعید بن جبیر بن هشام الأسدی الوالبی ، مولاهم ، أبو محمد ، ویقال :أبو عبد الله الکوفی .ووالبة هو ابن الحارث بن ثعلبة بن دودان بن أسد بن خزیمة ، فیما قاله له محمد بن حبیب .روی عن :أنس بن مالک (د س) ، والضحاک بن قیس الفهری وعبد الله بن الزبیر ، وعبد الله بن عباس (ع) ، وعبد الله بن عمر بن الخطاب (ع) ، وعبد الله بن مغفل (م ق) ، وعدی بن حاتم (ت س) ، وعمرو بن میمون الأودی (خ) ، وأبی سعید الخدری (ت) ، وأبی عبد الرحمن السلمی (خ م س) ، وأبی مسعود الأنصاری ، وأبی موسی الاشعری (س) ، وأبی هریرة ، وعائشة..........وقال أبو القاسم هبة الله بن الحسن الطبری :هو ثقة ، إمام حجة علی المسلمین ، قتل فی شعبان سنة خمس وتسعین ، وهو ابن تسع وأربعین سنة .روی له الجماعة (تهذیب الکمال ج۱۰ ص ۳۸۵)

[2] کیونکہ رمضان شروع ہونے سے پہلے روزہ فرض نہیں، اوراگر رکھا جائے تو اس سے فرض ادا نہیں ہوتا۔

عمل کے نتیجہ میں بعض اوقات شوال کے بجائے رمضان کے مہینے میں ہی کھُلّم کھُلاّ عید منانا اور کھانا پینا، کہ جب انتیس یا تیس کی تعداد شوال کا چاند نظر آنے سے پہلے ہی پوری ہو جاتی ہے، تو کچھ لوگ رمضان ہی میں عید منالیتے ہیں (۷)......اس طرزِ عمل کی وجہ سے امت میں انتشار وافتراق کا ہونا۔

اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ مستقل فتنہ ہے، اس لئے شریعتِ مطہرہ نے ان سب فتنوں کا سدِ باب کر دیا۔ [1]

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک مجاز حاکم کی طرف سے شرعی اصولوں کے مطابق رؤیتِ ہلال اور رمضان کے مہینے کے آغاز کا فیصلہ نہ ہو، اس وقت تک علی الرغم مخالفت کرتے ہوئے کھلے عام رمضان کا روزہ رکھنا اور اس سے بڑھ کر دوسروں کو بھی اس کی دعوت وترغیب دینا منع اور امت میں تفریق وانتشار کا باعث ہے۔ [2]

---

[1] اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض لوگوں نے جو ایک دو دن پہلے روزہ رکھنے کے مکروہ ہونے کی علت رمضان کے روزں میں ضعف کا لازم آنا اور نشاط کا مفقود ہو جانا بیان کی ہے، وہ راجح نہیں ہے، کیونکہ حدیث کے الفاظ:

"لا تُقَدِّمُوا" "لا يَتَقَدَّمَنَّ" "لَا تَخْلِطُوا" "لا تَصِلُوا رَمَضَانَ"

اور پھر اس کے بعد "الا" سے معمول کا استثناء سب اس علت کے خلاف اور جنسِ رمضان بنانے کی علت کے مقتضی ہیں، نیز ضعف کے لازم اور نشاط کے مفقود ہونے کی علت کو نفل وغیر نفل میں فرق کرنے کو بھی دخل نہیں۔

اس لئے کراہت وممانعت کی اصل علت رمضان پر لازم ومتعدی زیادتی کا لازم آنا، اور اس کے نتیجے میں مختلف فتنوں کا رونما ہونا ہی راجح معلوم ہوتی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] (قوله :وأفاد أن التفرد بالرؤية إلخ) قال الرملي :ليس المراد بالتفرد الواحد؛ إذ لو كانوا جماعة ورد القاضي شهادتهم لعدم تكامل الجمع العظيم فالحكم فيهم كذلك، ولا شبهة أن عبارة المتن شاملة لذلك؛ لأنه من عامة تأمل (منحة الخالق،على هامش البحر الرائق، ج۲ ص ۲۸۶، كِتَابُ الصَّوْمِ،بِمَا يَثْبُتُ شَهْرُ رَمَضَانَ)

قال :( ولا يصام يوم الشك إلا تطوعا ) لقوله عليه الصلاة والسلام ' :لا يصام اليوم الذي يشك فيه أنه من رمضان إلا تطوعا 'وهو الذي يشك فيه أنه من رمضان أو شعبان ، وذلك بأن يتحدث الناس بالرؤية ولا تثبت(الاختيار لتعليل المختار،كتاب الصوم)

ويوم الشك هو اليوم الذي يتحدث الناس فيه برؤية الهلال ولم تثبت رؤيته، أو شهد واحد فردت شهادته، أو شاهدان فاسقان فردت شهادتهما(عمدة القاري ج۱۰ ص ۲۷۹، كتاب الصوم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا)

Idara Ghufran

انتیس اور تیس شعبان اور شک واختلاف کے دن رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھنے کی ممانعت کا حکم تو اوپر معلوم ہو چکا۔

پھر اگر کسی کا مخصوص دِنوں (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) میں نفل روزے رکھنے کا معمول ہو، اور یہ دن (مثلاً پیر، جمعرات وغیرہ) اتفاق سے انتیس یا تیس شعبان کو واقع ہو رہا ہو، تو اُس کو اپنے اس معمول کے مطابق ان دِنوں میں نفلی روزہ رکھنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ اس کو رمضان کا روزہ نہ سمجھا جائے، بلکہ نفلی روزہ سمجھا جائے، اور کسی دوسرے کے لئے رمضان کا روزہ ہونے کی غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو۔ [1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ بعض اہلِ علم نے رمضان سے ایک دن پہلے اور یوم الشک میں روزے کی کراہت وممانعت کو تیس شعبان کے ساتھ خاص رکھا ہے، مگر کیونکہ احادیث میں ''بیوم'' اور ''بیومین'' کے الفاظ ہیں، اس لئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کراہت وممانعت کی علت جس طرح تیس شعبان کو پائی جانا ممکن ہے، اسی طرح انتیس شعبان کو بھی پائی جانا ممکن ہے، یعنی امکان دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے، کیونکہ اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے، اور ان دونوں شقوں میں سے ہر ایک شق میں علتِ کراہت (اتصال واختلاط وغیرہ) کا پایا جانا ممکن ہے، وہ الگ بات ہے کہ تیس شعبان میں علتِ کراہت قوی ہے بنسبت انتیس شعبان کے، بالخصوص جبکہ آج کے دور میں بہت سے لوگ انتیس شعبان سے ہی رمضان کا روزہ رکھنا شروع کر دیتے ہیں، پھر انتیس شعبان کو خواہ یوم الشک کا نام دیا جائے، یا کچھ اور، بہر حال علتِ کراہت جس صورت میں بھی پائی جائے، اس میں کراہت کا ہی حکم ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔ محمد رضوان۔

وقال العلماء :معنى الحديث :لا تستقبلوا رمضان بصيام على نية الاختلاط لرمضان، تحذيرا مما صنعت النصارى فى الزيادة على ما افترض عليهم برأيهم الفاسد، فكان صلى الله عليه وسلم يأمر بمخالفة أهل الكتاب و كان أولا يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشىء ، ثم أمر بعد ذلک بمخالفتهم .فإن قلت :هذا النهى للتحريم أو للتنزيه؟ قلت :حكى الترمذى عن أهل العلم الكراهة، و كثيرا ما يطلق المتقدمون الكراهة على التحريم، ولا شک أن فيه تفصيلا واختلافا للعلماء ، فذهب داود إلى أنه لا يصح صومه أصلا، ولو وافق عادة له، وذهبت طائفة إلى أنه لا يجوز أن يصام آخر يوم من شعبان تطوعا إلا أن يوافق صوما كان يصومه، وأخذوا بظاهر هذا الحديث، روى ذلک عن عمر بن الخطاب وعلى وعمار وحذيفة وابن مسعود، ومن التابعين سعيد بن المسيب والشعبى والنخعى والحسن وابن سيرين، وهو قول الشافعى، و كان ابن عباس وأبو هريرة يأمران بفصل يوم أو يومين كما استحبوا أن يفصلوا بين صلاة الفريضة والنافلة بكلام أو قيام أو تقدم أو تأخر، وقال عكرمة :من صام يوم الشک فقد عصى الله ورسوله، وأجازت طائفة صومه تطوعا، روى عن عائشة وأسماء أختها أنهما كانتا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر انتیس، تیس شعبان کو ایسا دن نہ ہو کہ جس دن میں کسی کا نفلی روزہ رکھنے کا معمول ہو، اور پھر بھی کوئی نفل روزہ رکھنا چاہے، تو ایسی صورت میں اس کو نفل روزہ رکھنا فی نفسہٖ منع نہیں، بشرطیکہ نہ تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تصومان يوم الشك، وقالت عائشة :لأن أصوم يوما من شعبان أحب إلى من أن أفطر يوما من رمضان، وهو قول الليث والأوزاعي وأبي حنيفة وأحمد وإسحاق، وذكر ابن المنذر عن عطاء وعمر بن عبد العزيز والحسن أنه :إذا نوى صومه من الليل على أنه من رمضان ثم علم بالهلال أو النهار أو آخره أنه يجزيه، وهو قول الثورى والأوزاعى وأبى حنيفة وأصحابه.

وقيل الحكمة فى هذا النهى التقوى بالفطر لرمضان ليدخل فيه بقوة ونشاط، وقيل :لأن الحكم علق بالرؤية فمن تقدمه بيوم أو بيومين فقد حاول الطعن فى ذلك الحكم، وإنما اقتصر على يوم أو يومين لأنه الغالب ممن يقصد ذلك (عمدة القارى، ج١٠ ص٢٨٨، كتاب الصوم، باب لا يتقدمن رمضان بصوم يوم ولا يومين)

(وعن أبى هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-لا يتقدمن أحدكم رمضان ") قال ابن الهمام :نهى تنزيه، ومرجعه إلى خلاف الأولى، ولا يكون كالصلاة فى الأرض المغصوبة بل دون ذلك "بصوم يوم أو يومين "قال ابن الملك :وإنما نهى عنه حذرا من التشبه بأهل الكتاب، وقال ابن حجر :وبه يخص أمره -صلى الله عليه وسلم -بسرر الشهر وهو بفتح المهملة وكسرها :آخره، وهذا وما صح عن عمار بن ياسر أنه قال " :من صام يوم الشك فقد عصى أبا القاسم -صلى الله عليه وسلم -"كان المعتمد من مذهبنا حرمة صوم يوم الشك بل وما قبله كما يأتى اهـ .سيأتى الجواب عنه فى حديث عمار -رضى الله عنه -أو قال المظهر :يكره صوم آخر شعبان يوما أو يومين "إلا أن يكون رجل كان يصوم صوما "أى نذرا معينا أو نفلا معتادا أو صوما مطلقا غير مقيد برمضان "فليصم ذلك اليوم "أى ذلك الوقت فإنه يجوز له ذلك، قال الطيبى :قيل :العلة ترك الاستراحة الموجبة للنشاط فى صوم رمضان، وقيل :اختلاط النفل بالفرض فإنه يورث الشك بين الناس فيتوهمون أنه رأى هلال رمضان، فلذلك يصوم فيوافقه بعض الناس إلى ظن أنه رأى الهلال، ثم هذا النهى فى النفل، وأما القضاء والنذر ففيهما ضرورة لأنهما فرض، وتأخيره غير مرضى، وأما الورد فتركه ليس بسديد لأن أفضل العبادات أدومها، وتركه عند من ألف به شديد، وقيل : العلة لزوم التقدم بين يدى الله ورسوله، فإنه -صلى الله عليه وسلم -قيد الصوم بالرؤية فهو كالعلة للحكم، أقول :وكذا قال -تعالى -(فمن شهد منكم الشهر فليصمه) (البقرة: ١٨٥) فقال :فمن تقدم صومه فقد طعن فى هذه العلة، أقول :ينبغى أن يقول فكأنه حاول الطعن، قال :وإليه أشار بقوله -صلى الله عليه وسلم " :-من صام يوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کو رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھے، اور نہ ہی اس کے روزہ رکھنے کی وجہ سے دوسروں کو یہ غلط فہمی ہو کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشک فقد عصی أبا القاسم "اهـ، یعنی إذا صام بنیة رمضان أو بنیة علی طریق الترديد بأن ینوی إن کان غدا من رمضان فأنا صائم عنه، وإلا فعن غیره، فإنه حینئذ یکون متقدما بین یدی الله ورسوله، فأما إذا صام نفلا أو نحوه فلا یکون داخلا فی الوعید، ولا فی النهی الأکید، ویومیء إلی هذا القول قوله "لا یتقدمن "علی أن حدیث "من صام یوم الشک فقد عصی أبا القاسم -صلی الله علیه وسلم " -إنما هو من قول عمار بن یاسر، والظاهر أنه إذا تقدم بثلاثة أیام فلا یکون داخلا تحت النهی (متفق علیه)(مرقاة المفاتیح، ج۴ص۱۳۷۵، ۱۵۷۶، کتاب الصوم،باب رؤیة الهلال)

ووجه تخصیصه بیوم أو یومین أن صومه عن رمضان إنما یکون غالبا عند توهم النقصان فی شهر أو شهرین فیصوم یوما أو یومین عن رمضان علی الظن أن ذلک احتیاط کما أفاده فی الإمداد والسعدیة وقال فی الفتح :وعلیه فلا یکره صوم واجب آخر فی یوم الشک قال :وهو ظاهر کلام التحفة حیث قال :وقد قام الدلیل علی أن الصوم فیه عن واجب آخر وعن التطوع مطلقا لا یکره فثبت أن المکروه ما قلنا یعنی صوم رمضان وهو غیر بعید من کلام الشارحین والکافی وغیرهم حیث ذکروا أن المراد من حدیث التقدم هو التقدم بصوم رمضان قالوا ومقتضاه أن لا یکره واجب آخر أصلا وإنما کره لصورة النهی فی حدیث العصیان الآتی وتصحیح هذا الکلام أن یکون معناه یترک صومه عن واجب آخر تورعا وإلا فبعد وجوب کون المراد من النهی عن التقدم صوم رمضان کیف یوجب حدیث العصیان منع غیره مع أنه یجب أن یحمل علی ما حمل علیه حدیث التقدم إذ لا فرق بینهما .اهـ.

ما فی الفتح ملخصا وفی التتارخانیة تصحیح عدم الکراهة أی التحریمیة فلا ینافی أن التورع ترکه تنزیها وفی المحیط کان ینبغی أن لا یکره بنیة واجب آخر إلا أنه وصف بنوع کراهة احتیاطا فلا یؤثر فی نقصان الثواب کالصلاة فی الأرض المغصوبة .اهـ.

(قوله :فلا أصل له) کذا قال الزیلعی ثم قال :ویروی موقوفا علی عمار بن یاسر وهو فی مثله کالمرفوع .اهـ .قلت :وینبغی حمل نفی الأصلیة علی الرفع کما حمل بعضهم قول النووی فی حدیث صلاة النهار عجماء أنه لا أصل له علی أن المراد لا أصل لرفعه وإلا فقد ورد موقوفا علی مجاهد وأبی عبیدة وکذا هذا أورده البخاری معلقا بقوله، وقال صلة عن عمار من صام إلخ قال فی الفتح :وأخرجه أصحاب السنن الأربعة وغیرهم، وصححه الترمذی عن صلة بن زفر قال :کنا عند عمار فی الیوم الذی یشک فیه فأتی بشاة مصلیة فتنحی بعض القوم فقال عمار :من صام هذا الیوم فقد عصی أبا القاسم قال فی الفتح وکأنه فهم من الرجل المتنحی أنه قصد صومه عن رمضان فلا یعارض ما مر وهذا بعد حمله علی السماع من النبی ﷺ والله سبحانه أعلم(رد المحتار علی الدر المختار، ج۲ص ۳۸۲، کتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

اس نے رمضان کا روزہ رکھا ہے۔ ل

لیکن کیونکہ آج کل جہالت اور فتنوں کا دوردورہ ہے، اور آج کل بہت سے عوام انتیس وتیس شعبان کو ہی رمضان کا روزہ رکھنا شروع کردیتے ہیں، اور پھر انتیس یا تیس رمضان کو (العیاذ باللہ تعالیٰ) عید بھی منالیتے ہیں۔

اس لئے انتیس اور تیس اور بطورِ خاص تیس شعبان کو عام حالات میں عوام وخواص سب کو ہی نفل روزہ رکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ اس قسم کے فتنوں کا سدّ باب رہے۔ ۲

---

ل (قوله :وإلا يصومه الخواص) أى وإن لم يوافق صوما يعتاده ولا صام من آخر شعبان ثلاثة فأكثر استحب صومه للخواص .قال فى الفتح :وقيده فى التحفة بكونه على وجه لا يعلم العوام ذلک کی لا يعتادوا صومه فيظنه الجهال زيادة على رمضان، ويدل عليه قصة أبى يوسف المذكورة فى الإمداد وغيره .حاصلها أن أسد بن عمرو سأله هل أنت مفطر فقال له فى أذنه أنا صائم وفى قوله يصومه الخواص إشارة إلى أنهم يصبحون صائمين لا متلومين بخلاف العوام(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۳۸۲،۳۸۳، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

وإنما لا يكره عن مطلق التطوع على وجه لا يعلم العوام ذلک كيلا يعتادوا الصوم فيه فيظنه الجهال زيادة على رمضان(تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۴۳ ،كتاب الصوم)

وكره فيه "أى يوم الشک "كل صوم "من فرض وواجب وصوم ردد فيه بين نفل وواجب "إلا صوم نفل جزم به بلا ترديد بينه وبين صوم آخر "فإنه لا يكره لحديث السرار إذا كان على وجه لا يعلم العوام ذلک ليعتادوا صومه ظنا منهم زيادته على الفرض وإذا وافق معتاده فصومه أفضل اتفاقا واختلفوا فى الأفضل إذا لم يوافق معتاده قيل الأفضل النظر احترازا لظاهر النهى وقيل الصوم اقتداء بعلى وعائشة رضى الله عنهما فإنهما كانا يصومانه (مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح،ص ۲۴۰، كتاب الصوم، فصل فيما يثبت به الهلال وفى صوم الشک وغيره)

۲ والمنع للعوام لئلا يظن انه من رمضان وهو الوجه فى النهى عن التقدم المذكور فى حديث الباب وقد شوهد انهم يفهمون كذلک بل يترقى بعضهم عليه فيقول اذا لم ير هلال شوال فى التاسع والعشرين الذى هو الثلاثون بحساب ذلک الرجل مابال العلماء يصومون احدا وثلاثين يوما؟ فهذه مفسدة عظيمة، والله تعالىٰ اعلم (اعلاء السنن ج ۹ ص ۱۲۴، باب النهى عن صوم يوم الشک)

وايضاً ففى صوم الخواص وافتائهم بالعوام بالفطر فتنة ايضا فان صومهم لايكاد يخفىٰ بل يظهر الناس فيرتابون فى فتاوى العلماء ،ويقولون امرونا بالافطار واخذوا لانفسهم بالحوطة ، فهل زمام الشريعة بايديهم حيث حرموا الصوم علينا، واحله لانفسهم؟وفيه من الفساد مالايخفى، والفقيه من وقف على حال اهل زمانه ، والله تعالىٰ اعلم (ايضاًص ۱۲۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

افسوس ہے کہ آج کے دور میں بعض لوگ اس سلسلہ میں بہت بے احتیاطی کرتے ہیں، اور باوجودیکہ چاند کی رؤیت کا فیصلہ کرنے کے لئے حکومتِ وقت کی طرف سے حاکم یا باتفاقِ علاقہ ایک جماعت (کمیٹی) مقرر ہوتی ہے، اور وہ شرعی اصولوں کے مطابق چاند کی رؤیت ثابت ہونے پر فیصلہ کرتی ہے، مگر یہ لوگ اس کے فیصلے سے ایک دو دن پہلے ہی کھلے عام روزہ رکھ کر رمضان کا آغاز کردیتے ہیں، اور پھر انتیس یا تیس دن کے بعد عید بھی منالیتے ہیں۔

اور زیادہ تعجب وحیرت کن بات یہ ہے کہ دوسرے مہینوں کے آغاز واختتام بلکہ اکثر وبیشتر شعبان کے آغاز کا معاملہ تو یہ لوگ حاکم یا مجاز جماعت کے فیصلہ کے مطابق کرتے ہیں، مگر یکا یک رمضان کے چاند میں اختلاف شروع کردیتے ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے حساب کو درست رکھنے کے لئے شعبان کے چاند کی حفاظت کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔

پس مذکورہ طرزِ عمل قابلِ اصلاح ہے۔

تفصیلی دلائل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ: ''پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت''

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال العثماني: وبالجملة فدليل من منع عن صوم يوم الشک الا للمعتاد اقویٰ رواية ودراية وماذكره اصحابنا فی تاويل الحديثين ومن استثناء الخوص عن هذا النهی مجرد تاويل فی معرض النص هذا ولكنی لا افتی علی كراهته للخصاص لكونی مقلد الامام الاعظم ابی حنيفة واصحابه ولكن الاولیٰ عندی قول محمد بن سلمه من الحنفية ان افراد يوم الشک بصومه خلاف الاولیٰ والفطر فيه افضل للعوام والخواص جميعا خصوصا وقد قال اصحابنا ان الخروج من خلاف العلماء مستحب وفيه خلاف كما تری والله اعلم، ولاسيّما فی هذا الزمان فان صوم المفتی والقاضی قلما يخفی علی العامة كما هو مشاهد والحنفية انما اجازوه للخواص بشرط الاخفاء التام عن العوام كما ذكره فی فتح القدير (ص۲۴۷، ۲۴۸، ج۲) وان كان الصوم بشرط الاخفاء ايضا خلاف الافضل عندی وبه قال محمد بن سلمة من اصحابنا وكفی به لی قدوة وذا تأيد قوله بالحديث وتقوی رواية ودراية هذا والله سبحانهٗ اعلم وعلمه اتم واحكم (امدادالاحكام ج۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳)

Idara Ghufran

# شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت

شعبان کا پورا مہینہ بابرکت اور فضیلت والا ہونے کے ساتھ ساتھ شعبان کی پندرہویں رات خصوصیت کے ساتھ بہت فضیلت والی رات ہے۔

عام بول چال میں آج کل شعبان کی پندرہویں رات کو''شبِ برأت'' کہتے ہیں۔

شب کے معنٰی فارسی میں رات کے ہیں اور برأت عربی کا لفظ ہے جس کے معنٰی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں، چونکہ اس رات میں رحمتِ الٰہی کے طفیل لاتعداد انسان جہنم سے نجات پاتے ہیں اس لئے اس رات کو''شبِ برأت'' کہتے ہیں۔

شعبان کی یہ پندرہویں رات چودہ تاریخ کو سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے، کیونکہ چاند کی تاریخوں میں عام قاعدہ کے مطابق رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں، یعنی رات کی تاریخ اگلے دن کے اعتبار سے اور اس کے تابع شمار ہوتی ہے۔

آج کل کیونکہ اس رات اور اس سے متعلق احکام کے بارے میں بہت زیادہ افراط وتفریط پائی جارہی ہے۔

ایک گروہ وہ ہے جو کہ سرے سے اس رات کی فضیلت ہی کا قائل نہیں، اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ شبِ برأت کی فضیلت کے بارے میں جو احادیث وروایات آئی ہیں وہ سب کی سب یا تو موضوع ومن گھڑت ہیں یا شدید قسم کی ضعیف ہیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ صحیح نہیں۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو شبِ برأت کو ہی سب کچھ سمجھے ہوئے ہے، اس کے نزدیک شعبان کی پندرہویں رات (یعنی شبِ برأت) کی اہمیت شبِ قدر سے بھی زیادہ ہے، اور اس نے صرف شعبان کی پندرہویں رات میں جاگ لینے اور عبادت کرلینے کو ہی دنیا اور آخرت کی کامیابی اور نجات کا ذریعہ خیال کررکھا ہے، اور شریعت کے دوسرے ضروری درجہ کے احکام کو نظر انداز کررکھا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شریعت کے دوسرے احکام میں نہ حلال وحرام کی فکر ہے اور نہ فرائض اور واجبات کا اہتمام ہے، نہ حقوق اللہ کی فکر ہے اور نہ حقوق العباد کی۔

تیسرا گروہ وہ ہے جس نے اس رات کی فضیلت کے نام پر بے شمار بدعتیں اور رسمیں ایجاد کرلی ہیں اوران رسموں کوانجام دینے کا نام ہی شبِ برأت رکھ لیا ہے۔

حالانکہ یہ دونوں گروہ بھی سخت غلطی پر ہیں۔

اوراس بارے میں صحیح اور معتدل نقطۂ نظر یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کی احادیث وروایات کو مجموعی طور پر قبول اوراس میں عبادت کے مستحب ہونے کے وجود کو تسلیم کیا جائے ،لیکن اس رات کی عبادت کو صرف مستحب درجہ کا عمل سمجھا جائے ،اس کوفرائض اورواجبات سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے ،اورشعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں جو چیزیں شریعت سے ثابت ہیں ان کواپنے اپنے مقام پر رکھ کرانجام دیا جائے ،اورافراط وتفریط سے بچا جائے۔

آنے والے مضمون میں معاشرے میں پائی جانے والی اس قسم کی افراط وتفریط کا جائزہ لیا گیا ہے اوراس بارے میں بحمد اللہ تعالیٰ صحیح نقطۂ نظر بھی اعتدال کے ساتھ واضح کردیا گیا ہے۔

## احادیث وروایات سے پندرہ شعبان کی فضیلت کا ثبوت

پہلے پندرہ شعبان کے بارے میں وارد ہونے والی چند احادیث وروایات کو ذکر کیا جاتا ہے،اس کے بعدانشاء اللہ تعالیٰ بعض محدثین ،فقہائے کرام اوراکابر کے حوالوں سے اس رات اوراس میں عبادت کی فضیلت واہمیت کو بیان کیا جائے گا،اور پھر پندرہ شعبان کے احکام اور بدعات ومنکرات کا جائزہ لیا جائے گا۔

### حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ (سنن الترمذی) [1]

[1] حدیث نمبر ۷۳۹، بَابُ مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، سنن ابن ماجه، حدیث نمبر ۱۳۸۹، بَابُ مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۶۰۱۸؛،شعب الايمان للبيهقی، حدیث نمبر ۳۵۴۵، الابانة الكبرىٰ لابنِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اللہ عزّ وجل پندرہ شعبان کی رات میں آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بطة، حديث نمبر ٢٥٦٦، مسند عبد بن حميد، حديث نمبر ١٥١٤، مسند اسحاق بن راهويه، حديث نمبر ٨٥٠،شرح السنة للبغوى، حديث نمبر ٩٩٢، أخبار مكةللفاكهى، حديث نمبر ١٨٣٩.

قال الترمذى:

وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ :.حَدِيثُ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الحَجَّاجِ، وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يُضَعِّفُ هَذَا الحَدِيثَ، وقَالَ :يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُرْوَةَ، وَالحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ.

اخبارِ مکۃ للفاکہی میں حجاج بن ارطاۃ اور کثیر بن مرّہ کے درمیان مکحول کا واسطہ ہے۔

اور حجاج بن ارطاۃ کا ضعف حفظ کی جہت سے ہے، نہ کہ کذب کی جہت سے؛ پس یہ حدیث شدید ضعیف نہیں ہے، اور ہمارے نزدیک دوسری اسناد سے مل کر حسن درجے میں داخل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

حجاج بن أرطاة، م ابن ثور بن هبيرة بن شراحيل بن كعب، الامام العلامة، مفتى الكوفة مع الامام أبى حنيفة، والقاضى ابن أبى ليلى، أبو أرطاة النخعى الكوفى الفقيه، أحد الاعلام . ولد فى حياة أنس بن مالك، وغيره من صغار الصحابة...... وكان من بحور العلم، تكلم فيه لبأوفيه، ولتدليسه، ولنقص قليل فى حفظه، ولم يترك......قال سفيان بن عيينة :سمعت ابن أبى نجيح يقول :ما جاء نا منكم مثله -يعنى حجاج ابن أرطاة -وقال حفص بن غياث :قال لنا سفيان الثورى يوما :ما تأتون ؟ قلنا :الحجاج بن أرطاة.قال :عليكم به، فإنه ما بقى أحد أعرف بما يخرج من رأسه منه .وقال حماد بن زيد :حجاج بن أرطاة أقهر عندنا بحديثه من سفيان......وقال أحمد العجلى :كان فقيها، أحد مفتى الكوفة، وكان فيه تيه، فكان يقول :أهلكنى حب الشرف .ولى قضاء البصرة، وكان جائز الحديث، إلا أنه صاحب إرسال، كان يرسل عن يحيى بن أبى كثير، ولم يسمع منه شيئا، ويرسل عن مكحول، ولم يسمع منه، وإنما يعيبون منه التدليس .روى نحوا من ست مئة حديث ...... وقال ابن أبى خيثمة، عن يحيى بن معين، قال :هو صدوق، ليس بالقوى......وقال أبو زرعة :صدوق مدلس .وقال أبو حاتم :صدوق يدلس عن الضعفاء، يكتب حديثه، فإذا قال :حدثنا، فهو صالح، لا يرتاب فى صدقه وحفظه، ولا يحتج بحديثه، لم يسمع من الزهرى، ولا من هشام بن عروة ولا من عكرمة......وقال النسائى :ليس بالقوى .وقال عبدالرحمن بن خراش :كان حافظا للحديث، وكان مدلسا .وقال ابن عدى :إنما عاب الناس عليه تدليسه عن الزهرى وغيره، وربما أخطأ فى بعض الروايات، فأما أن يتعمد الكذب، فلا، وهو ممن يكتب حديثه .وقال يعقوب بن شيبة :واهى الحديث، فى حديثه اضطراب كثير، وهو صدوق، وكان أحد الفقهاء .قال أبو بكر الخطيب : الحجاج أحد العلماء بالحديث، والحفاظ له .......قال شعبة :اكتبوا عن حجاج وابن إسحاق، فإنهما حافظان......قال ابن حبان : كان حجاج صلفا، خرج مع المهدى إلى خراسان، فولاه القضاء .قال: ومات منصرفة من الرى سنة خمس وأربعين ومئة .تركه ابن المبارك، ويحيى القطان، وعبد الرحمن، وابن معين، وأحمد كذا قال ابن حبان، وهذا ليس بجيد .وقد قدمنا عبارات هؤلاء فى حجاج، نعوذ به ( تعالى ) من التهور فى وزن العلماء .(سيراعلام النبلاء ج٧ص ٦٩تا ٧٥ ملخصاً)

www.idaraghufran.org

پھر بنوکلب (قبیلہ) کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری سند سے مروی لمبی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

**هٰـذِهٖ لَيْـلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَطَّلِعُ عَلٰى عِبَادِهٖ فِيْ لَيْلَةِ النِّـصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِيْنَ، وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِيْنَ، وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحِقْدِ كَمَا هُمْ** (شعب الایمان للبیهقی) [1]

ترجمہ: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے، اللہ عزّ وجل پندرہ شعبان کی رات میں اپنے بندوں پر توجہ (یعنی خصوصی رحمت کی نظر) فرماتے ہیں، پس بخشش چاہنے والوں کی بخشش فرماتے ہیں، اور رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتے ہیں، اور کینہ (وبغض) رکھنے والوں کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک لمبی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

**هٰـذِهِ اللَّيْـلَةُ، لَيْـلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهٖ إِلَّا الْمُشْرِكَ وَالْمُشَاحِنَ** (شعب الایمان للبیهقی) [2]

---

[1] حديث نمبر ٣٥٥٤، كتاب الصيام، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

قال البيهقي:

قُلْتُ :هَـذَا مُـرْسَـلٌ جَيِّـدٌ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ أَخَذَهُ مِنْ مَكْحُولٍ وَاللهُ أَعْـلَـمُ وَقَـدْ رُوِيَ فِـي هَـذَا الْبَـابِ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ، رُوَاتُها قَوْمٌ مَجْهُولُونَ. قَدْ ذَكَرْنَا فِي كِتَابِ الدَّعَوَاتِ.

[2] حديث نمبر ٣٥٥٧، كتاب الصيام، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض؛ الأمالي المطلقة -لابن حجر ج ١ ص ١٢١.

قال ابن حجر:

هـذا حديث غريب ورجـالـه مـوثوقون إلا سليمان بن أبي كريمة ففيه مقال وقد رواه بطوله النضر بن كثير عن يحيى بن سعيد الأنصاري عن عروة أخرجه البيهقي في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ترجمہ: یہ رات، پندرہ شعبان کی رات ہے، جس میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، پس اپنے بندوں کی بخشش فرماتے ہیں، سوائے مشرک اور بغض (و کینہ) رکھنے والے کے (ترجمہ ختم)

اس موقع پر یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جسمِ مادّی سے پاک ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے کو مادی چیزوں کے مطابق سمجھنا درست نہیں۔

پس عافیت وسلامتی اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا پر اپنی شان کے مطابق نزول فرمانے پر ایمان رکھا جائے، اوراس کی پوری حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے کہ اس کی پوری حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں۔ ؎1

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فضائل الأوقات من طريقه والنضر بن كثير أيضا فيه مقال لكنه أصلح حالا من سليمان والمتعلق منه بنصف شعبان أخرجه أحمد والترمذی وابن ماجة من طريق يحيی بن أبی كثير عن عروة عن عائشة لكن بلفظ آخر وله شاهد بلفظه من حديث معاذ بن جبل وغيره كما تقدم فی المجلس الثامن والعشرين ،وله شاهد من حديث أبی بكر الصديق (الأمالی المطلقة -لابن حجرج ا ص ۱۲۱)

و أما حديث عائشة فيرويه حجاج عن يحيى بن أبی كثير عن عروة عنه مرفوعا بلفظ " :إن الله تعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا ، فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب ." أخرجه الترمذی(۱/۱۴۳)و ابن ماجه(۱۳۸۹)و اللالكائی(۱/۱۰۱/۲)و أحمد(۶/۲۳۸)و عبد بن حميد فی "المنتخب من المسند "(۱۹۴/-۱،مصورة المكتب) و فيه قصة عائشة فی فقدها النبی صلى الله عليه وسلم ذات ليلة .و رجاله ثقات لكن حجاج و هو ابن أرطأة مدلس و قد عنعنه ،و قال الترمذی "و سمعت محمد ( يعنی البخاری ) : يضعف هذا الحديث . "و جملة القول أن الحديث بمجموع هذه الطرق صحيح بلا ريب و الصحة تثبت بأقل منها عددا ما دامت سالمة من الضعف الشديد كما هو الشأن فی هذا الحديث ، فما نقله الشيخ القاسمی رحمه الله تعالى فی " إصلاح المساجد "(۱۰۷)عن أهل التعديل و التجريح أنه ليس فی فضل ليلة النصف من شعبان حديث صحيح ، فليس مما ينبغی الاعتماد عليه ، و لئن كان أحد منهم أطلق مثل هذا القول فإنما أوتی من قبل التسرع و عدم وسع الجهد لتتبع الطرق على هذا النحو الذی بين يديك .و الله تعالى هو الموفق (السلسلة الصحيحة الكاملة،تحت حديث رقم ۱۱۴۴)

؎1 (وعن أبی هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :ينزل ربنا ") ، أی :أمره لبعض ملائكته أو ينزل مناديه ( "تبارك ") : كثر خيره ورحمته وآثار جماله ( "وتعالى ") : عن صفات المخلوقين من الطلوع والنزول، وارتفع عن سمات الحدوث بكبريائه وعظمته وجلاله، قيل :إنهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن کئی روایات میں شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف نظرِ رحمت فرمانے کا ذکر آیا ہے، اس لیے اہلِ علم حضرات نے شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت بندوں کی طرف اُترتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور بخشش بندوں پر زیادہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کی دُعا کو منظور اور توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جملتان معترضتان بين الفعل وظرفه للتنبيه على التنزيه، لئلا يتوهم أن المراد بالإسناد ما هو حقيقته، ( "كل ليلة إلى السماء الدنيا ") : قال ابن حجر، أى ينزل أمره ورحمته أو ملائكته، وهذا تأويل الإمام مالك وغيره ويدل له الحديث الصحيح "إن الله عز وجل يمهل حتى يمضى شطر الليل، ثم يأمر مناديا ينادى فيقول :هل من داع فيستجاب له ؟ "الحديث، والتأويل الثانى، ونسب إلى مالك أيضا، أنه على سبيل الاستعارة، ومعناه الإقبال على الداعى بالإجابة واللطف والرحمة وقبول المعذرة، كما هو عادة الكرماء ، لا سيما الملوك إذا نزلوا بقرب محتاجين ملهوفين مستضعفين . قال النووى فى شرح مسلم :فى هذا الحديث وشبهه من أحاديث الصفات وآياتها مذهبان مشهوران .فمذهب جمهور السلف وبعض المتكلمين الإيمان بحقيقتها على ما يليق به تعالى، وأن ظاهرها المتعارف فى حقنا غير مراد، ولا نتكلم فى تأويلها مع اعتقادنا تنزيه الله سبحانه عن سائر سمات الحدوث .والثانى :مذهب أكثر المتكلمين وجماعة من السلف، وهو محكى عن مالك والأوزاعى إنما تتأول على ما يليق بها بحسب بواطنها، فعليه :الخبر مئول بتأويلين، أى المذكورين، وبكلامه وبكلام الشيخ الربانى أبى إسحاق الشيرازى، وإمام الحرمين، والغزالى وغيرهم من أئمتنا وغيرهم يعلم أن المذهبين متفقان على صرف تلك الظواهر، كالمجىء ، والصورة، والشخص، والرجل، والقدم، واليد، والوجه، والغضب، والرحمة، والاستواء على العرش، والكون فى السماء ، وغير ذلك مما يفهمه ظاهرها لما يلزم عليه من محالات قطعية البطلان تستلزم أشياء يحكم بكفرها بالإجماع، فاضطر ذلك جميع الخلف والسلف إلى صرف اللفظ عن ظاهره، وإنما اختلفوا هل نصرفه عن ظاهره معتقدين اتصافه سبحانه بما يليق بجلاله وعظمته من غير أن نئوله بشىء آخر، وهو مذهب أكثر أهل السلف، وفيه تأويل إجمالى أو مع تأويله بشىء آخر، وهو مذهب أكثر أهل الخلف وهو تأويل تفصيلى، ولم يريدوا بذلك مخالفة السلف الصالح، معاذ الله أن يظن بهم ذلك، وإنما دعت الضرورة فى أزمنتهم لذلك ;لكثرة المجسمة والجهمية وغيرها من فرق الضلالة، واستيلائهم على عقول العامة، فقصدوا بذلك ردعهم وبطلان قولهم، ومن ثم اعتذر كثير منهم وقالوا :لو كنا على ما كان عليه السلف الصالح من صفاء العقائد وعدم المبطلين فى زمنهم لم نخض فى تأويل شىء من ذلك، وقد علمت أن مالكا والأوزاعى، وهما من كبار السلف أولا الحديث تأويلا تفصيليا، وكذلك سفيان الثورى أول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور یوں تو صحیح احادیث کی رو سے دوسری راتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نزول فرماتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاستواء على العرش بقصد أمره، ونظيره (ثم استوى إلى السماء) (البقرة: ۲۹) أى: قصد إليها، ومنهم الإمام جعفر الصادق، بل قال جمع منهم ومن الخلف: إن معتقد الجهة كافر، كما صرح به العراقى، وقال: إنه قول لأبى حنيفة ومالک والشافعى والأشعرى والباقلانى. وقد اتفق سائر الفرق على تأويل نحو: (وهو معكم أين ما كنتم) (الحديد: ۴)(ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم) (المجادلة: ۷) الآية (فأينما تولوا فثم وجه الله) (البقرة: ۱۱۵) و (ونحن أقرب إليه من حبل الوريد) (ق: ۱۶)و "قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمن"، "والحجر الأسود يمين الله فى الأرض "وهذا الاتفاق يبين لک صحة ما اختاره المحققون أن الوقف على (الراسخين فى العلم) لا الجلالة. قلت: الجمهور على أن الوقف على (إلا الله) وعد، وأوقفه وقفا لازما، وهو الظاهر؛ لأن المراد بالتأويل معناه الذى أراده تعالى وهو فى الحقيقة لا يعلمه إلا الله جل جلاله ولا إله غيره، وكل من تكلم فيه تكلم بحسب ما ظهر له، ولم يقدر أحد أن يقول: إن هذا التأويل هو مراد الله جزما، ففى التحقيق الخلاف لفظى، ولهذا اختار كثيرون من محققى المتأخرين عدم تعيين التأويل فى شىء معين من الأشياء التى تليق باللفظ، ويكلون تعيين المراد بها إلى علمه تعالى، وهذا توسط بين المذهبين وتلذذ بين المشربين، واختار ابن دقيق العيد توسطا آخر، فقال: إن كان التأويل من المجاز البين الشائع، فالحق سلوكه من غير توقف أو من المجاز البعيد الشاذ فالحق تركه، وإن استوى الأمران فالاختلاف فى جوازه وعدمه مسألة فقهية اجتهادية، والأمر فيها ليس بالخطر بالنسبة للفريقين. قلت: التوقف فيها لعدم ترجيح أحد الجانبين، مع أن التوقف مؤيد بقول السلف، ومنهم الإمام الأعظم، والله أعلم. وقال القاضى: المراد بنزوله: دنو رحمته ومزيد لطفه على العباد، وإجابة دعوتهم، وقبول معذرتهم، كما هو ديدن الملوک الكرماء والسادة الرحماء إذا نزلوا بقرب قوم ملهوفين محتاجين مستضعفين، وقد روى: يهبط من السماء العليا إلى السماء الدنيا، أى: ينتقل من مقتضى صفات الجلال التى تقتضى الأنفة من الأرذال، وعدم المبالاة، وقهر العداة، والانتقام من العصاة إلى مقتضى صفات الجمال المقتضية للرأفة والرحمة وقبول المعذرة والتلطف بالمحتاج، واستقراض الحوائج، والمساهلة، والتخفيف فى الأوامر والنواهى، والإغضاء عما يبدو من المعاصى، ولهذا قيل: هذا تجل صورى لا نزول حقيقى، فارتفع الإشكال، والله أعلم بالحال. ("حين يبقى ثلث الليل"): بضم لام ثلث وسكونه ("الآخر"): بالرفع صفة ثلث. قال ابن الملک: قيل هذا الحديث متشابه، وقيل: معناه فينتقل كل ليلة من صفات الجلال إلى صفات الرحمة والجمال، قلت: التعبير بالانتقال لا يرتضيه أهل الكمال لتوهم النقص والزوال، وكأنه أراد به الظهور والتجلى بصفة الجمال (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۹۲۴، كتاب الصلاة، باب التحريض على قيام الليل)

لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُوْلُ :مَنْ يَّدْعُوْنِيْ، فَأَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهٗ، مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهٗ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزولِ رحمت فرماتے ہیں، جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے، تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے، تو میں اس کو عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے، تو میں اس کی مغفرت کروں؟ (ترجمہ ختم) [2]

لیکن شعبان کی پندرہویں رات کا احادیث وروایات میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول دوسری عام راتوں کے مقابلہ میں خاص شان اور عمومی انداز کا ہوتا ہے، جس کے مستحق چند مستثنیٰ افراد کے علاوہ دوسرے سب لوگ ہوتے ہیں۔ [3]

---

[1] حدیث نمبر ۱۱۴۵، کتاب الجمعة، باب الدعاء فی الصلاة من آخر الليل، ،دار طوق النجاة،واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۶۳۲۱، وحديث نمبر ۷۴۹۴،مسلم حديث نمبر ۷۵۸، ج ۱ ص ۵۲۱، باب الترغيب فی الدعاء والذكر فی آخر الليل.

[2] بعض روایات میں اللہ تعالیٰ کے ہر رات میں آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے کا ذکر رات کا اول تہائی حصہ گزرنے کے بعد آیا ہے۔

اور بعض روایات میں رات کے نصف حصے میں آیا ہے، اور بعض روایات میں بغیر کسی قید کے رات کے وقت میں آیا ہے۔

مگر اس سلسلہ میں بہت سے محدثین نے ترجیح رات کے آخری تہائی حصے والی احادیث کو ہی دی ہے۔

اور فرمایا ہے کہ جن احادیث میں رات کے کسی خاص حصہ کو ذکر نہیں کیا گیا، اس سے مراد بھی رات کا آخری تہائی حصہ ہی ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں جو مختلف احادیث آئی ہیں، وہ سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اور ان سب اوقات میں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نزول رحمت فرماتے ہیں، البتہ رات کے آخری تہائی حصہ میں توجہ ورحمت کا نزول زیادہ ہوتا ہے۔

[3] اور بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے پیشِ نظر یہ فرمایا کہ پندرہ شعبان کی رات میں ابتدائی رات سے ہی نزول شروع ہوجاتا ہے۔

(إن الله تعالى ينزل) بفتح أوله (ليلة النصف من شعبان) أى ينزل أمره أو رحمته على ما تقرر قال القاضى :لما ثبت بالقواطع العقلية أنه تعالى منزه عن الجسمية والتحيز والحلول امتنع عليه النزول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

**أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على معنى الانتقال من موضع أعلا إلى أخفض منه بل المعنى به على ما ذكره أهل الحق دنو رحمته ومزيد لطفه على العباد وإجابة دعوتهم وقبول معذرتهم كما هو ديدن الملوك والسادة الرحماء إذا نزلوا بقرب محتاجين ملهوفين مستضعفين فقوله (إلى سماء الدنيا) أى ينتقل من مقتضى صفات الجلال المقتضية للأنفة من الأرذال وعدم المبالاة وقهر العداوة والانتقام من العصاة إلى مقتضى صفات الإكرام المقتضية للرحمة والرأفة وقبول المعذرة والتلطف بالمحتاج واستعراض الحوائج والمساهلة والتخفيف فى الأوامر والنواهى والإغضاء عما يبدو من المعاصى والتركيب فى سماء الدنيا من قبيل مسجد الجامع والقياس السماء الدنيا كما فى الحديث المتقدم >تنبيه <قال بعض العارفين رضى الله عنه ما من ليلة إلا وينزل من السماء فى الثلث الأخير فتوح ربانى ومدد فيلتقطه هل التسليم ثم أهل التفويض ثم تقع الإفاضة من هؤلاء على أصحاب الدوائر العلية أقطاب الأفلاك الكلية ثم تقع منهم على الحفظة والنواب وولاة الأمر ثم منهم على الملكين والصالحين والعلماء العاملين ممن حضر فتح الباب وتنزل الأمداد فإن الهدية لمن حضر قال وأما النائمون فى الثلث الآخر فتصيبهم عند أخذ الرجال الخمس المعروفين بين الأولياء فإنه يأخذ لكل من غاب نصيبا عند صلاة الصبح إما قبل فراغه أو معه ومن تخلف عن اليقظة عند صلاة الصبح فإن نصيبه يعطاه فى أسبابه الدنيوية إذا رضى بإقامة الله له فيها وما بقى بعد ذلك فهو حظ الأنعام وأمثالهم من العوام الغافلين عن الأسباب (فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب) قال الزين العراقى مزية ليلة نصف شعبان مع أن الله تعالى ينزل كل ليلة أنه ذكر مع النزول فيها وصف آخر لم يذكر فى نزول كل ليلة وهو قوله فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب وليس ذا فى نزول كل ليلة ولأن النزول فى كل ليلة مؤقت بشرط الليل أو ثلثه وفيها من الغروب (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۱۹۴۲)

(وعن على رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها) : قال الطيبى :الظاهر أن يقال فقوموا فيها، وإذا ذهب إلى وضع الظاهر موضع المضمر أن يقال ليلة النصف، فأنث الضمير اعتبارا للنصف ;لأنها عين تلك الليلة اهـ .وقد يقال: لعل المراد أن يقع القيام فى جميع ما يطلق عليه اسم الليل من أجزاء تلك الليلة، وهو أبلغ من القيام فيها، وحسنة أيضا مقابلة قوله :(وصوموا يومها) ، أى :فى نهار تلك الليلة بكماله، ويعاضد قوله :(فإن الله تعالى ينزل) ، أى :يتجلى بصفة الرحمة تجليا عاما لا يختص بأرباب الخصوص، ولا بوقت دون وقت (فيه) ، أى :فى تلك الليلة (لغروب الشمس) ، أى :أول وقت غروبها (إلى السماء الدنيا) : متعلق بينزل بتضمين ناظر، انظر العناية إلى جهة السماء الدنيا التى هى مشتملة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

الدُّنْيَا فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ فِيْهَا لِكُلِّ بَشَرٍ مَا خَلَا كَافِرًا أَوْ رَجُلًا فِيْ قَلْبِهٖ شَحْنَاءُ. فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى :إِلَّا رَجُلًا مُشْرِكًا أَوْ فِيْ قَلْبِهٖ شَحْنَاءُ(الإبانة الكبرى لابنِ بطة ) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على أبواب فتوحات أرباب الدنيا، وقبلة دعائهم، ومصعد أعمالهم، ومرتقى أرواحهم (مرقاة، ج۳ص ۹۷۶، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

مگر کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مستدل روایت کا ضعیف ہونا تو واضح ہے، اور بہت سے حضرات کے نزدیک یہ روایت شدید ضعیف بھی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ضعیف احادیث سے استدلال بھی محلِ نظر ہے، چہ جائیکہ جو حدیث عند البعض شدید ضعیف بھی ہو۔ اس لئے بندہ کو اس روایت سے نصف شعبان کی رات میں اولِ لیل سے ہی نزولِ الٰہی کے استدلال پر اطمینان نہیں ہے، اور بندہ کو راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ نصف شعبان کی رات کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ''يتجلى بصفة الرحمة تجليا عاما لا يختص بأرباب الخصوص''

لیکن کیونکہ نصف شعبان سے متعلق نزول کی روایات میں رات کے کسی خاص حصے کی قید نہیں، اور لیل کا اطلاق غروب کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے، اس لئے یہ نزول رات کے سب اجزاء میں عام سمجھا جائے گا۔

[1] ج۷ص ۲۲۲، حديث نمبر ۱۷۳، دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض، واللفظ لهٔ؛ أخبار مكة للفاكهي، حديث نمبر ۱۸۳۸؛ شعب الايمان، حديث نمبر ۳۵۴۶، وحديث نمبر ۳۵۴۷؛ مسند ابى بكر للمروزى، حديث نمبر ۱۰۴؛ شرح السنة، جزء ۱، صفحه ۲۳۸،مسند البزار،حديث نمبر ۸۰.

قال البزار:

وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن أبى بكر إلا من هذا الوجه وقد روى عن غير أبى بكر، وأعلى من رواه عن النبى صلى الله عليه وسلم أبو بكر وإن كان فى إسناده شىء فجلالة أبى بكر تحسنه، وعبد الملك بن عبد الملك ليس بمعروف، وقد روى هذا الحديث أهل العلم ونقلوه واحتملوه فذكرناه لذلك.

وقال الهيثمى:

رواه البزار، وفيه عبد الملك بن عبد الملك، ذكره ابن أبى حاتم فى الجرح والتعديل، ولم يضعفه، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ،ج۸ص ۶۵ ،باب ما جاء فى الشحناء )

وقال المنذرى:

وعن معاذ بن جبل رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه و سلم قال يطلع الله إلى جميع خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن

رواه الطبرانى فى الأوسط وابن حبان فى صحيحه والبيهقى ورواه ابن ماجه بلفظه من حديث أبى موسى الأشعرى والبزار والبيهقى من حديث أبى بكر الصديق رضى الله عنه بنحوه بإسناد لا بأس به(الترغيب والترهيب ،ج۳ص۳۰۷، كتاب الأدب وغيره الترغيب فى الحياء وما جاء فى فضله والترهيب من الفحش والبذاء )

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل شعبان کے مہینے کی نصف رات میں آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتے ہیں، پھر اس رات میں ہر انسان کی مغفرت کا فیصلہ فرماتے ہیں، سوائے کافر، یا اس آدمی کے جس کے دل میں بُغض ہو، اور دوسری روایت میں ہے کہ سوائے مشرک کے یا جس کے دل میں بُغض ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَيَغْفِرُ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ إِلَّا الْعَاقَّ والْمُشَاحِنَ (شعب الايمان للبيهقى) [1]

ترجمہ: پھر ہر مومن کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے والدین کے نافرمان کے، اور کینہ وَر کے (ترجمہ ختم)

## حضرت عبداللّٰہ بن عمرو بن عاص رضی اللّٰہ عنہ کی روایت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهٖ إِلَّا لِاثْنَيْنِ :مُشَاحِنٍ ، وَقَاتِلِ نَفْسٍ

(مسنداحمد، حديث نمبر ۶۶۴۲ ،مؤسسة الرسالة، بيروت) [2]

---

[1] حديث نمبر ۳۵۴۸، كتاب الصيام، صوم شعبان، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

قال الالبانى:

و أما حديث أبى بكر الصديق فيرويه عبد الملك بن عبد الملك عن مصعب بن أبى ذئب عن القاسم بن محمد عن أبيه أو عمه عنه .أخرجه البزار أيضا و ابن خزيمة فى " التوحيد "(ص ۹۰)و ابن أبى عاصم و اللالكائى فى "السنة "(۱/۹۹/۱) و أبو نعيم فى "أخبار أصبهان "(۲/۲)و البيهقى كما فى "الترغيب "(۳/۲۸۳)و قال " :لا بأس بإسناده ! "و قال الهيثمى " :و عبد الملك بن عبد الملك ذكره ابن أبى حاتم فى "الجرح و التعديل "و لم يضعفه .و بقية رجاله ثقات ! "كذا قالا ، و عبد الملك هذا قال البخارى " :فى حديثه نظر . "يريد هذا الحديث كما فى " الميزان(السلسلة الصحيحة الكاملة،تحت حديث ۱۱۴۴ )

[2] فى حاشية مسند احمد:

حديث صحيح بشواهده، وهذا إسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة، وحيى بن عبد الله . وذكره الهيثمى فى "مجمع الزوائد۸/۶۵"، وقال :رواه أحمد، وفيه ابنُ لهيعة، وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں رات میں اپنی مخلوق کی طرف (خصوصی رحمت کی نظر کے ساتھ) متوجہ ہوتے ہیں، اور اپنے بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے دو شخصوں کے، ایک تو کینہ ور، اور دوسرے کسی کو (ناحق) قتل کرنے والا (ترجمہ ختم)

## حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ:

يَطَّلِعُ اللّٰهُ إِلٰى خَلْقِهٖ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ إِلَّا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لين الحديث، وبقية رجاله وثقوا . وله شاهد من حديث عائشة، سيرد ۲۳۸/۶ وآخر من حديث معاذ بن جبل عند ابن حبان برقم (۵۶۶۵) وثالث من حديث أبي موسى الأشعري عند ابن ماجه (۱۳۹۰)، وابن أبي عاصم (۵۱۰)، والبيهقي في "شعب الإيمان (۳۸۳۳)" واللالكائي في "شرح أصول الاعتقاد (۷۶۳)" ورابع من حديث أبي بكر عند البزار (۲۰۴۵) وابن خزيمة في "التوحيد" ص ۱۳۶، والبيهقي في "شعب الإيمان (۳۸۲۸)" و (۳۸۲۹)، وابن أبي عاصم (۵۰۹)، واللالكائي (۷۵۰) .وخامس من حديث أبي ثعلبة الخشني عند ابن أبي عاصم في "السنة (۵۱۱)" اللالكائي (۷۶۰) والبيهقي في "شعب الإيمان (۳۸۳۱)" و (۳۸۳۲) .وسادس من حديث أبي هريرة عند البزار (۲۰۴۶) وسابع من حديث عوف بن مالك عند البزار (۲۰۴۸) وعندهم جميعاً لفظ " :مشرك "بدل" :قاتل نفس "الذي تفرد به أحمد من حديث عبد الله بن عمرو .وهذه الشواهد وإن كان في إسناد كل منها مقال إلا أنه بمجموعها يصح الحديث ويقوى. وقد نقل القاسمي في كتابه "إصلاح المساجد" ص ۱۰۰ عن أهل التعديل والتجريح "أنه ليس في فضل ليلة النصف من شعبان حديث يصح"، وهذا يعني أنه ليس في هذا الباب حديث يصح إسناده، ولكن بمجموع تلك الأسانيد يعتضد الحديث ويتقوى. والمُشاحن :المعادي، والشحناء :العداوة (حاشيه مسنداحمد)

قال الالبانی:

و أما حديث عبد الله بن عمرو فيرويه ابن لهيعة حدثنا حيي بن عبد الله عن أبي عبد الرحمن الحبلي عنه .أخرجه أحمد (رقم: ۶۶۴۲) قلت :و هذا إسناد لا بأس به في المتابعات و الشواهد ، قال الهيثمي: و ابن لهيعة لين الحديث و بقية رجاله وثقوا . "و قال الحافظ المنذري (۲۸۳/۳) "و إسناده لين "قلت: لكن تابعه رشدين بن سعد بن حيي به .أخرجه ابن حيويه في "حديثه (۱/۳/۱۰) فالحديث حسن (السلسلة الصحيحة الكاملة تحت حديث ۱۱۴۴)

لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ (صحيح ابن حبان) لے

لے حديث نمبر ٥٦٦٥، ذِكْرُ مَغْفِرَةِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ لِمَنْ شَاء َمِنْ خَلْقِهِ إِلَّا مَنْ أَشْرَكَ بِهِ أَوْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاء،مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ؛ المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر ٢١٥؛ المعجم الأوسط للطبراني، حديث نمبر ٦٧٧٦؛ شعب الإيمان للبيهقي، حديث نمبر ٣٥٥٢.

قال البيهقي:

وَقَدْ رَوَيْنَا هَذَا مِنْ أَوْجُهٍ، وَفِي ذَلِكَ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ لِلْحَدِيثِ أَصْلًا مِنْ حَدِيثِ مَكْحُولٍ ."وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، يَقُولُ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ بِلَفْظِ النُّزُولِ (شعب الإيمان للبيهقي، حديث نمبر ٣٥٥٢)

وقال المنذری:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ فِي الْأَوْسَط وَابْن حبَان فِي صَحِيحه وَالْبَيْهَقِيّ وَرَوَاهُ ابْن مَاجه بِلَفْظِهِ من حَدِيث أبي مُوسَى الْأَشْعَرِيّ وَالْبَزَّار وَالْبَيْهَقِيّ من حَدِيث أبي بكر الصّديق رَضِي الله عَنهُ بِنَحْوِهِ بِإِسْنَاد لَا بَأْس بِهِ(الترغيب والترهيب، ج٣ص٣٠٧)

وقال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجالهما ثقات(مجمع الزوائد ،باب ما جاء في الشحناء )

وفي حاشية ابنِ حبان:

حديث صحيح بشواهده، رجاله ثقات إلا أن فيه انقطاعاً، مكحول لم يلقَ مالك بن يخامر .وأخرجه ابن أبي عاصم في "السنة(٥١٢) "والطبراني في "الكبير (٢١٥/٢٠) "عن هشام بن خالد، بهذا الإسناد .وذكره الهيثمي في المجمع ٦٥/٨" وقال :رواه الطبراني في "الكبير "و "الأوسط "، ورجالهما ثقات . وأخرجه أبو نعيم في "الحلية ١٩١/٥ "من طريق أزهر بن المرزبان، عن عتبة بن حماد، به . وفي الباب عن أبي موسى الأشعري عند ابن ماجة(١٣٩٠ )وابن أبي عاصم(٥١٠ )واللالكائي (٧٦٣)وعن أبي هريرة عند البزار(٢٠٤٦ )وعن أبي ثعلبة عند ابن أبي عاصم(٥١١) واللالكائي(٧٦٠)وعن أبي بكر عند البزار(٢٠٤٥ )وابن خزيمة في "الوحيد "ص ٩٠، وابن أبي عاصم (٥٠٩)واللالكائي في "السنة(٧٥٠) "وعن عوف بن مالك عند البزار(٢٠٤٨ )وعن عبد الله بن عمرو عند أحمد١٧٦/٢ وعن عائشة عند الترمذي(٧٣٩)وأحمد٢٣٨/٦، وابن ماجة(١٣٨٩ )واللالكائي(٧٦٤)وهذه الشواهد وإن كان في كل واحد منهما مقال تقوى حديث الباب.

وقال الالباني:

أما حديث معاذ فيرويه مكحول عن مالك بن يخامر عنه مرفوعا به .أخرجه ابن أبي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں اپنی مخلوق کی طرف (خصوصی رحمت کی) نظر فرماتے ہیں، اور اپنے سب بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک کے، اور بُغض رکھنے والے کے (ترجمہ ختم)

## حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللّٰہ عنہ کی روایت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ:

**إِنَّ اللّٰهَ لَيَطَّلِعُ فِىْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ** (ابنِ ماجه) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عاصم فی "السنة "رقم (٥١٢ بتحقيقى) حدثنا هشام بن خالد حدثنا أبو خليد عتبة بن حماد عن الأوزاعى و ابن ثوبان ( عن أبيه ) عن مكحول به .و من هذا الوجه أخرجه ابن حبان(١٩٨٠ )و أبو الحسن القزوينى فى "الأمالى "(٢/٤)و أبو محمد الجوهرى فى "المجلس السابع "(٢/٣)و محمد بن سليمان الربعى فى " زء من حديثه " (١/٢١٧و١/٢١٨)و أبو القاسم الحسينى فى "الأمالى "(ق١/٢)و البيهقى فى " شعب الإيمان "(٢/٢٨٨/٢)و ابن عساكر فى "التاريخ "(٢/٣٠٢/١٥)و الحافظ عبد الغنى المقدسى فى "الثالث و التسعين من تخريجه "(ق٤٤/٢)و ابن المحب فى "صفات رب العالمين "(٢/٧و٢/١٢٩)و قال " :قال الذهبى :مكحول لم يلق مالك بن يخامر . "قلت :و لولا ذلك لكان الإسناد حسنا ، فإن رجاله موثوقون ، و قال الهيثمى فى "مجمع الزوائد "(٨/٦٥)رواه الطبرانى فى "الكبير "و "الأوسط "و رجالهما ثقات (السلسلة الصحيحة الكاملة،تحت حديث ١١٤٤)

[1] حديث نمبر ١٣٩٠ ،كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها،دار إحياء الكتب العربية، القاهرة، واللفظ لهٗ؛ السنة لابن أبى عاصم، حديث نمبر ٤١٠؛ النزول للدارقطنى، حديث نمبر ٧٦.

تحقيق الألبانى :

حسن (صحيح وضعيف سنن ابنِ ماجه، تحت رقم حديث، ١٣٩٠)

وقال الألبانى فى "السلسلة الصحيحة ٤/٨٦:أخرجه ابن ماجة(١/٤٢٢)من طريق ابن لهيعة عن الضحاك بن أيمن عن الضحاك بن عبد الرحمن بن عرزب عن أبى موسى الأشعرى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :فذكره .قلت :و هذا إسناد ضعيف ، لضعف ابن لهيعة ، و شيخه الضحاك بن أيمن مجهول ، كما فى "التقريب . "و أعله السندى بأن ابن عرزب لم يلق أبا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں (خصوصی رحمت کی) نظر فرماتے ہیں، اور اپنے سب بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک کے، اور بُغض رکھنے والے کے (ترجمہ ختم)

## حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِطَّلَعَ اللّٰهُ إِلٰى خَلْقِهٖ فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِ، وَيُمْلِيْ لِلْكَافِرِيْنَ، وَيَدَعُ أَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتّٰى يَدَعُوْهُ (شعب الایمان)[1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

موسى .قاله المنذرى . قلت :و إعلال السند بما ذكرنا أولى من إعلاله بالانقطاع لأن هذا لم أجد من ادعاه غير المنذرى ، و لم يذكر فى "التهذيب "أن ابن عرزب لم يلق أبا موسى ، بل ذكر أنه روى عنه .و سكت ، ففيه إشارة إلى أن روايته عنه موصولة ، فالعلة ما ذكرنا ، و الله أعلم . ثم استدركت فقلت :لعل عمدة المنذرى فيما ذهب إليه من الانقطاع هو الرواية الأخرى عند ابن ماجة و ابن أبى عاصم فى "السنة "(رقم:۵۱۰ تحقيقى ) من طريق ابن لهيعة عن الزبير بن سليم عن الضحاک بن عبد الرحمن عن أبيه قال :سمعت أبا موسى عن النبى صلى الله عليه وسلم نحوه .و هذا مما يدل على ضعف ابن لهيعة و عدم ضبطه ، فقد اضطرب فى روايته هذا الحديث على وجوه أربعة ، هذان اثنان منها .و الثالث :قال :حدثنا حيى بن عبد الله عن أبى عبد الرحمن الحبلى عن عبد الله ابن عمرو مرفوعا به إلا أنه قال " :إلا لاثنين :مشاحن و قاتل نفس . "أخرجه أحمد (رقم۶۶۴۲)و قال المنذرى(۲۸۳/۳):إسناده لين.و نحوه قول الهيثمى فى ابن لهيعة(۶۵/۸)لين الحديث.و الرابع :قال :عن عبد الرحمن بن زياد بن أنعم عن عبادة بن نسى عن كثير بن مرة عن عوف بن مالک قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فذكره باللفظ الأول .أخرجه البزار فى "مسنده "(ص:۲۴۵ زوائده)و قال الهيثمى ":إسناد ضعيف . "و مما يشهد للحديث ما أخرجه ابن أبى عاصم فى "السنة "(رقم۵۱۲ بتحقيقى)حدثنا هشام بن خالد حدثنا أبو خليد عتبة بن حماد عن الأوزاعى و ابن ثوبان ( عن أبيه ) عن مكحول عن مالک بن يخامر عن معاذ بن جبل مرفوعا به . و أخرجه ابن حبان فى "صحيحه "(۱۹۸۰)و محمد بن سليمان الربعى فى "جزء من حديثه "(۱/۲۱۷ و۲۱۸)و غيرهم ، و هو خير أسانيده و طرقه ، و قد سبق ذكرها و الكلام عليها مفصلا برقم(۱۱۴۴)و إنما أعدت الكلام على الحديث هنا لزيادة فى التخريج و التحقيق على ما تقدم هناک .و الله ولى التوفيق (السلسلة الصحيحة، تحت رقم روايت۱۵۶۳)

[1] حديث نمبر ۳۵۵۱،كتاب الصيام، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان ،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، واللفظ لهٗ؛ السنن الصغرىٰ للبيهقى، حديث نمبر ۱۱۳۱؛ فضائل الاوقات للبيهقى، حديث نمبر ۲۵؛ المعجم الكبير للطبرانى، حديث نمبر ۵۹۰ وحديث نمبر ۵۹۳،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظرِ (رحمت) فرماتے ہیں، پھر مومن کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور کافروں کو (کفر سے توبہ کرکے ایمان قبول کرنے تک) مہلت دیتے ہیں اور کینہ وروں کو ان کے کینہ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں جب تک وہ کینہ نہ چھوڑ دیں (ترجمہ ختم)

## حضرت ابوھریرہ رضی اللّٰہ عنہ کی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا کَانَ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لِعِبَادِہٖ إِلَّا لِمُشْرِکٍ أَوْ مُشَاحِنٍ** (مسند البزار) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وحدیث نمبر ۶۷۸؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائی، حدیث نمبر ۵۸۷؛ السنة لابن ابی عاصم، حدیث نمبر ۴۱۱؛ العرش وما روی فیه لابن أبی شیبة، حدیث نمبر ۸۶؛ النزول للدارقطنی، حدیث نمبر ۶۵؛ معجم الصحابة لابن قانع، حدیث نمبر ۲۶۴.

قال الالبانی:

صحیح لغیره (صحیح الترغیب والترهیب، تحت حدیث رقم ۲۷۷۱، کتاب الأدب وغیره، الترغیب فی الحیاء وما جاء فی فضله والترهیب من الفحش والبذاء)

حسن (صحیح وضعیف الجامع الصغیر، تحت حدیث رقم ۷۷۳)

[1] حدیث نمبر ۹۲۶۸، مکتبة العلوم والحکم، المدینة المنورة، تاریخ بغداد، ذکر من اسمه یعقوب.

قال الهیثمی:

رواه البزار، وفیه هشام بن عبد الرحمن ولم أعرفه، وبقیة رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۸ ص۶۵، باب ما جاء فی الشحناء)

قلت: هشام بن عبد الرحمن الکوفی سکت عنه البخاری فقال:

هشام بن عبد الرحمن الکوفی عن الاعمش روی عنه عبد الله بن غالب العبادانی (التاریخ الکبیر، جزء۸ صفحه ۱۹۹)

وقال الخطیب البغدادی:

أخبرنی عبد العزیز بن علی الأزجی حدثنا عبید الله بن أحمد بن علی المقرئ حدثنا محمد بن مخلد حدثنا یعقوب بن إسحاق القلوسی. وأخبرنا القاضی أبو عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمی حدثنا أبو بشر عیسی بن إبراهیم بن عیسی الصیدلانی حدثنا أبو یوسف القلوسی حدثنا عبد الله بن غالب العبدانی حدثنا هشام بن عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک یا کینہ ور (یعنی دل میں بغض رکھنے والے) کے (ترجمہ ختم)

## حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَطَّلِعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ كُلِّهِمْ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ

(مسندالبزار) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرحمن الكوفی -وقال الصيدلانی هشام بن عبد الملک لعله بن عبد الرحمن الكوفی وقدم علينا مرابطاً ثم اتفقا -عن الأعمش عن أبی صالح عن أبی هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :ليلة النصف من شعبان يغفر الله لعباده إلا لمشرک أو لعبد مشاحن (تاريخ بغداد، ج۱۴ ص۲۸۷،ذكر من اسمه يعقوب)

[1] حديث نمبر ۲۷۵۴،مكتبة العلوم والحكم -المدينة المنورة.

قال الهيثمی:

رواه البزار، وفيه عبد الرحمن بن زياد بن أنعم، وثقه أحمد بن صالح وضعفه جمهور الأئمة، وابن لهيعة لين، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ،ج۸ص۶۵،باب ما جاء فی الشحناء )

وقال الالبانی:

و أما حديث عوف ابن مالک فيرويه ابن لهيعة عن عبد الرحمن ابن أنعم عن عبادة ابن نسی عن كثير بن مرة عنه،أخرجه أبو محمد الجوهری فی "المجلس السابع"و البزار فی"مسنده"(ص۲۴۵)وقال:إسناده ضعيف.قلت:و علته عبد الرحمن هذا و به أعله الهيثمی فقال:و ثقة أحمد بن صالح و ضعفه جمهور الأئمة ، و ابن لهيعة لين و بقية رجاله ثقات.قلت:و خالفه مكحول فرواه عن كثير بن مرة عن النبی صلى الله عليه وسلم مرسلا .رواه البيهقی و قال:هذا مرسل جيد.كما قال المنذری.أخرجه اللالكائی(۱/۱۰۲/۱)عن عطاء بن يسار و مكحول و الفضل بن فضالة بأسانيد مختلفة عنهم موقوفا عليهم و مثل ذلک فی حكم المرفوع لأنه لا يقال بمجرد الرأی .و قد قال الحافظ ابن رجب فی "لطائف المعارف "(ص۱۴۳)و فی فضل ليلة نصف شعبان أحاديث متعددة و قد اختلف فيها ، فضعفها الأكثرون و صحح ابن حبان بعضها و خرجه فی "صحيحه "و من أمثلها حديث عائشة قالت :فقدت النبی صلى الله عليه وسلم "...الحديث . (السلسلة الصحيحة الكاملة،تحت حديث ۱۱۴۴ )

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق پر (رحمت کی خصوصی) نظر فرماتے ہیں، پھر سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور کینہ ور کے (ترجمہ ختم)

## حضرت کثیر بن مره حضرمی رحمه اللّٰه کی روایت

حضرت کثیر بن مرّۃ حضرمی رحمہ اللہ سے مرسلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَغْفِرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا الْمُشْرِكَ وَالْمُشَاحِنَ (شعب الایمان للبیهقی) [1]

ترجمہ: شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ عزوجل زمین والوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور کینہ ور کے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رَبَّكُمْ يَطَّلِعُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلٰى خَلْقِهِ فَيَغْفِرُ لَهُمْ كُلِّهِمْ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مُشْرِكًا أَوْ مُصَارِمًا (بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث بن أبی أسامة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آپ کے رب (اللہ عزوجل) شعبان کی پندرہویں رات میں اپنی مخلوق کی طرف (رحمت کی خصوصی) توجہ فرماتے ہیں، اور سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں، مگر جو شخص کہ مشرک ہو، یا قطع تعلق کرنے والا

---

[1] حدیث نمبر ۳۵۵۰، کتاب الصیام، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان ،مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، واللفظ لهٗ؛ عَبْدُ الرَّزَّاق، حدیث نمبر ۷۹۲۳؛ مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر ۳۰۴۷۹؛ النزول للدارقطنی، حدیث نمبر ۶۹.

قال البیهقی:

هٰذَا مُرْسَل "وَرُوِیَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِی ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ أَيْضًا بَيْنَ مَكْحُولٍ، وَأَبِی ثَعْلَبَةَ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ " (شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵۵۰)

[2] حدیث نمبر ۳۳۸،مرکز خدمة السنة والسیرة النبویة -المدینة المنورة.

ہو(ترجمہ ختم)

قطع تعلقی بھی کیونکہ عموماً بغض وکینہ کی وجہ سے ہوتی ہے، اس لیے بُغض اور کینہ والی روایت سے قطع تعلقی کا ٹکراؤ لازم نہیں آتا۔

اورحضرت کثیر بن مرّۃ حضرمی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِمَنِ اسْتَغْفَرَ إِلَّا لِمُشْرِكٍ، أَوْ مُشَاحِنٍ

(النزول للدارقطنی، حدیث نمبر ۸۲،ص۱۶۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، پھر مغفرت طلب کرنے والے کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک یا کینہ ور کے (ترجمہ ختم)

اورحضرت کثیر بن مرہ کی ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَدْرَكْتُ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا لَمْ أَنْسَهُ :اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَغْفِرُ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ لِكُلِّ عَبْدٍ، إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ (فضائل رمضان لابنِ ابی الدنیا، حدیث نمبر ۳،دار السلف، الریاض -السعودیۃ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے پایا، جس کو میں بھولا نہیں ہوں، کہ بے شک اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں رات میں ہر بندہ کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک یا کینہ ور کے (ترجمہ ختم)

اورابنِ قانع نے حضرت کثیر بن مرّۃ حضرمی رحمہ اللہ سے اورانہوں نے حضرت یزید بن جاریہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ فِي النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَعْنِيْ إِلٰى سَمَآءِ الدُّنْيَا إِنْ

شَاءَ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا الْمُشَاحِنَ(معجم الصحابه لابنِ قانع) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل، شعبان کی پندرہویں رات میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، ان شاءاللہ۔

پھر زمین والوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے کینہ ور کے(ترجمہ ختم)

مشرک کی مغفرت نہ ہونے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی فرمادیا ہے، اس لیے بعض روایات میں اس کا ذکر نہ ہونے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا۔

## حضرت مکحول رحمه الله کی روایت

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ اللّٰهَ يَطَّلِعُ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ فِي النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ إِلَّا لِرَجُلَيْنِ إِلَّا كَافِرٍ أَوْ مُشَاحِنٍ(شعب الإيمان للبيهقى) [2]

---

[1] ج۳ ص۲۲۷،مكتبة الغرباء الأثرية -المدينة المنورة.

يـزيد بن جارية الأَنْصارِيّ المدنى. رَوَى عَن :معاوية بن أَبى سفيان (صد س)رَوَى عَنه :الحكم بن ميناء الأَنْصارِيّ (صد س) فرق أبو حاتم بينه وبين أخى مجمع بن جارية ، والظاهر أنهما واحد وَقَال النَّسائى :يزيد بن جارية ثقة .روى له أبو داود فى "فضائل الانصار "، والنَّسائى عن معاوية حديث :من أحب الانصار أحبه الله ، ومن أبغض الانصار أبغضه الله (تهذيب الكمال، جزء۳۲، صفحه ۹۹)

مـجـمـع بن جارية بن عامر بن مجمع ويُقال :مـجـمـع بـن يزيد بن جارية بن مجمع بن العطاف بن ضبيعة ابن زيد بن مالك بن عوف بن عَمْرو بن مالك بن الاوس الأَنْصارِيّ الاوسى المدنى ، أخو عبد الرحمن بن جارية ويزيد بن جارية ، ووالد يعقوب بن مجمع بن جارية . له صحبة ، ويُقال : إنهما اثنان ، وهو أحد من جمع القرآن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا شيئا يسيرا منه . رَوَى عَن :النبى صلى الله عليه وسلم (د ت ق .( رَوَى عَنه :أبو الطفيل عامر بن واثلة (ق) ، وابن أخيه عبد الرحمن بن يزيد بن جارية (د ت) ، وابنه يعقوب بن مجمع ابن جارية . قال زكريا بن أَبى زائدة عن الشعبى :جمع القرآن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة من الانصار : معاذ بن جبل ، وأبى بن كعب ، وزيد بن ثابت ، وأبو زيد ، وأبو الدرداء ، وسعد بن عُبَيد .قال : وكان المجمع بن جارية قد بقى عليه سورة أو سورتان حين قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم . روى له أبو داود ، والتِّرْمِذِيّ ، وابن ماجة (تهذيب الكمال، جزء۲۷، صفحه ۲۴۴،۲۴۵)

[2] حديث نمبر ۳۵۵۰، كتاب الصيام، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان ،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض،واللفظ لهٗ،شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائى، حديث نمبر ۵۹۹. قال البيهقى:لَمْ يُجَاوِزْ بِهِ مَكْحُولًا، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ مَكْحُولٍ عَمَّنْ فَوْقَهُ مُرْسَلًا ومَوْصُولًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (حواله بالا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نصف شعبان میں اہلِ زمین پر (رحمت کے ساتھ) متوجہ ہوتے ہیں، پھر ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں، مگر دو آدمیوں کی مغفرت نہیں فرماتے، ایک تو کافر کی، اور ایک بغض رکھنے والے کی (ترجمہ ختم)

## حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللّٰہ عنہ کی روایت

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

**إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَادٰى مُنَادٍ :هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ فَلا يَسْأَلُ أَحَدٌ شَيْئًا إِلَّا أُعْطِىَ إِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا أَوْ مُشْرِكٌ** (شعب الايمان للبيهقى) [۱]

---

[۱] حديث نمبر ۳۵۵۵، كتاب الصيام، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان ،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، واللفظ لهٗ؛ فضائل الاوقات للبيهقى، حديث نمبر۲۷؛ الْمَجَالِسُ الْعَشَرَةُ لِمُحَمَّدِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْخَلَّالِ، حديث نمبر ۴؛ مساوء الأخلاق للخرائطى، حديث نمبر ۴۶۷.

قال الشيخ أسامة عطايا العتيبى:

رواه الخرائطى فى مساوء الأخلاق(ص ۲۲۶،رقم ۴۹۶)والخلال فى أماليه (ص ۱۹،رقم ۴)والبيهقى فى شعب الإيمان(۳/۳۸۳،رقم۳۸۳۶)وفى فضائل الأوقات (ص ۱۲۶، رقم۲۵)وابن الدبيثى فى جزئه(ص ۱۲۴،رقم۶)من طريقين عن مرحوم بن عبد العزيز عن داود بن عبد الرحمن عن هشام بن حسان عن الحسن عن عثمان بن أبى العاص -رضى الله عنه -به......الحديث إسناده صحيح ورجاله ثقات.مرحوم بن عبد العزيز :ثقة من رجال الجماعة.

وداود بن عبد الرحمن العطار :ثقة من رجال الجماعة.هشام بن حسان :ثقة إمام من رجال الجماعة، وقد تكلم بعض العلماء فى روايته عن الحسن استصغاراً له أو يرون أنه أخذها من حوشب وهو من ثقات أصحاب الحسن، ولكن الذى استقر عليه عمل الأئمة وأصحاب الصحاح هو تصحيح رواية هشام عن الحسن حتى قال ابن عدى فى الكامل (۷/۱۱۳)وهشام بن حسان أشهر من ذاك، وأكثر حديثاً فمن احتاج أن أذكر له شيئاً من حديثه فإن حديثه عمن يرويه مستقيم، ولم أرَ فى حديثه منكراً إذا حدث عنه ثقة، وهو صدوق لا بأس به ."الحسن :هو ابن أبى الحسن يسار البصرى الإمام الحافظ الفقيه المعروف، وهو قليل التدليس وكثير الإرسال.قال الحاكم فى المستدرك (۲۸۳/۱)الحسن لم يسمع من عثمان بن أبى العاص وقال المزى :يقال :لم يسمع منه .وجزم الحافظ بذلك .وقال ابن معين -رحـمَهُ اللهُ - -كما فى سؤالات الدورى (۲۶۰/۴)ويقال إنه رأى عثمان بن أبى العاص.ولكن أشار الإمام أحمد والبخارى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں؟ کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو (سچے دل کے ساتھ) مانگتا ہے اس کو (اس کی شان کے مطابق) ملتا ہے سوائے بدکار عورت اور مشرک کے (یہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے محروم رہتے ہیں) (ترجمہ ختم)

## حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ کی روایت

حضرت عطاء بن یسار (المتوفی ۱۰۳ھ) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

مَا مِنْ لَيْلَةٍ بَعْدَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَفْضَلُ مِنْهَا، يَعْنِيْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْزِلُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

-رحمَهُما اللهُ- إلى سماعه منه. فقد روى عبد الله فى العلل(۲/۱۱۲)عن أبيه حدثنا أبو داود قَالَ: حدثنا أبو عامر عن الحسن قال: كنا ندخل على عثمان بن أبى العاص وكان له بيت. وكذا أورد هذه الرواية البخارى فى التاريخ الكبير(۲۱۲/۶)فى ترجمة عثمان بن أبى العاص حيث روى عن الحسن -رحمَهُ اللهُ- أنه قال: كنا ندخل على عثمان بن أبى العاص وقد أخلى بيتا للحديث. وقد صحح الترمذى وابن خزيمة روايات للحسن عن عثمان بن أبى العاص وهذا يقتضى أنهما يقولان بسماعه منه. وقال ابن أبى شيبة فى المصنف(۲/۳۴۲)حدثنا يزيد بن هارون قال حدثنا حميد الطويل قال: ذُكر عند الحسن أن صيام عرفة يعدل صيام سنة فقال الحسن: ما أعلم ليوم فضلاً على يوم، ولا لليلة على ليلة إلا ليلة القدر، فإنها خير من ألف شهر، ولقد رأيت عثمان بن أبى العاص صام يوم عرفة يرش عليه الماء من إداوة معه يتبرد به. فالصحيح أن الحسن البصرى -رحمَهُ اللهُ- سمع من عثمان بن أبى العاص -رضى الله عنه- لاسيما وأنه قد روى تصريحه بالسماع منه بسند ضعيف. وعنعنة الحسن البصرى محمولة على السماع لقلة تدليسه. فالسند صحيح -إنْ شاءَ اللهُ تَعالَى(إرواء الظمآن بما ورد فى ليلة النصف من شعبان ص ۳۲تا۳۶ ملخصاً)

بیہقی اور خلال کی سند میں جامع بن صبیح ہیں، جو کہ عند البعض ضعیف ہیں، لیکن خرائطی کی سند میں اُن کے بجائے محمد بن بکار متابع ہیں۔

جامع بن صبيح بفتح المهملة: ذكره عبد الغنى بن سعيد فى المشتبه وقال: ضعيف (لسان الميزان، جزء ۱، صفحه ۲۴۳)

البتہ اس روایت میں مشاحن کے بجائے زانیہ کے الفاظ ہیں، تو عین ممکن ہے کہ زانیہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس رات میں محروم رہتی ہو۔

www.idaraghufran.org

اللّٰـهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلٰى سَمَآءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ أَوْ قَاطِعِ رَحِمٍ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائی ، حديث نمبر ۷۶۹،دار طيبة -السعودية)

ترجمہ: لیلۃُ القدر کے بعد کوئی رات شعبان کی پندرہویں رات سے افضل نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ (اس رات میں) آسمانِ دنیا کی طرف (رحمت کا) نزول فرماتے ہیں، پھر مشرک یا بغض رکھنے والے، یا قطع رحمی کرنے والے کے علاوہ (دوسرے لوگوں) کی مغفرت فرمادیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرف خصوصی توجہ اور رحمت کی نظر ڈالنا اور چند افراد کے علاوہ سب کی مغفرت فرمانا اوران وجوہات کی بناء پر اس رات کی فضیلت واہمیت کا ہونا متعدد احادیث وروایات سے ثابت ہے،جن میں سے بعض روایات اگرچہ انفرادی طور پر ضعیف ہیں، لیکن یہ مجموعی طور پر کم ازکم حسن اوراس سے بڑھ کر صحت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں۔

جبکہ محدثین وفقہاء کے راجح قول کے مطابق فضائلِ اعمال کے سلسلہ میں ضعیف حدیث بھی بعض شرائط کے ساتھ قابلِ عمل ہوجاتی ہے۔ [۱]

---

[۱] ضعیف حدیث کے بارے میں اس سلسلہ میں تین قسم کے اقوال ہیں،ایک مطلقاً غیر معمول بہ ہونے کا،دوسرا مطلقاً معمول بہ ہونے کا،اور تیسرا بعض شرائط کے ساتھ فضائل میں معمول بہ ہونے کا،اور یہی قول راجح ہے۔

فتحصل ان فی العمل بالحديث الضعيف ثلاثة مذاهب ،لايعمل به مطلقا، يعمل به مطلقا، يعمل به فی الفضائل بشروطه (الاجوبة الفاضلة عن الاسئلة العشره الكاملة،ص ۱۰، مشمولة:مجموعه رسائل اللكنوی ،ج۴)

هذه العبارات ونحوها الواقعة فی كتب الثقات تشهد بتفرقهم فی ذلک ،فمنهم من منع العمل بالضعيف مطلقا،وهو مذهب ضعيف،ومنهم من جوزه مطلقا،وهو توسع سخيف،ومنهم من فصل وقيد وهو المسلک المسدد (ايضاً ص ۱۱)

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم :يجوزويستحب العمل فی الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوع (كتاب الاذكار للنووی ص ۷)

والاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع(فتح القدير ج ۱ ص ۴۶۷)

www.idaraghufran.org

جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کسی ضعیف حدیث سے کسی عمل کی ترغیب وفضیلت ثابت ہو، اور اس کے خلاف اس سے کوئی قوی دلیل موجود نہ ہو، تو اس سے اس عمل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

لیکن اِس مستحب کا درجہ اُس مستحب سے کمزور ہوتا ہے، جس کا مستحب ہونا اس سے قوی (صحیح وحسن) حدیث سے ثابت ہو۔

البتہ ضعیف حدیث سے کسی عمل کے مستحب ہونے کے ثبوت کے لئے مجموعی طور پر چار شرائط ہیں۔

(۱)...... پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے خلاف اس سے کوئی قوی دلیل موجود نہ ہو (جیسا کہ پہلے گزرا)

(۲)...... دوسری شرط یہ ہے کہ یہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو، بایں طور کہ اس میں کوئی کذاب، اور فاحشُ الغلط وفاحشُ المغفل راوی نہ ہو۔

کیونکہ اس صورت میں یہ معدوم (موضوع ومخترع حدیث) کے درجہ میں ہوتی ہے، جس پر کسی حال میں عمل جائز نہیں۔

(۳)...... تیسری شرط یہ ہے کہ اس ضعیف حدیث سے ثابت شدہ حکم شریعت کے اصولوں میں سے کسی اصول وقاعدے کے تحت داخل ہو، اور دینی قواعد کے خلاف نہ ہو۔

(۴)...... چوتھی شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھے، بلکہ صرف احتیاط کی وجہ سے اس پر عمل کرے۔ [۱]

---

[۱] والذی یظهر بعد التامل الصادق، هو قبول الضعيف فی ثبوت الاستحسان وجوازه، فاذا دل حديث ضعيف على استحباب شيئ او جوازه، ولم يدل دليل آخر صحيح عليه، وليس هناک مايعارضه ورجح عليه، قبل ذلک الحديث وجاز العمل بما افاده واقول باستحباب مادل عليه او جوازه.

غاية مافی الباب ان يكون مثل هذا الاستحباب والجواز ادون رتبة من الاستحباب والجواز الثابت بالاحاديث الصحيحة والحسنة ويشترط قبوله بشروط:

احدها: ما اشرنا اليه من فقدان دليل آخر اقوى منه معارضا له، فان دل حديث صحيح او حسن، على كراهة عمل او حرمته، والضعيف على استحبابه وجوازه ، فالعمل يكون بالاقوى ، والقول بمفاده احرى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ تفصیل اعمال کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وثانیها: ان لایکون الحدیث شدید الضعف ، بان تفرد بروایته شدید الضعف ، کالکذاب، وفاحش الغلط، والمغفل، وغیر ذلک، او کثرت طرقه، لکن لم یخل طریق من طرقه عن شدة الضعف، وذلک لان کون السند شدید الضعف، مع عدم مایجبر به نقصانه ، یجعله فی حکم العدم ، ویقربه الی الموضوع والمخترع، الذی لایجوز العمل به بحال .

وثالثها: ان یکون ماثبت به داخلا تحت اصل کلی من الاصول الشرعیة غیر مخالف للقواعد الدینیة ، لئلا یلزم اثبات مالم یثبت شرعا به، فانه اذا کان مادل علیه داخلا فی الاصول الشرعیة، غیر مناقض لها، فنفس جوازه ثابت بها.

والحدیث الضعیف الدال علیه یکون مؤکدا عله، کذا الاستحباب، فان الجائزات تصیر بحسن النیة عبادة، فکیف اذا وجدمافیه شبهة ثبوت الاستحباب.

ورابعها: ان لایعتقد العامل به ثبوته بل الخروج عن العهدة بیقین، فانه ان کان صحیحا فی نفس الامر فذاک ، والا لم یترتب علی العمل به فساد شرعی.

وقس علیه اذا دلیل الحدیث الضعیف علی کراهة عمل، لم یدل علی استحبابه دلیل آخر، فیؤخذ به ویعمل بمفاده احتیاطا ، فان ترک المکروه مستحب ، وترک المباح لابأس فیه شرعا.

وبهذا کله یظهر لک دفع الاشکال الذی تصدی للجواب عنه الدوانی والخفاجی، وسلک کل منهما مسلکا مغایرا لمسلک الآخر.

وخلاصة الکلام، الرافع للاوهام ، هو ان ثبوت الاستحباب ، او الکرهة التی هی فی قوة الاستحباب ، او الجواز بالحدیث الضعیف مع الشروط المتقدمة : لاینافی قولهم: انه لایثبت الاحکام الشرعیة، فان الحکم باستحباب شیئ دل علیه الضعیف او کراهته: احتیاطی ، والحکم بجواز شیئ دل علیه تاکید لما ثبت بدلائل اخر، فلا یلزم منه ثبوت شیئ من الاحکام فی نفس الامر، ومن حیث الاعتقاد. نعم لو لم تلاحظ الشروط المتقدمة ، لزم الاشکال البتة (ظفر الأمانی فی مختصر الجرجانی فی مصطلح الحدیث، ص۱۹۸ تا ۲۰۰، لمولانا عبدالحیی اللکنوی رحمه الله)

فالحق فی هذا المقام: انه اذا لم یثبت ندب شیئ او جوازه بخصوصه بحدیث صحیح، وورد بذلک حدیث ضعیف لیس شدید الضعف، یثبت استحبابه وجوازه به ، بشرط ان یکون مندرجا تحت اصل شرعی ، ولا یکون مناقضا للاصول الشرعیة والادلة الصحیحة.

وما احسن کلام المحقق جلال الدین الدوانی فی رسالته"انموذج العلوم" التی جمع فیها الفوائد المتفرقة حیث قال فی صدرها: المسألة الاولیٰ فی اصول الحدیث: اتفقوا علی ان الحدیث الضعیف لایثبت به الاحکام الشرعیة، ثم ذکروا انه یجوز بل یستحب العمل بالاحادیث الضعیفة فی فضائل الاعمال ، وممن صرح به النووی فی کتبه لاسیما کتاب "الاذکار" وفیه اشکال، لان جواز العمل واستحبابه کلاهما من الاحکام الخمسة الشرعیة ، فاذا استحب العمل بمقتضی الحدیث الضعیف کان ثبوته بالحدیث الضعیف ، وذلک ینافی ما تقرر من عدم ثبوت الاحکام بالاحادیث الضعیفة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک حلال وحرام اور عقائد، نیز اللہ تعالیٰ کی صفات کا معاملہ ہے، تو ان میں ضعیف حدیث معتبر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد حاول بعضهم التفصى عن ذلک وقال: ان مراد النووى انه اذا ثبت حديث صحيح او حسن فى فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث الضعيف فى هذا الباب.

ولايخفى ان هذا لايرتبط بكلام النووى فضلا عن ان يكون مراده ذلک، فكم من فرق بين جواز العمل واستحبابه ، وبين مجرد نقل الحديث، على انه لولم يثبت الحديث الصحيح او الحسن فى فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لاسيما مع التنبيه على ضعفه، ومثل ذلک فى كتب الحديث وغيره كثير شائع، يشهد به من تتبع ادنى تتبع.

والذى يصلح للتعويل : انه اذا وجد حديث ضعيف فى فضيلة عمل من الاعمال ، ولم يكن هذا العمل مما يحتمل الحرمة او الكراهة فانه يجوز العمل به ويستحب، لانه مامون الخطر ومرجو النفع، اذ هو دائر بين الاباحة والاستحباب، فالاحتياط العمل به رجاء الثواب.

واما اذا دار بين الحرمة والاستحباب فلا وجه لاستحباب العمل به.

واما اذا دار بين الكراهة والاستحباب، فمجال النظر فيه واسع ، اذ فى العمل دغدغة الوقوع فى المكروه، وفى الترک مظنة الترک المستحب. فلينظر.

ان كان خطر الكراهة اشد بان تكون الكراهة المحتملة شديدة، والاستحباب المحتمل ضعيفا، فحينئذ يرجح الترک على العمل، فلا يستحب العمل به.

وان كان خطر الكراهة اضعف بان تكون الكراهة على تقدير وقوعها كراهة ضعيفة دون مرتبة ترک العمل على تقرير استحبابه ، فالاحتياط العمل به.

وفى صورة المساواة يحتاج الى نظر تام، والظن انه يسحتب ايضا، لان المباحات تصير بالنية عبادة، فكيف مافيه شبهة الاستحباب لاجل الحديث الضعيف. (......وبعد اسطر......)

وحاصل الجواب، ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط فى امر الدين ، فلم يثبت شيئ من الاحكام بالحديث الضعيف ، بل اوقع الحديث الضعيف شبهة الاستحباب ، فصار الاحتياط ان يعمل به، واستحباب الاحتياط معلوم من قواعد الشرع ، انتهىٰ كلام الدوانى (الاجوبة الفاضلة عن الاسئلة العشره الكاملة،ص ۱۳، ۱۴، مشمولة:مجموعه رسائل اللكنوى ، ج۴)

اقول :قال فى البناية :

ثم إن تزيين المسجد لما دار مرة بين الاستحباب وبين الكراهة، قال أصحابنا بالجواز، ولم يقولوا بالاستحباب كما قال به بعضهم(البناية شرح الهداية ج۲ص ۴۷۱)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث سے ثابت شدہ استحباب کا درجہ احتیاطی ہے اور یہ اُس استحباب سے کم ہوتا ہے، جو حسن وصحیح حدیث سے ثابت ہو۔

اور پھر یہ استحباب بھی اُن شرعی قواعد کے ماتحت ہو کر ثابت ہوتا ہے، جو کہ قوی دلائل سے ثابت ہیں۔

لہٰذا ضعیف حدیث سے اس تفصیل کے مطابق استحباب ثابت ہونے پر یہ شبہ نہیں ہوتا کہ ضعیف حدیث سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا، جبکہ کسی چیز کا مستحب ہونا بھی شرعی حکم ہی کی ایک قسم ہے۔

www.idaraghufran.org

نہیں ہے۔ [۱]

اور شعبان کی پندرہویں رات اور اس میں نیک اعمال کی فضیلت کے سلسلہ میں مندرجہ بالا شرائط بھی پائی جاتی ہیں۔

پس پندرہ شعبان کی رات کی فضیلت کی احادیث وروایات، جب مجموعی طور پر ضعیف سے بڑھ کر حسن اور صحیح کا درجہ رکھتی ہیں، تو ان کا انکار کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

## اِس مُبارک رات کی فضیلت سے محروم رہنے والے

مندرجہ بالا احادیث وروایات اور آثار سے شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت اور اس رات میں عبادت کی اہمیت معلوم ہوگئی، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس رات میں بھی محروم القسمت اور اللہ کی رحمت سے دور رہتے ہیں اور وہ یہ لوگ ہیں:

(۱)......کفر وشرک میں مبتلا شخص۔

(۲)......کینہ اور بغض رکھنے والا۔ [۲]

(۳)......رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے والا۔ [۳]

---

[۱] (لافی صفات اللہ) فان وجد حدیث ضعیف دل علی صفة من صفات اللہ تعالي ولم يثبت ذلک بدليل معتبر ، لم يعتبر به، فان صفات اللہ واسماء ه لايجترأ علی القول بها بدون دلالة دليل معتمد، لانها من باب العقائد لا من باب الاعمال، ويلتحق بها جميع العقائد الدينية ، فلا تثبت الا بحديث صحيح او حسن لذاته او لغيره.

كيف وقد صرحوا بان اخبار الآحاد وان كان صحيحة ، لاتكفی فی باب العقائد، فما بالک بالضعيفة منها؟ والمراد بعدم كفايتها انها لاتفيد القطع ، فلايعتبر بها مطلقا فی العقائد التی كلف الناس بالاعتقاد الجازم فيها، لانها لاتفيد الظن ايضا، ولا انها لاعبرة بها رأسا فی العقائد مطلقا، كما توهمه من ابناء عصرنا..........(واحكام الحلال والحرام) فلايثبت بالحديث الضعيف تحريم شيئ ولا تحليله (ظفر الأماني فی مختصر الجرجانی فی مصطلح الحديث،لمولانا عبدالحيئ اللكنوی ، ص ۲۰۰ تا ۲۰۴،ملخصاً)

[۲] بعض نے مشاحن کی تفسیر اس بدعتی سے کی ہے، جو بدعت کا ارتکاب کرکے امت میں افتراق ڈالتا ہے، ولکنہٗ غیر المشہور۔

قَالَ إِسْحَاقُ فَسَّرَهُ الْأَوْزَاعِيُّ أَنَّ الْمُشَاحِنَ الْمُبْتَدِعَ الَّذِی يُفَارِقُ أُمَّةً (مسند إسحاق بن راهويه،تحت حديث رقم ۱۷۰۲)

[۳] قطع تعلقی بھی کیونکہ عموماً بغض وکینہ کی وجہ سے ہوتی ہے، اس لیے بُغض اور کینہ والی روایت میں ایک حیثیت سے قطع تعلقی کرنے والا بھی داخل ہے۔

(۴)......کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔

(۵)......والدین کا نافرمان۔

(۶)......زانیہ عورت۔

جس سے مذکورہ اوران جیسے دوسرے گناہوں کی قباحت وشناعت بھی معلوم ہوگئی کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں اوران گناہوں میں مبتلا اشخاص عام مغفرت کے اوقات سے بھی محروم رہتے ہیں، آج اگراپنے معاشرے پرنظرڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ سارے گناہ ہی بہت عام ہیں، جبکہ یہ گناہ انتہائی خطرناک ہیں۔

جن کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

## (۱)......کفروشرک

ایمان کے لئے جن چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے، ان میں سے کسی کا انکار کرنا کفر ہے، اورایسا شخص کافر ہے۔

اورشرک کے معنیٰ ہیں ’’اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی غیر کوشریک ٹھہرانا‘‘ اورشرک دراصل توحید کی ضِد ہے۔

اس اعتبار سے شرک بھی کفر کی ایک قسم ہے، یعنی جن چیزوں سے کفر لازم آتا ہے، ان میں سے ایک چیز اورایک سبب شرک بھی ہے۔

شرک کرنے والا اگراسی حال میں فوت ہوگیا تو اس کی کسی حال میں مغفرت نہیں ہوگی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

’’اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِيْدًا‘‘ (سورہ نساء، آیت ۱۱۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کو تو بے شک نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے لیکن اس کے علاوہ جس کسی کو بھی چاہے بخش دے گا، اورجو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ یقیناً بڑی دور کی گمراہی میں پڑ گیا (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی بھی غیر اللہ کو شریک کرنا شرک ہے، جو کہ کفر کی ایک قسم ہے۔
اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور خدائی میں کسی غیر اللہ کے شریک ہونے کا عقیدہ رکھا جائے، ایسے مشرک تو بہت کم ہیں۔
البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک کرنے والے بہت زیادہ ہیں، اور صفات میں شریک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات جو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہیں، ان میں کسی غیرُ اللہ کو شریک ٹھہرایا جائے۔
شرک کی بڑی بڑی چند صورتیں یہ ہیں:

(الف)......**شِرک فِی العبادت**: یعنی جو کام اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم اور بڑائی کے لئے مقرر فرمائے ہیں، مثلاً نماز، رکوع، سجدہ، طواف، روزہ، قربانی، نذر ومنت، ذکر ووظیفہ اور دعاء۔

ان میں سے کوئی عمل غیرُ اللہ کے لئے کرنا، شرک فی العبادت کہلاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

**وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ** (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ: اور آپ کے ربّ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ آپ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں (ترجمہ ختم)

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ:

**قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ** (سورہ انعام آیت نمبر ۱۶۲ و۱۶۳)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت، اللہ ربُّ العالمین ہی کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے، اور میں پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہوں (ترجمہ ختم)

(ب)......**شِرک فِی القُدرت والتصرُّف**: یعنی اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

لٰہذا غیرُ اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ روزی، اولاد، بارش، زندگی وموت، حاجت روائی، اور مشکل کشائی وغیرہ پر قادر ہے۔

ایسا عقیدہ شرک فی القدرت والتصرُّف کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ. وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ. وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ. اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۸)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو بتلا دیجئے کہ مجھے اپنے لئے بھی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں، مگر جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کر لیتا، اور مجھ تک کوئی برائی نہ پہنچتی، میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں (ترجمہ ختم)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِہٖٓ اَحَدًا قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (سورہ جن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۲)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، آپ فرما دیجئے کہ میں تمہارے لئے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، آپ فرما دیجئے کہ مجھے کوئی اللہ سے ہرگز نہیں بچا سکتا، اور میں اللہ کے سوا کہیں بچاؤ نہیں پاتا (ترجمہ ختم)

(ج)......**شِرک فِی العِلم**: اللہ تعالیٰ کا علم، علمِ غیب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو

ہر وقت ہر ہر چیز کا علم ہے۔

تو غیرُ اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ہر ہر چیز اس کے علم میں ہے، اور اس کو ہر ہر چیز کی خبر ہے، یا وہ ہر چیز کو دیکھتا اور ہر بات و پکار کو سنتا ہے۔

یہ شرک فی العلم کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ. وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ. وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّ لَايَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سورہ انعام آیت نمبر ۵۹)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا، اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے وہ اس کو جانتا ہے، اور جو پتّہ بھی گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے، اور زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی دانہ (ذرہ) ایسا نہیں، اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو (اللہ کی) روشن کتاب (لوحِ محفوظ) میں نہ ہو (ترجمہ ختم)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی اور مخصوص صفت میں غیرُ اللہ کو شریک ماننا بھی شرک ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الأنعام۸۲) شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوْا: أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ، إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان۱۳) (مسلم) [1]

ترجمہ: جب سورہ انعام کی یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ ”جو لوگ ایمان لائے، اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا“

---

[1] حدیث نمبر ۱۲۴، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ صِدْقِ الْإِيمَانِ وَإِخْلَاصِهِ، دار إحياء التراث العربی - بيروت، واللفظ لهٗ؛ بخاری، كِتَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، بَابُ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ.

www.idaraghufran.org

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر یہ بات شاق گزری، اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے، جو اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو، بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا کہ اے بیٹے! تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، کیونکہ شرک ظلمِ عظیم ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ شرک کے ملنے سے اس کا حکم شرک کا ہی ہوتا ہے، اور شرک ظلمِ عظیم ہے۔ اسی وجہ سے احادیث میں شرک کو ہلاک کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ، تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں شرک کرنے والے لوگوں سے بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل کیا، اور اس میں میرے علاوہ کسی دوسرے کو شریک کیا، تو میں اس کو اس کے شرک کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہوں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شرک کے ساتھ کوئی عمل کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس عمل کو قبول نہیں فرماتے، بلکہ اُس کا مؤاخذہ فرماتے ہیں۔ [3]

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :اجْتَنِبُوا المُوبِقَاتِ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ (بخاری، حدیث نمبر ۵۷۶۴)

[2] حدیث نمبر ۲۹۸۵، كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، بَابُ مَنْ أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِ غَيْرَ اللهِ، دار إحياء التراث العربي -بيروت.

[3] قوله (تعالى أنا أغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملا أشرك فيه غيرى تركته وشركه) هكذا وقع فى بعض الأصول وشركه وفى بعضها وشريكه وفى بعضها وشركته ومعناه أنا غنى) عن المشاركة وغيرها فمن عمل شيئا لى ولغيرى لم أقبله بل أتركه لذلك الغير والمراد أن عمل المرائى باطل لاثواب فيه ويأثم به (شرح النووى على مسلم، ج۱۸ ص۱۱۵، ۱۱۶، كتاب الزهد، باب تحريم الرياء)

Idara Ghufran

آج مسلمانوں کے معاشرے میں شرک کی بے شمار صورتیں اور شکلیں رائج ہیں، توحید اور اسلام کے دعوے دار بھی شرک میں کھلے عام مبتلا ہیں، نعوذ باللہ تعالیٰ، غیر اللہ کو مختارِ کل، نفع ونقصان کا مالک، زندہ اور مردہ کرنے، بیمار کرنے اور شفایابی دینے پر قادر سمجھتے ہیں اور غیر اللہ کو اپنی روزی روٹی کا مالک ومختار سمجھتے ہیں۔

بعض لوگ انبیاء واولیاء وغیرہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں، اوران کے نام کی منتیں مانتے ہیں، ان کی قبروں کو سجدے کرتے ہیں، اوران کے بارے میں عالم الغیب اور حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ دور اور قریب سے ہماری آواز اور پکار کو براہِ راست سنتے ہیں اور ہمارے حالات کی خبر رکھتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے عقائد ایمان کے لئے تباہ کن ہیں۔

البتہ وہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ کوئی تاویل وغیرہ کر کے شرک کی بعض صورتوں کا ارتکاب کرتے ہیں، تو اگر وہ تاویل شریعت کی نظر میں کفر سے بچانے کا سبب ہو، تو ایسے لوگوں پر بحیثیتِ مجموعی شرک وکفر کا فتویٰ لگانے میں احتیاط اختیار کی جاتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ گناہ گار بھی نہ ہوں، بلکہ وہ سخت گناہ گار ہوتے ہیں۔

اور ممکن ہے کہ عنداللہ کافر بھی ہوں، مگر تاویل کی وجہ سے ہمارے سامنے ان کا کفر ظاہر نہ ہوا ہو۔

اور یہ حکم ان چیزوں کے بارے میں ہے، جن کے بارے میں تاویل کا احتمال ہوتا ہے، یا وہ تاویل بظاہر کفر وشرک سے بچانے میں معتبر ہوتی ہے۔

اور اگر شریعت کسی چیز میں تاویل کا اعتبار ہی نہ کرتی ہو، یا وہ تاویل معتبر نہ ہو، تو پھر تاویل کرنا نہ کرنا یکساں ہے۔

## (۲)......کینہ اور بُغض

بغض وکینہ اسے کہتے ہیں کہ جس پر غصہ وناگواری ہو اور اس سے بدلہ لینے کی قوت نہ ہو، تو اس کے دل میں غصہ روکنے اور ضبط کرنے سے دل پر ایک قسم کی گرانی وناگواری ہوتی ہے۔

اسی گرانی وناگواری کا نام بغض وکینہ ہے، جو کہ عام طور پر غصہ سے پیدا ہوتا ہے۔

کسی مسلمان سے بغض وکینہ صرف ایک عیب وگناہ نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا بیج ہے۔

اس لئے اس سے ہر مسلمان کو بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور عفو ودرگزر سے کام لینا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ(سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۹۹)

ترجمہ: معاف اور درگزر کرنے کو اختیار کرو، اچھی بات کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو (ترجمہ ختم)

بغض وکینہ اتنا خطرناک اور قبیح ترین گناہ ہے کہ ایسے گناہ میں مبتلا شخص نہ صرف شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت سے محروم رہتا ہے، بلکہ وہ شبِ قدر کی فضیلت سے بھی محروم رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَأْمُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَيَهْبِطُ فِي كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى الْأَرْضِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ أَخْضَرُ، فَيُرْكِزُ اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ، وَلَهُ مِائَةُ جَنَاحٍ مِنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا إِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ، فَيَنْشُرُهُما فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ إِلَى الْمَغْرِبِ، فَيَبُثُّ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلَائِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ، وَقَاعِدٍ، وَمُصَلٍّ وَذَاكِرٍ يُصَافِحُوْنَهُمْ، وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَآئِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلَائِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ، فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرِيْلُ، فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ :نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ، وَغَفَرَ لَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً،فَقُلْنَا :يَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ هُمْ ؟ قَالَ:رَجُلٌ مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَعَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ، وَقَاطِعُ رَحِمٍ، وَمُشَاحِنٌ ،قُلْنَا:يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا

الْمُشَاحِنُ ؟ قَالَ :هُوَ الْمُصَارِمُ(شعب الایمان للبیھقی) [1]

ترجمہ: جب شبِ قدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں۔

چنانچہ وہ فرشتوں کے جمگھٹے میں زمین کی طرف اترتے ہیں۔

ان فرشتوں کے پاس سبز جھنڈے ہوتے ہیں جو وہ بیت اللہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں جبریلِ امین کے سو پر ہیں جن میں سے وہ دو پر صرف اسی رات میں کھولتے ہیں وہ دو پر مشرق ومغرب سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جبریلِ امین اس رات فرشتوں کو (پوری زمین پر) پھیلا دیتے اور منتشر کردیتے ہیں چنانچہ وہ فرشتے ہر اُس بندے پر سلام کرتے ہیں جو کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اور ذکر (یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد) میں مشغول ہو اور ان لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے پھر جب صبح ہوجاتی ہے تو جبریلِ امین فرشتوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اے فرشتوں کے گروہ !بس اب چلتے بنو، کوچ کرو۔

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے جبریل !اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کے مومنوں کی ضروریات کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟

جبریلِ امین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمت کی نظر سے دیکھتے ہوئے ان سے درگزر فرما کر انہیں بخش دیا ہے، سوائے چار شخصوں کے۔

(صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں) ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول !وہ چار شخص کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک تو وہ جو شراب پینے کا عادی ہو، دوسرے والدین کا نافرمان ،تیسرے رشتے ناطے توڑنے والا یعنی قطع رحمی کرنے والا، اور چوتھے ''مُشاحِن''، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مشاحن سے کون مراد ہے؟ تو رسول

---

[1] حدیث نمبر ۳۴۲۱، کتاب الصیام، التماس لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر من شھر رمضان، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، فضائل الاوقات للبیھقی حدیث نمبر ۱۰۷.

قال المنذری :

لیس فی اسناده من اجمع علی ضعفه(الترغیب والترھیب ،ج۲ص ۶۲،کتاب الصوم الترغیب فی الصوم مطلقا وما جاء فی فضله وفضل دعاء الصائم)

www.idaraghufran.org

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصارم یعنی کینہ ور (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں، اور ہر ایسے بندے کی بخشش کی جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا، مگر اس آدمی کی بخشش نہیں کی جاتی کہ اس کے اور اس کے (مسلمان) بھائی کے درمیان کینہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ کینہ ختم کرلیں، ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ کینہ ختم کرلیں، ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ کینہ ختم کرلیں (یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرماتے ہیں) (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَكُونُوا إِخْوَانًا (بخاری) [2]

ترجمہ: اپنے آپ کو بدگمانی کرنے سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی جھوٹی ترین بات ہے، اور (کسی کے) عیبوں کی جستجو نہ کرو، اور کسی کے راز کی ٹوہ میں نہ لگو، اور آپس میں بغض نہ رکھو، اور آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] حديث نمبر ٢٥٦٥، كتاب البر والآداب والصلة، باب النهى عن الشحناء والتهاجر، دار إحياء التراث العربى - بيروت.

[2] حديث نمبر ٦٠٦٤، كتاب الادب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، دارطوق النجاة، بيروت، مسلم، حديث نمبر ٢٥٦٣.

Idara Ghufran

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ(بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں بغض نہ رکھو، اور آپس میں حسد نہ کرو، اور آپس میں قطع تعلقی نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی ہوکر رہو، اور کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام وکلام چھوڑ دے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْبَغْضَاءُ وَالْحَسَدُ ، وَالْبَغْضَاءُ وَهِيَ الْحَالِقَةُ ، لَيْسَ حَالِقَةَ الشَّعْرِ لٰكِنْ حَالِقَةَ الدِّيْنِ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا ، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا ، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ أَظُنُّهُ بِمَا يُثْبِتُ لَكُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ(مسند البزار) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری طرف تم سے پہلی امتوں کا مرض منتقل ہوگا، جو کہ بغض اور حسد ہے، اور بغض مونڈنے والا ہے، اور یہ بالوں کو مونڈنے

---

[1] حدیث نمبر ۶۰۶۵، کتاب الادب، باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر، دارطوق النجاة، بیروت، مسلم، حدیث نمبر ۲۵۵۸.

قوله لا تدابروا أی لا تقاطعوا (فتح الباری لابنِ حجر، ج ۱ ص ۱۱۶)

[2] حدیث نمبر ۲۲۳۲، مکتبة العلوم والحکم -المدینة المنورة، واللفظ لهٗ، ترمذی، حدیث نمبر ۲۵۱۰، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۴۱۲.

قال المنذری و الهیثمی:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ (الترغیب والترهیب ج۳ص ۲۸۵، مجمع الزوائد ج۸ص ۳۰)

وقال الالبانی:

وهو حدیث حسن بمجموع طریقیه عن ابن الزبیر وأبی هریرة(السلسلة الضعیفة، ج ۱ ص ۲۹)

والا نہیں، بلکہ دین کو مونڈے والا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ تم ایمان لائے بغیر جنت میں داخل نہ ہوگے، اور آپس میں محبت کئے بغیر مومن نہیں کہلاؤ گے، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں، جس کے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ وہ تمہیں ایمان (اور آپس کی محبت) پر قائم رکھے گی؟ (اور وہ چیز یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُسْلِمُوْا، وَلَا تُسْلِمُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا، وأَفْشُوا السَّلَام تَحَابُّوْا، وإِيَّاكُمْ والْبُغْضَةَ، فَإِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُوْلُ لَكُمْ تَحْلِقُ الشَّعَرَ، وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ** (الادب المفرد للبخاری)[1]

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم جنت میں داخل نہیں ہوگے، یہاں تک کہ تم مسلمان نہ ہوجاؤ، اور تم مسلمان نہیں ہوگے، یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرو، اور تم سلام کو عام کرو، جس سے تمہارے درمیان محبت ہوگی، اور بغض سے بچو، کیونکہ یہ مونڈنے والی چیز ہے، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ یہ دین کو مونڈتی ہے (ترجمہ ختم)

بعض دوسری روایات میں بھی بغض کو مونڈنے والا قرار دیا گیا ہے۔[2]

---

[1] حدیث نمبر ۲۶۰، باب الالفة، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض.
قال الالباني: حسن لغيره (تعليق الادب المفرد، حواله بالا)

[2] مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ؛ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ كَثِيرٍ مِنَ الصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: صَلْحُ ذَاتِ الْبَيْنِ. وَإِيَّاكُمْ وَالْبُغْضَةَ. فَإِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَةُ (مؤطا امام مالک، حدیث نمبر ۳۳۵۶)

ثنا محمد بن وضاح قال: نا موسى بن معاوية قال: نا عبد الرحمن بن مهدى، عن حماد بن زيد، عن يحيى بن سعيد، عن سعيد بن المسيب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا أدلكم على ما هو خير من كثير من الصلاة والصدقة؟ إصلاح ذات البين، وإياكم والبغضة؛ فإنها هي الحالقة (البدع لابن الوضاح، حديث نمبر ۲۲۲)

أخبركم أبو عمر بن حيويه قال: أخبرنا يحيى قال: حدثنا الحسين قال: أخبرنا عبد الله قال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ بغض دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ کُن چیز ہے، اور جس فرد یا قوم میں یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے، اس کی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا باعث بنتا ہے۔ [۱]

بغض وکینہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

جس مسلمان سے بغض وکینہ ہو اس کا قصور معاف کردینا اور اس سے میل جول شروع کر دینا، خصوصاً اس کو اہتمام کے ساتھ سلام کرنا، اور ہوسکے تو اخلاص کے ساتھ اس کو ہدیہ وتحفہ پیش کرنا، اگرچہ اس سے طبیعت پر گرانی ہو اور یہ عمل نفس کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

اس طریقہ پر عمل کرتے رہنے سے اِن شاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بغض وکینہ دور ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ کسی مسلمان کی طرف سے دل میں کینہ اور بُغض نہیں رکھنا چاہئے اور اگر کسی سے قصور ہوگیا ہو تو اُس کا قصور معاف کردینا چاہئے اور اُس سے میل جول اور سلام وکلام شروع کردینا چاہئے۔

آج کل کینہ اور بُغض وعداوت عام ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

## (۳)......قطع رحمی

قطع رحمی کا مطلب ہے رشتہ داروں کو ایذاء وتکلیف پہنچانا، اور ان سے سلام وکلام چھوڑ دینا، اور ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخبرنا أسامة بن زيد ، عن إسماعيل بن أبي حكيم ، عن سعيد بن المسيب ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ألا أخبركم بخير من كثير من صلاة وصدقة ؟ قالوا :بلى يا رسول الله ، قال : صلاح ذات البين ، وإياكم والبغضة ، فإنها هي الحالقة (الزهد والرقائق لابن المبارك، حديث نمبر ۷۲۵)

[۱] قال رسول الله دب بفتح الدال المهملة وتشديد الموحدة أي نقل وسرى ومشى بخفية إليكم داء الأمم قبلكم الحسد أي في الباطن والبغضاء أي العداوة في الظاهر ورفعهما على أنهما بيان للداء أو بدل وسميا داء لأنهما داء القلب هي أي البغضاء وهو أقرب مبنى ومعنى أو كل واحدة منهما الحالقة أي القاطعة للمحبة والإلفة والصلة والجمعية والخصلة الأولى هي المؤدية إلى الثانية ولذا قدمت لا أقول تحلق الشعر أي تقطع ظاهر البدن فإنه أمر سهل ولكن تحلق الدين وضرره عظيم في الدنيا والآخرة قال الطيبي أي البغضاء تذهب بالدين كالموسى تذهب بالشعر وضمير المؤنث راجع إلى البغضاء كقوله تعالى والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها "التوبة" (مرقاة، ج۸ص ۳۱۵۴، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر الخ )

www.idaraghufran.org

کی خبر گیری نہ کرنا۔

اور یہ قطع رحمی کبیرہ گناہ اور شدید وسخت ترین عذاب اور وبال کا باعث ہے۔

قرآن وسنت میں اس کا جابجا ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِصَاحِبِہِ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَہٗ فِی الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ**(ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم اور قطع رحمی کے مقابلہ میں کوئی اور گناہ اس بات کا زیادہ حقدار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے کرنے والے کو دنیا میں ہی جلد سزا عطا فرمائیں، اور آخرت میں اس کے لئے سزا باقی رہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جن گناہوں پر دنیا میں ہی بہت جلدی اللہ تعالیٰ کی جانب سے سزا ملتی ہے، اور آخرت کی سزا اپنی جگہ برقرار رہتی ہے، ان میں قطع رحمی اور ظلم جیسا اور کوئی گناہ نہیں۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۴۹۰۲، کتاب الادب، باب فی النهی عن البغی، المکتبة العصرية، صيدا - بيروت، واللفظ لهٗ، ترمذی حدیث نمبر ۲۵۱۱، مسند احمد حدیث نمبر ۲۰۳۹۸، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۴۵۵، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۳۱۶، الادب المفرد للبخاری، حدیث نمبر ۳۰.
قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
وقال الحاكم: "صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"
وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح .
قلت: و هو كما قالا ، فإن رجال إسناده ثقات كلهم (السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حديث رقم ۹۱۸)
وفی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين .أبو عثمان النهدی :هو عبد الرحمن بن ملّ، وهو مكرر الحديث السالف برقم(۱۵۰۴)فی مسند سعد ابن أبی وقاص.
قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال رسول الله ما من ذنب ما نافية ومن زائدة للاستغراق أحرى أی أحق وأولی أن يعجل الله صلة أحرى على تقدير الباء أی بتعجيله سبحانه لصاحبه أی لمرتكب الذنب العقوبة مفعول يعجل وظرفه قوله فی الدنيا مع ما يدخر بتشديد الدال المهملة وكسر الخاء المعجمة أی مع ما يؤجل من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

العقوبة له أى لصاحب الذنب فى الآخرة من البغى أى من بغى الباغى وهو الظلم أو الخروج على السلطان أو الكبر ومن تفصيلية وقطيعة الرحم أى ومن قطع صلة ذوى الأرحام رواه الترمذى وأبو داود قال ميرك وقال الترمذى حسن صحيح ورواه الحاكم وقال صحيح الإسناد اه وفى الجامع الصغير رواه أحمد والبخارى فى الأدب المفرد وأبو داود والترمذى وابن ماجه وابن حبان والحاكم عن أبى بكرة ورواه الطبرانى عنه أيضا ولفظه ما من ذنب أجدر أن يعجل الله تعالى لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخر له فى الآخرة من قطيعة الرحم والخيانة والكذب وأن أعجل الطاعة ثوابا صلة الرحم حتى أن أهل البيت ليكونوا فجرة فتنمو أموالهم ويكثر عددهم إذا تواصلوا(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۹۱،كتاب الآداب، باب البر والصلة)

(ما من ذنب أجدر) بسكون الجيم أحق والذى رأيته فى أصول صحيحة من الأدب المفرد بدل أجدر أحرى (أن يعجل الله لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخر له فى الآخرة من البغى وقطيعة الرحم) لأن البغى من الكبر وقطيعة الرحم من الاقتطاع من الرحمة والرحم القرابة ولو غير محرم بنحو إيذاء أو صد أن هجر فإنه كبير كما يفيده هذا الوعيد الشديد أما قطيعتها بترك الإحسان فليس بكبير قال الحليمى :بين بهذا الخبر أن الدعاء بما فيه إثم غير جائز لأنه جرأة على الله ويدخل فيه ما لو دعا بشر على من لا يستحقه أو على نحو بهيمة وقال فى الإتحاف :فيه تنبيه على أن البلاء بسبب القطيعة فى الدنيا لا يدفع بلاء الآخرة ولو لم يكن إلا حرمان مرتبة الواصلين.

-(حم خد د ت ه حب ك) فى التفسير (عن أبى بكرة) قال :صحيح وأقره الذهبى ورواه عنه الطبرانى أيضا وزاد حتى أن أهل البيت ليكونوا فجرة فتنمو أموالهم ويكثر عددهم إذا تواصلوا(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۸۰۲۸)

ما من ذنب أجدر أن يعجل الله لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يدخر له فى الآخرة من قطيعة الرحم والخيانة) فى كيل أو وزن أو غيرهما (والكذب) الذى لغير مصلحة (وإن أعجل الطاعة ثوابا صلة الرحم) وحقيقة الصلة العطف والرحمة (حتى أن أهل البيت ليكونوا فجرة فتنمو أموالهم ويكثر عددهم إذا تواصلوا) لأن أصل الرحمات شجنة معلقة بالعرش فأنزل الله تعالى منها رحمة واحدة قسمها بين خلقه يترأفون بها ويتعاطفون بها فمن قطعها فقد انقطع من رأفة الله فلذلك تعجلت عقوبته فى الدنيا ومن ثم قيل أعجل البر صلة الرحم وأسرع الشر عقابا الكذب وقطيعة الرحم لأن الأمانة فى الأقوال كالأفعال معلقة بالإيمان وقطيعة الرحم من الانقطاع من الرحمة المعلقة بالعرش.

-(طب عن أبى بكرة) رمزه لحسنه قال الهيثمى :رواه عن شيخه عبد الله بن موسى بن أبى عثمان الأنطاكي ولم أعرفه وبقية رجاله ثقات(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۸۰۲۹)

وَلَيْسَ شَيْءٌ أَشَدُّ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى مِنَ الْكُفْرِ، وَلَا عُقُوبَةَ أَشَدُّ مِنَ الْعُقُوبَةِ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنْ تُدْرِكَ التَّوْبَةُ مَنْ كَانَ مِنْهُ ذَلِكَ، وَإِنَّمَا أُرِيدَ بِمَا فِي الْحَدِيثَيْنِ اللَّذَيْنِ ذَكَرْنَاهُمَا فِي هَذَا الْبَابِ عُقُوبَةُ مَنْ كَانَ مِنْهُ الْبَغْيُ، وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ مِنْ أَهْلِ الشَّرِيعَةِ الَّتِي لَمْ يَخْرُجْ مِنْهَا بِذَلِكَ، وَكَانَ مَا تُوُعِّدَ بِهِ مِنْ ذَلِكَ عُقُوبَةً عَلَى بَغْيِهِ، وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ الَّتِي أَمَرَهُ اللهُ تَعَالَى بِصِلَتِهَا .وَأَمَّا الْعُقُوبَةُ عَلَى الْكُفْرِ، فَأَغْلَظُ مِنْ ذَلِكَ، وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ (شرح مشكل الآثار،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى أسرع الخير ثوابا، وفى أسرع الذنوب عقوبة)

www.idaraghufran.org

أَسْرَعُ الْخَيْرِ ثَوَابًا اَلْبِرُّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَأَسْرَعُ الشَّرِّ عُقُوْبَةً الْبَغْيُ وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ(ابن ماجة) ؎۱

ترجمہ: خیر (وبھلائی) کے کاموں میں زیادہ ثواب کے اعتبار سے تیز ترین عمل (اللہ کی مخلوق کے ساتھ) نیک سلوک اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی ہے، اور شر (وبرائی) کے کاموں میں زیادہ تیز سزا اور وبال کے لحاظ سے ظلم اور قطع رحمی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے قطع رحمی کے گناہ کی شدت معلوم ہوئی۔ ؎۲

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيْسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ (مسند احمد) ؎۳

---

؎۱ حديث نمبر ۴۲۰۲، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.
قال أحمد بن أبى بكر بن إسماعيل الكنانى:
هذا إسناد فى صالح بن موسى الصلحى وهو ضعيف وله شاهد من حديث أبى بكرة رواه أبو داود والترمذى(مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة)

؎۲ (أسرع الخير ثوابا) أى أعجل أنواع الطاعة إثابة من الله تعالى (البر) بالكسر :الاتساع فى الإحسان إلى خلق الله تعالى من كل آدمى وحيوان محترم (وصلة الرحم) أى الأقارب وإن بعدوا (وأسرع الشر) أى الفساد والظلم (عقوبة البغى وقطيعة الرحم) لأن فاعل ذلك لما افترى باقتحام ما تطابقت على النهى عنه الكتب السماوية والإشارات الحكمية وقطع الوصل التى بها نظام العالم وصلاحه أسرع إليه الوبال فى الدنيا مع ما ادخر له من العقاب فى العقبى والمراد بالسرعة هنا أنه تعالى يعجل ثواب ذلك وعقابه فى الدنيا ولا يؤخره للآخرة بدليل الخبر المار :اثنان يعجل الله عقوبتهما فى الدنيا ، وذكر هنا البغى وقطيعة الرحم ، وفى حديث آخر :البغى واليمين الفاجرة ، وفى آخر :البغى وعقوق الوالدين ، فدل على عدم الانحصار فى عدد ، وإنما كان المصطفى صلى الله عليه وسلم يخاطب كل إنسان بما يليق بحاله وبما هو ملتبس به أو يريد العزم عليه فلذلك اختلفت الأجوبة.(ت ه) وكذا أبو يعلى (عن عائشة) رمز المصنف لحسنه وليس كما قال فقد ضعفه المنذرى وغيره(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۱۰۱۷)

؎۳ حديث نمبر ۱۰۲۷۲، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، شعب الايمان حديث نمبر ۷۵۹۵.
قال الهيثمى: رواه أحمد ورجاله ثقات.(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۱، باب صلة الرحم وقطعها )
فى حاشية مسند احمد: اسنادهٗ حسن. وأخرجه المزى فى ترجمة الخزرج من "تهذيبه۸/۲۴۲" من طريق عبد الله ابن أحمد بن حنبل، عن أبيه، بهذا الإسناد. وأخرجه الخرائطى فى "مساوىء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: بنی آدم کے اعمال ہر جمعہ کی رات میں (اللہ تعالیٰ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں، اور قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہیں ہوگا (ترجمہ ختم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی ایک لمبی حدیث میں یہی مضمون مروی ہے۔ [2]

یعنی قطع رحمی کرنے والا ضابطہ کی رُو سے اس کا مستحق ہے کہ وہ جنت میں داخل نہ ہو، ہاں! اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ اپنے فضل سے دوسرا معاملہ فرمائیں، تو الگ بات ہے۔

اور قبیلہ خثعم کے ایک صحابی سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأخلاق(٢٧٩)"والبيهقي في "الشعب(٧٩٦٦)"من طريق يونس بن محمد، به .وأخرجه البخارى في "الأدب المفرد(٦١)"والبيهقى(٧٩٦٥)من طريقين عن الخزرج بن عثمان السعدى، به -وجاء فيه عند البخارى والخرائطي والبيهقى(٧٩٦٦)قصة .وقد سلف عن أبى هريرة مرفوعاً من طريق آخر أن الأعمال تعرض كل اثنين وخميس، انظر(٧٦٣٩)وهو صحيح .وفى الحث على صلة الرحم انظر ما سلف برقم(٧٩٩٢)و(٨٨٦٨)

[1] حديث نمبر ٢٥٥٦، كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، دار إحياء التراث العربى -بيروت، واللفظ لهٗ، بخارى، حديث نمبر ٥٥٢٥، ابو داؤد حديث نمبر ١٦٩٨، ترمذى، ابواب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فى صلة الرحم.

[2] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ خَمْسٍ :مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ، وَلَا قَاطِعُ رَحِمٍ، وَلَا كَاهِنٌ، وَلَا مَنَّانٌ (مسنداحمد، حديث نمبر ١١١٠٧)

حديث حسن لغيره(حاشية مسنداحمد)

www.idaraghufran.org

أَیُّ الْأَعْـمَـالِ أَبْـغَـضُ إِلَی اللّٰهِ؟قَالَ: اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰهِ،قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،ثُمَّ مَهْ؟قَالَ: ثُمَّ قَطِیْعَةُ الرَّحِمِ،قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،ثُمَّ مَهْ؟قَالَ: ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمُنْکَرِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمَعْرُوْفِ(مسند ابی یعلیٰ) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر صلہ رحمی، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل ناپسند ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر قطع رحمی، میں نے کہا کہ پھر اس کے بعد کون سا عمل سب سے زیادہ ناپسند ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر برائی کا حکم کرنا، اور نیکی سے روکنا (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے صلہ رحمی کا اللہ تعالیٰ کو پسند اور قطع رحمی کا ناپسند ومبغوض ہونا معلوم ہوا۔

---

[1] حدیث نمبر ۶۸۳۹،ج ۱۲ ص ۲۲۹،دار المأمون للتراث -دمشق.

قال الهیثمی:

رواہ أبو یعلی ورجاله رجال الصحیح غیر نافع بن خالد الطاحی وهو ثقة .(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۵۱،باب صلة الرحم وقطعها )

وقال المنذری:

رواہ أبو یعلی بإسناد جید (الترغیب والترهیب، کتاب البر والصلة وغیرها)

وقال الصنعانی:

رواہ أبو یعلی بإسناد جید(فتح الغفار،باب ما جاء فی صلة الرحم)

وقال البوصیری:

هذا إسناد فیه مقال، نافع ما علمته، ولم أره فی شیء من کتب الجرح .والتعدیل ، وباقی رجال الإسناد ثقات علی شرط مسلم(اتحاف الخیرة المهرة،کتاب الإیمان،باب أفضل الأعمال وأحبها إلی الله تعالی الإیمان وأنه ینجی العبد من النار)

قلت: نافع بن خالد الطاحی، ذکرہ ابن حبان فی الثقات فقال:

نافع بن خالد الطاحی من أهل البصرة یروی عن أبی عاصم وعبد الاعلی بن عبد الاعلی (کتاب الثقات لابنِ حبان ج۹ص ۲۱۰)

www.idaraghufran.org

قطع رحمی کرنا اتنا سخت گناہ ہے کہ اگر کسی شخص کے عقائد (توحید، رسالت، قیامت وغیرہ) اور اعمال (نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ) اور اخلاق (اخلاص، صبر شکر وغیرہ) سب درست ہیں اور اس وجہ سے وہ جنّت میں جانے کا مستحق ہے لیکن اس میں یہ خرابی ہے کہ وہ رشتہ داروں کے حقوق ضائع کرتا ہے تو اس بدعملی کی وجہ سے جنت میں جانے سے قانوناً اس وقت تک محروم رہے گا، جب تک کہ اس کی سزا نہ پالے گا، اور ظاہر ہے کہ یہ بڑی حسرت کا مقام ہوگا کہ ایک شخص ہر لحاظ سے جنت میں جانے کا حقدار ہے اور صرف قطع رحمی کی وجہ سے جنّت میں جانے کی بجائے جہنم میں جا رہا ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب: ''صلہ رحمی کے فضائل واحکام'')

## (۴)......ناحق قتل کرنا

کسی انسان کو یہاں تک کہ کافر کو بھی بلاوجہ قتل کرنا سخت گناہ ہے اور مؤمن کو قتل کرنا تو بدترین جرم ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اتنی سخت وعید سنائی ہے کہ اس کو لمبے عرصہ تک عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

**''وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّلَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا''** (سورہ نساء آیت نمبر ۹۳)

ترجمہ: جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کردے، تو اس کی (اصل) سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب ہے، اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لئے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے (ترجمہ ختم)

مؤمن کے قتل کی اصل سزا تو یہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فضل فرمادیں تو علیحدہ بات ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْکَبَائِرِ، قَالَ :اَلشِّرْکُ بِاللّٰہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَوْلُ الزُّوْرِ** (مسلم) [1]

---

[1] حدیث نمبر ۸۸، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر وأکبرھا، دار إحیاء التراث العربی - بیروت، واللفظ لہٗ، بخاری، حدیث نمبر ۵۹۷۷.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبائر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی جاندار کو (ناحق) قتل کرنا، اور جھوٹی بات کہنا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِى الدِّمَآءِ (مسلم)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خونوں (یعنی قتلوں) کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِىْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهٖ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا (بخاری)[2]

ترجمہ: ایک مسلمان شخص کو اپنے دین کے معاملے میں اُس وقت تک معافی کی گنجائش رہتی ہے، جب تک وہ حرام طریقے سے کسی کا خون نہ بہائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُوْرِ الَّتِىْ لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهٗ فِيْهَا سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهٖ (بخاری)[3]

ترجمہ: جن مشکل کاموں میں اپنے آپ کو پھنسا کر آدمی کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حرام طریقے پر کسی کا ناحق خون بہادے، اور یہ خون بہانا اس کے لیے حلال نہ ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

---

[1] حديث نمبر ١٦٧٨، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب المجازاة بالدماء فى الآخرة، وأنها أول ما يقضى فيه بين الناس يوم القيامة، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

[2] حديث نمبر ٦٨٦٢، كتاب الديات، دارطوق النجاة، بيروت؛ مسند احمد.

[3] حديث نمبر ٦٨٦٣، كتاب الديات، دارطوق النجاة، بيروت.

www.idaraghufran.org

لَا يَزَالُ الرَّجُلُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهٖ مَا نَقِيَتْ كَفُّهٗ مِنَ الدَّمِ،فَإِذَا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْ دَمٍ حَرَامٍ نُزِعَ حَيَاؤُهٗ (مصنف ابنِ ابی شیبة) ۱؎

ترجمہ: ایک مسلمان شخص کو اپنے دین کے معاملے میں اُس وقت تک معافی کی گنجائش رہتی ہے، جب تک کہ اس کے ہاتھ کسی کے خون سے صاف رہیں، لیکن اگر اس کے ہاتھ کسی کے ناحق خون سے رنگے گئے تو اس سے اس کی حیاء سلب کر لی جاتی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ شَرِکَ فِيْ دَمٍ حَرَامٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ(المعجم الكبير للطبراني) ۲؎

ترجمہ: جو شخص کسی کا حرام طریقے سے خون بہانے میں ایک لفظ بول کر بھی شریک ہوگیا، وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اُس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ ''اللہ کی رحمت سے مایوس'' (ترجمہ ختم)

اسی قسم کا مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۳؎

---

۱؎ حدیث نمبر ۲۸۳۱۳، کتاب الديات، باب من قال ليس لقاتل المؤمن توبة،واللفظ لهٗ، شعب الايمان للبيهقي، حديث نمبر ۴۹۴۲.

۲؎ حديث نمبر ۱۱۱۰۲ ،مكتبة ابن تيمية -القاهرة.

قال الهيثمي:

رواه الطبراني وفيه عبد الله بن خراش ضعفه البخاري وجماعة ووثقه ابن حبان وقال : ربما أخطأ،وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۷ص۲۹۸)

۳؎ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ :آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ(سنن ابن ماجه،حديث نمبر ۲۶۲۰،واللفظ لهٗ،سنن البيهقي، حديث نمبر ۱۵۸۶۵ ،الديات لابنِ ابی عاصم ،حديث نمبر ۶، مسند ابی يعلیٰ الموصلی، حديث نمبر ۵۹۰۰)

قال ابن الملقن:

وَفِي إِسْنَاده يزِيد بن زِيَاد، وَقيل :ابْن أبي زِيَاد، وَقد ضَعَّفُوهُ قَالَ البُخَارِيّ وَالْبَيْهَقِيّ: مُنكر الحَدِيث .وَقَالَ ابْن حبَان :كَانَ صَدُوقًا إِلَّا أَنه لما كبر سَاءَ حفظه(البدر المنير ، ج۸ص۳۴۹) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ:

**لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَإِذَا أَصَابَ دَمًا**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثنـا الْـفَـرَجُ بْـنُ فَضَالَةَ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، يَرْفَعُهُ، قَالَ " :مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ (سنن البيهقى،حديث نمبر ۱۵۸۶۸)

وقال ابن الملقن ايضاً:

قلت :والفرج بن فضالة قوّاه أَحْمد، وضعَّفه غيره .قَالَ الْبُخَارِيّ :مُنكر الحَدِيث (البدرالمنير ج۸ص ۳۵۰)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ أَعَانَ عَلَى دَمِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ كُتِبَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ :آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ "(شعب الايمان للبيهقى،حديث نمبر ۴۹۶۲)

رواه ابن عساكر(۲/۳۸۲/۲)و كذا البيهقى فى "الشعب "كما فى " اللآلى "من طريقين عن عبد الله بن حفص ( و فى اللآلى :عبيد الله بن حفص بن مروان ) عن سلمة بن العيار الفزارى عن الأوزاعى عن نافع به .و رجاله ثقات غير ابن حفص هذا فلم أجد له ترجمة (السلسلة الضعيفة للالبانى، تحت حديث رقم ۵۰۳)

أبو الفضل الزهرى ، نا حمزة بن القاسم ، نا عبد الله بن أحمد المكى ، فى سنة ثلاث وسبعين ومائتين ، نا الحسن بن مرار ، نا عبد العزيز بن أبى رواد ، عن نافع ، عن ابن عمر ، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال : لو أن الثقلين اجتمعوا على قتل مؤمن لأكبهم الله يوم القيامة على وجوههم فى النار ، وما من أحد يشترك بشطر كلمة فى قتل مؤمن إلا كتب بين عينيه آيس من رحمة الله ، إن الله تعالى حرم الجنة على القاتل والآمر (حديث ابى الفضل الزهرى،حديث نمبر ۴۶۱)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ :سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ :آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ "غَرِيبٌ، تَفَرَّدَ بِهِ حَكَمٌ عَنْ خَلَفٍ رَوَاهُ هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْمُتَقَدِّمُونَ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي شُعَيْبٍ(حلية الاولياء ج۵ص ۷۴)

وفيه حكيم بن نافع وهو ضعيف .

وأخبرنا أبو عبد الله ، حدثنا أبو العباس ، أخبرنا الربيع ، أخبرنا الشافعى ، أخبرنا مسلم ، بإسناد لا أحفظه :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : قتل المؤمن يعدل عند الله زوال الدنيا .

وبإسناده :أخبرنا الشافعى ، أخبرنا الثقة :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : من أعان على قتل امرء مسلم بشطر كلمة ، لقى الله مكتوب بين عينيه :آيس من رحمة الله (معرفة السنن والآثار للبيهقى، حديث نمبر ۵۰۱۹، وحديث نمبر ۵۰۲۰)

حَرَامًا بَلَّحَ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: ایمان والا بندہ نیک بن کر ہلکا پھلکا (جنت کے راستے پر) اس وقت تک چلتا رہتا ہے، جب تک کہ وہ کسی کے حرام خون میں اپنے آپ کو ملوث نہ کرے، مگر جب حرام خون میں ملوث کرلے، تو اٹک کر رہ جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت میں مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَقْتُوْلَ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُتَعَلِّقًا رَأْسَهُ بِيَمِيْنِهٖ أَوْ قَالَ: بِشِمَالِهٖ آخِذًا صَاحِبَهُ بِيَدِهِ الْأُخْرٰى، تَشْخَبُ أَوْدَاجُهُ دَمًا، فِيْ قِبَلِ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ، فَيَقُوْلُ: رَبِّ، سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِيْ ؟

(مسند احمد، حديث نمبر ۲۶۸۳، مؤسسة الرسالة، بيروت) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو (دنیا میں) قتل کیا گیا ہو، وہ اپنے سر کو اپنے دائیں یا بائیں ہاتھ میں پکڑ کر لائے گا، اور دوسرے ہاتھ سے اپنے قاتل کو پکڑ کر لائے گا، اس کی رگوں سے خون جاری ہوگا، اور وہ رحمٰن کے عرش کے سامنے حاضر ہو کر کہے گا کہ اے میرے رب! اس سے سوال فرمایئے کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ (ترجمہ ختم)

کسی کا ناحق قتل کرنے کے گناہ کی معافی اس لیے سخت مشکل ہے کہ اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اور بندوں کے حقوق صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے، جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کرے، جس کی حق تلفی کی گئی، اور قتل ہو جانے کے بعد مقتول سے معافی مانگنے کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔

---

[1] حديث نمبر ۴۲۷۰، كتاب الفتن والملاحم، باب في تعظيم قتل المؤمن، المكتبة العصرية، صيدا - بيروت، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبرانى، حديث نمبر ۹۲۲۹، سنن البيهقى، حديث نمبر ۱۵۸۶۲.

[2] فى حاشية مسند احمد:

حديث صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير يحيى بن عبد الله - وهو ابن الحارث الجابر ويقال: المجبر التيمى - وقد تقدم الكلام عليه عند الحديث رقم (۲۱۴۲) يونس: هو ابن محمد المؤدب، وعبد الواحد: هو ابن زياد العبدى مولاهم البصرى.

Idara Ghufran

آج قتل وغارت گری عام ہے، انسانی جان کا قتل گڑیوں کا کھیل اورتماشہ بن کررہ گیا ہے، انسانی جان کی قدر وقیمت خودانسان کے نزدیک ایک مولی گاجر سے بھی کم ہوکررہ گئی ہے، ذرا ذرا سی بات پراور مال کے لالچ کی خاطر دوسرے کوقتل کردینا، اس کی جان سے کھیل جانا، دوسرے انسان کے معصوم بچوں کویتیم کردینا، اُن کوروتا بلکتا ہوا چھوڑ دینا، کسی کی سہاگن (بیوی) کو بیوہ کردینا، اُس کے سہاگ کولُوٹ لینا، عزیزوں اوررشتہ داروں کے دلوں پررنج وغم کے نشتر چلادینا، بے سہارا بوڑھے والدین کے سہارے کوچھین لینا، دوسرے کے کاروباری نظام کو یکدم درہم برہم کردینا اورتمام کاروبارِ زندگی کومفلوج کردیناصرف چند ٹکے کی گولیوں کا کام بن کررہ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ظلم سے حفاظت ونجات عطافرمائیں۔آمین۔

## (۵)......والدین کی نافرمانی

والدین کی نافرمانی بہت سخت گناہ ہے، کئی حدیثوں میں والدین کی نافرمانی پرسخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَاءُ اللّٰهِ فِىْ رِضَاءِ الْوَالِدِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِىْ سَخَطِ الْوَالِدِ(صحیح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والدکی رضامندی میں ہےاوراللہ کی ناراضگی والدکی ناراضگی میں ہے(ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۴۲۹، ج۲ص ۱۷۲،مؤسسة الرسالة،بيروت.

قال شعيب الارنؤط:

يعلى ابن عطاء هو العامرى، ويقال :الليثى الطائفى، ثقة من رجال مسلم، ووالده عطاء ذكره المصنف فى الثقات، وروى عن أوس بن أبى أوس، وابن عمرو بن العاص، وابن عباس، وغيرهم، قال ابن القطان :مجهول الحال، ما روى عنه غير أبنه يعلى .وباقى رجاله ثقات(حاشية صحيح ابنِ حبان)

وقال الالبانى:

حسن(التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان)

واضح رہے کہ والدین اگر خلافِ شرع کسی کام کا حکم دیں تو اس کام میں ان کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّۃِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ أَوْ اِحْفَظْہُ** (ترمذی) [۱]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ والد جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے، پس اگر چاہو تو اس دروازہ کو ضائع کرو، یا اس کی حفاظت کرو (ترجمہ ختم)

جنت کے بیچ کا دروازہ ہونے کا مطلب محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا بڑا اور اچھا دروازہ ہے، اور والد کی اطاعت جنت میں داخلے کا بہترین ذریعہ ہے، بشرطیکہ وہ اطاعت شرعی حدود میں ہو۔ [۲]

---

[۱] حديث نمبر ۱۹۰۰، ابواب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل فى رضا الوالدين، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر.

[۲] (الوالد أوسط أبواب الجنة) قال القاضى أى: خير الأبواب وأعلاها، والمعنى: أن أحسن ما يتوسل به إلى دخول الجنة، ويتوصل به إلى وصول درجتها العالية مطاوعة الوالد ومراعاة جانبه. وقال غيره: إن للجنة أبوابا وأحسنها دخولا أوسطها، وإن سبب دخول ذلك الباب الأوسط هو محافظة حقوق الوالد. اهـ. فالمراد بالوالد الجنس، أو إذا كان حكم الوالد هذا فحكم الوالدة أقوى وبالاعتبار أولى. (فإن شئت فحافظ على الباب) أى: داوم على تحصيله (أو ضيع): حصول الباب بترك المحافظة عليه، وهذا كلام أبى الدرداء، والمعنى: فاختر خيرهما (رواه الترمذى، وابن ماجه)، وكذا ابن حبان فى صحيحه، وأبو داود الطيالسى والحاكم فى مستدركه وصححه وأقره الذهبى والبيهقى فى شعبه وصححه الترمذى، نقله ميرك عن التصحيح، وقال المنذرى: رواه الترمذى وغيره واللفظ له وقال: ربما قال سفيان أن أمى، أو ربما قال أبى قال: وهذا حديث صحيح رواه ابن حبان فى صحيحه، ولفظه: أن رجلا أتى أبا الدرداء فقال: إن أبى لم يزل حتى زوجنى وإنه الآن يأمرنى بطلاقها. قال: ما أنا بالذى آمرك أن تعق والدك، ولا بالذى آمرك أن تطلق امرأتك، غير أنك إن شئت حدثتك ما سمعت من رسول الله - صلى الله عليه وسلم - سمعته يقول ": الوالد أوسط أبواب الجنة فحافظ على ذلك إن شئت أو دع. قال فأحسب عطاء قال فطلقها. قلت: وسيأتى فى الفصل الثالث أنه ﷺ قال لابن عمر ": طلقها"; لأن عمر كان يكرهها. وفى الجامع الصغير ": الوالد أوسط أبواب الجنة "رواه أحمد والترمذى وابن ماجه والحاكم عن أبى الدرداء (مرقاة، ج۷ص ۳۰۸۹، كتاب الآداب، باب البر والصلة)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الكَبَائِرُ؟ قَالَ :اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰهِ قَالَ:ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :ثُمَّ عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ

(بخاری) ۱؎

ترجمہ: ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اس نے کہا پھر کون سا گناہ کبیرہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی کرنا (ترجمہ ختم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲؎

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ،وَلَا عَاقٌّ وَالِدَيْهِ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ(مسند احمد) ۳؎

ترجمہ: احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان اور شراب خور (بغیر سخت سزا پائے) جنت میں داخل نہ ہوگا (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ۴؎

---

۱؎ حدیث نمبر ۶۹۲۰، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إثم من أشرک بالله، وعقوبته فی الدنيا والآخرة.

۲؎ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِی بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ؟ قَالُوا :بَلَی يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ :الإِشْرَاکُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، قَالَ :وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ :وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ وَفِی البَابِ عَنْ أَبِی سَعِيدٍ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو بَكْرَةَ اسْمُهُ نُفَيْعُ بْنُ الحَارِثِ(ترمذی، حديث نمبر ۱۹۰۱)

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الكَبَائِرِ، قَالَ :الإِشْرَاکُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ(بخاری، حديث نمبر ۲۶۵۳)

۳؎ حديث نمبر ۶۸۸۲، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن نسائی، حديث نمبر ۵۶۷۲.
فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره

۴؎ عَنْ أَبِی سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ ، وَلَا عَاقٌّ ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ (مسند احمد، حديث نمبر ۱۱۲۲۲)

اور بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ والدین کے نافرمان پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت کی نظر نہیں فرمائیں گے۔ ۱

آج والدین کی نافرمانی عام ہے، لوگ اپنے والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری سے جان چُراتے ہیں اور اُن کی نافرمانی پر کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

## (۶)...... بدکار عورت

بدکار عورت سے مراد زانیہ عورت ہے، زنا بھی بدترین گناہ ہے جو عورت اس گناہ میں مبتلا ہو، اس کے لئے احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، آج کل بعض عورتیں نعوذ باللہ تعالیٰ پیشے کے طور پر اس گناہ میں مبتلا پائی جاتی ہیں، یہ دوہرا گناہ ہے، اور ایسی کمائی بھی حرام ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ فَيُنَادِي مُنَادٍ :هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابَ لَهُ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى؟ هَلْ مِنْ مَكْرُوبٍ فَيُفَرَّجَ عَنْهُ؟، فَلَا يَبْقَى مُسْلِمٌ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ إِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا زَانِيَةٌ تَسْعٰى بِفَرْجِهَا أَوْ عَشَّارٌ**(المعجم الكبير للطبرانی) ۲

ترجمہ: آدھی رات میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہے کہ جس کی دعا قبول کی جائے؟ کوئی سوال کرنے

---

۱ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ قَالَ :أَشْهَدُ لَقَدْ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ :قَالَ عَبْدُ اللهِ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ :الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ -الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ -، وَالدَّيُّوثُ ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ ، وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرَ، وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى(مسند احمد، حديث نمبر ۶۱۸۰)

فی حاشية مسند احمد:

إسناده حسن، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن يسار، فقد روى عنه جمع، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، وصحح حديثه هذا هو والحاكم والذهبی.يعقوب :هو ابن إبراهيم بن سعد الزهری المدنی.

۲ حديث نمبر ۸۳۹۱،ج۹ص ۵۹،مكتبة ابن تيمية -القاهرة، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبرانی، حديث نمبر ۲۷۶۹.

قال الهيثمی:رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۵۳)

www.idaraghufran.org

والا ہے کہ جس کو عطا کیا جائے؟ کوئی بے چین حال ہے جس کی بے چینی کو دور کیا جائے؟ تو کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہوتا، جو (اس وقت میں) کوئی دعا کر رہا ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں، سوائے زنا کار عورت کے، جو اپنی شرمگاہ کے ذریعہ سے کمائی کرتی ہے، یا ٹیکس لگانے والے کے (ترجمہ ختم)

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

شَرُّ الْكَسْبِ مَهْرُ الْبَغِيِّ (مسلم) [1]

ترجمہ: شریرترین کمائی زانیہ عورت کی (زنا کی) اجرت ہے (ترجمہ ختم)

پس مذکورہ گناہوں میں مبتلا لوگوں کو چاہئے کہ اِن سب گناہوں سے جتنی جلدی ہو سکے توبہ کریں، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

بلکہ ہر قسم کے گناہ گاروں کو چاہئے کہ شعبان کی اس مبارک رات سے پہلے پہلے ہی ہر قسم کے گناہوں سے سچے دل کے ساتھ توبہ کرلیں۔

## اس رات کی اہمیت، فضیلت وعبادت اسلاف واکابرِ امت کی نظر میں

بعض لوگوں کو اس بات پر اصرار ہے کہ شعبان کی اس پندرہویں رات کی فضیلت اور عبادت اہلُ السنۃ والجماعۃ سے منقول نہیں، اس لئے آگے اس مسئلے کی چند محدثین وفقہاء واکابر کے حوالہ جات کی روشنی میں بھی وضاحت کردی جاتی ہے۔

تاکہ معلوم ہو کہ اس رات کی فضیلت کے بہت سے محدثین وفقہاء اور اسلاف بھی قائل رہے ہیں۔[2]

---

[1] حديث نمبر ١٥٦٨، كتاب المساقات، باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن، ومهر البغي، والنهي عن بيع السنور، دار إحياء التراث العربي -بيروت.

[2] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''شبِ برأت ایک زمانہ ہے اس میں فضیلت رکھی اور محض تکوینی واقعات اس زمانے کے متعلق کردیئے مثلاً یہ کہ اس میں خداوند جلّ شانہٗ کو بندوں کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے مثلاً یہ کہ اس میں فرشتوں کا نزول ہے اور بندوں کی دعا قبول ہوتی ہے، ان واقعات کے تعلق کی وجہ سے اس وقت میں اور فضیلت پیدا ہوگئی، اوران واقعاتِ تکوینیہ کے ساتھ یہ حکمِ تشریعی متعلق کردیا کہ تم عبادت کرو'' (وعظ ''شعبان'' خطباتِ حکیم الامت ج ۷ ص ۳۹۶ بتغیر)

(۱)......علامہ ابنُ الحاج مالکی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَلَاشَکَّ اَنَّھَا لَیْلَۃٌ مُّبَارَکَۃٌ عَظِیْمَۃُالْقَدْرِعِنْدَ اللّٰہِ تَعَالیٰ .....وَبِالْجُمْلَۃِ فَھٰذِہِ اللَّیْلَۃُ وَاِنْ لَمْ تَکُنْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِفَلَھَافَضْلٌ عَظِیْمٌ وَخَیْرٌجَسِیْمٌ وَکَانَ السَّلَفُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ یُعَظِّمُوْنَھَاوَیُشَمِّرُوْنَ لَھَاقَبْلَ اِتْیَانِھَا فَمَا تَأْتِیْھِمْ اِلَّاوَھُمْ مُتَأَھِّبُوْنَ لِلِقَآئِھَاوَالْقِیَامِ بِحُرْمَتِھَا عَلٰی مَاقَدْعُلِمَ مِنْ اِحْتِرَامِھِمْ لِلشَّعَآئِرِعَلٰی مَاتَقَدَّمَ ذِکْرُہٗ ھٰذَا ھُوَالتَّعْظِیْمُ الشَّرْعِیُّ لِھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ (المدخل لابن الحاج مالکی ج ۱ ص ۲۹۹،باب لیلۃ النصف من شعبان)

ترجمہ: اور کوئی شک نہیں کہ یہ رات بڑی بابرکت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر والی ہے......اور بہر حال یہ رات اگرچہ شبِ قدر تو نہیں ہے لیکن اس رات کے بڑے فضائل ہیں اور بڑی خیر والی رات ہے، اور (ہمارے) اسلاف رحمہم اللہ اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے ہی اس (کی عبادت) کے لئے تیاری کرتے تھے، جب یہ رات آتی تھی تو وہ اس کی ملاقات اور اس کی حرمت وعظمت بجالانے کے لئے مستعد اور تیار ہوتے تھے، کیونکہ یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ وہ اسلاف، اللہ تعالیٰ کے شعائر کا بہت احترام کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا، یہ اس رات کی عظمت کی نشانی ہے (ترجمہ ختم)

(۲)......نیز فرماتے ہیں کہ:

لٰکِنَّ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ زَادَتْ فَضِیْلَتُھَا وَمُقْتَضٰی زِیَادَۃِ الْفَضِیْلَۃِ زِیَادَۃُ الشُّکْرِ اللَّائِقِ بِھَامِنْ فِعْلِ الطَّاعَاتِ وَاَنْوَاعِھَافَبَدَّلَ بَعْضُھُمْ مَکَانَ الشُّکْرِزِیَادَۃَ الْبِدَعِ فِیْھَا (المدخل لابن الحاج، ج ۱ ص ۳۰۸،فصل من البدع المحدثۃ فی لیلۃ النصف شعبان)

ترجمہ: لیکن اس رات کی فضیلت بہت زیادہ ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس رات میں ہر قسم کی طاعت اور عبادت وغیرہ کرکے اس کی شان کے مطابق زیادہ سے زیادہ شکر ادا

Idara Ghufran

کیا جائے، مگر بعض لوگوں نے شکر کے مقام کو کثرت سے بدعت کے ساتھ تبدیل کردیا (اور شکر کے بجائے اس میں بدعات اور خرافات کی زیادتی کردی) (ترجمہ ختم)

(۳)......علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَمِنْ هٰذَا الْبَابِ: لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقَدْ رُوِىَ فِىْ فَضْلِهَا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الْمَرْفُوْعَةِ وَالْآثَارِ مَا يَقْتَضِىْ أَنَّهَا لَيْلَةٌ مُّفْضِلَةٌ وَأَنَّ مِنَ السَّلَفِ مَنْ كَانَ يَخُصُّهَا بِالصَّلَاةِ فِيْهَا، وَصَوْمُ شَهْرِ شَعْبَانَ قَدْ جَاءَ تْ فِيْهِ أَحَادِيْثُ صَحِيْحَةٌ .وَمِنَ الْعُلَمَاءِ :مِنَ السَّلَفِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْخَلَفِ، مَنْ أَنْكَرَ فَضْلَهَا، وَطَعَنَ فِى الْأَحَادِيْثِ الْوَارِدَةِ فِيْهَا، كَحَدِيْثِ:إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ فِيْهَا لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ وَقَالَ:لَا فَرْقَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ غَيْرِهَا .لٰكِنَّ الَّذِىْ عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَوْ أَكْثَرُهُمْ، مِنْ أَصْحَابِنَا وَغَيْرِهِمْ -عَلٰى تَفْضِيْلِهَا، وَعَلَيْهِ يَدُلُّ نَصُّ أَحْمَدَ، لِتَعَدُّدِ الْأَحَادِيْثِ الْوَارِدَةِ فِيْهَا، وَمَا يُصَدِّقُ ذٰلِكَ مِنَ الْآثَارِ السَّلَفِيَّةِ، وَقَدْ رُوِىَ بَعْضُ فَضَائِلِهَا فِى الْمَسَانِيْدِ وَالسُّنَنِ .وَإِنْ كَانَ قَدْ وُضِعَ فِيْهَا أَشْيَاءُ أُخَرَ (اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم، ج۲ص ۱۳۶، ۱۳۷،دار عالم الکتب، بیروت، لبنان)

ترجمہ: اور اسی سلسلہ کی نصف شعبان کی رات بھی ہے، کیونکہ اس کی فضیلت کے بارے میں مرفوع احادیث اور آثار مروی ہیں، جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اور سلف میں سے کئی حضرات اس رات میں بطورِ خاص نماز پڑھا کرتے تھے۔اور شعبان کے مہینے کے روزوں کے بارے میں صحیح احادیث آئی ہیں، اور بعض مدینہ کے سلف اور دوسرے خلف علماء نے اس رات کی فضیلت کا انکار کیا ہے، اور اس رات کی فضیلت کے بارے میں وارِد ہونے والی احادیث پر طعن کیا ہے، جیسا کہ یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد

سے بھی زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں، اورانہوں نے یہ کہا ہے کہ اس رات میں اور دوسری راتوں میں کوئی فرق نہیں، مگر اکثر اہلِ علم یا ہمارے اصحاب میں سے اکثر اور دیگر اکثر اہلِ علم حضرات اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں، اورامام احمد کی تصریح بھی اسی کے مطابق ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں کئی احادیث آئی ہیں، اوراس کی تصدیق سلف کے بعض آثار سے بھی ہوتی ہے، اوراس کی فضیلت کے بارے میں مسانید اور سنن کی کتابوں میں بعض فضائل آئے ہیں، اگرچہ اس رات کے بارے میں بعض دوسری چیزیں گھڑلی گئی ہیں (ترجمہ ختم)

(۴)......اَلْاِختیاراتُ الفِقْهِية میں ہے کہ:

**وَأَمَّا لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَفِيْهَا فَضْلٌ وَكَانَ فِي السَّلْفِ مَنْ يُّصَلِّيْ فِيْهَا لٰكِنَّ الْاِجْتِمَاعَ فِيْهَا لِإِحْيَائِهَا فِي الْمَسَاجِدِ بِدْعَةٌ** (الاختيارات الفقهية، باب صلاة التطوع)

ترجمہ: اور نصف شعبان کی رات کی فضیلت ثابت ہے، اور سلف اس رات میں نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن اس رات میں عبادت وبیداری کے لئے مساجد میں اجتماع کرنا بدعت ہے (ترجمہ ختم)

(۵)......علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد علامہ ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۵ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

**وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ التَّابِعُوْنَ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ كَخَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمَكْحُوْلٍ وَلُقْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَغَيْرِهِمْ يُعَظِّمُوْنَهَا وَيَجْتَهِدُوْنَ فِيْهَا فِي الْعِبَادَةِ وَعَنْهُمْ اَخَذَ النَّاسُ فَضْلَهَا وَتَعْظِيْمَهَا** (لطائف المعارف ص۱۳۷، وظائف شهر شعبان، المجلس الثانى فى نصف شعبان، دار ابنِ حزم، بيروت)

ترجمہ: اہلِ شام میں سے جلیل القدر تابعین مثلاً حضرت خالد بن معدان، اور مکحول اور لقمان بن عامر رحمہم اللہ وغیرہ شعبان کی پندرہویں رات کی بڑی تعظیم کرتے تھے

اوراس رات میں خوب محنت کے ساتھ عبادت کرتے تھے،انہی حضرات سے (بعد میں شام کے )لوگوں نے شبِ برأت کی فضیلت وبزرگی کو حاصل کیا ہے(ترجمہ ختم)

(۶)......علامہ ابواسحاق بن المُفلح رحمہ اللہ(المتوفی ۸۸۴)تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَيُسْتَحِبُّ اِحْيَاءُ مَابَيْنَ الْعِشَائَيْنِ لِلْخَبَرِقَالَ جَمَاعَةٌ وَلَيْلَةَ عَاشُوْرَاءَ وَلَيْلَةَ اَوَّلِ رَجَبٍ وَلَيْلَةَ نِصْفِ شَعْبَانَ الخ (المبدع لابن مفلح الحنبلى باب صلاة التطوع ج ۲ ص ۳۳،دار الكتب العلمية، بيروت -لبنان)

ترجمہ: مغرب اورعشاء کے درمیان بیداررہ کرعبادت میں مشغول ہونا مستحب ہے، حدیث کی وجہ سے (یعنی اس کے متعلق حدیث وارد ہوئی ہے )ایک جماعت نے فرمایا اورعاشوراء کی رات، رجب کی پہلی رات اورنصف شعبان کی رات میں بھی عبادت کرنا مستحب ہے(ترجمہ ختم)

(۷)......فقہ حنبلی کے مشہورفقیہ علامہ شیخ منصور بن یونس بہوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(اَمَّالَيْلَةُالنِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَفِيْهَا فَضْلٌ وَكَانَ )فِي(السَّلَفِ مَنْ يُّصَلِّيْ فِيْهَا ، لٰكِنَّ الْاِجْتِمَاعَ فِيْهَا لِاِحْيَائِهَافِي الْمَسَاجِدِ بِدْعَةٌ وَفِي اِسْتِحْبَابِ قِيَامِهَا) اَیْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ (مَافِيْ )اِحْيَاءِ (لَيْلَةِ الْعِيْدِ)(كشاف القناع عن متن الاقناع ، ج ۱ ص ۴۴۴،كتاب الصلاة ، باب صلاة التطوع، فصل صلاة الضحىٰ،دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: بہرحال نصف شعبان (یعنی شبِ برأت ) کے بارے میں فضیلت ثابت ہے، سلفِ صالحین اس رات میں نماز پڑھتے (اورعبادت کرتے ) تھے،لیکن اس رات کی عبادت کے لئے مسجدوں میں جمع ہونابدعت ہے،اورنصف شعبان کی رات کی عبادت کا مستحب ہوناعیدین کی رات کی طرح ہے(ترجمہ ختم)

(۸)......امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَبَلَغَنَا اَنَّهٗ كَانَ يُقَالُ :اِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِيْ خَمْسِ لَيَالٍ فِيْ لَيْلَةِ

الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةِ الْأَضْحٰى، وَلَيْلَةِ الْفِطْرِ، وَأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَجَبٍ، وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ...... قَالَ الشَّافِعِيُّ :وَأَنَا أَسْتَحِبُّ كُلَّ مَا حَكَيْتُ فِيْ هٰذِهِ اللَّيَالِي مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّكُوْنَ فَرْضًا (کتاب الام) [1]

ترجمہ: اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعا (زیادہ) قبول کی جاتی ہے، جمعہ کی رات میں اور عید الاضحیٰ کی رات میں، اور عید الفطر کی رات میں، اور رجب کی پہلی رات میں، اور نصف شعبان کی رات میں (اس روایت کے بعد) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ ان راتوں کے بارے میں بیان کیا ان سب کو میں مستحب سمجھتا ہوں، فرض نہیں سمجھتا (ترجمہ ختم)

(۹)......علامہ ابنِ حجر ھیتمی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالْحَاصِلُ أَنَّ لِهٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَضْلًا وَأَنَّهُ يَقَعُ فِيْهَا مَغْفِرَةٌ مَخْصُوْصَةٌ وَاسْتِجَابَةٌ مَخْصُوْصَةٌ وَمِنْ ثَمَّ قَالَ الشَّافِعِيُّ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ -إِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِيْهَا وَإِنَّمَا النِّزَاعُ فِي الصَّلَاةِ الْمَخْصُوْصَةِ لَيْلَتَهَا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهَا بِدْعَةٌ قَبِيْحَةٌ مَذْمُوْمَةٌ يُمْنَعُ مِنْهَا فَاعِلُهَا (فتاوٰی الفقهية الكبرىٰ، ج۲ ص ۸۰، کتاب الصوم)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ اس رات کی فضیلت ثابت ہے اور اس رات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاص مغفرت اور دُعا کی مخصوص قبولیت ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس رات میں دعا قبول کی جاتی ہے اور قابلِ اختلاف اس رات کی مخصوص (طریقہ پر ایجاد کی ہوئی) نماز ہے اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ یہ سخت بُری بدعت ہے جس کے کرنے والے کو منع کیا جائے گا (ترجمہ ختم)

---

[1] جزء ۱، صفحه ۲۶۴، کتاب صلاة العيدين، بيان العبادة ليلة العيدين. واللفظ لهٗ، سنن البيهقى، تحت حديث رقم ۶۲۹۳ باب عبادة ليلة العيدين من كتاب الصلوٰة ج ۳ ص ۴۴۵، معرفة السنن والآثار تحت حديث رقم ۲۰۱۰، فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج ۶ ص ۳۸، تحت حديث رقم ۸۳۴۲، اتحاف السادة المتقين فى مسائل العيدين للزبيدى ج ۳ ص ۴۱.

(۱۰)......علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۹۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ اِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَلَيْلَتَي الْعِيْدَيْنِ وَلَيَالِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ كَمَا وَرَدَتْ بِهِ الْاَحَادِيْثُ (البحرالرائق شرح کنزالدقائق ج ۲ ص ۵۶، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل)

ترجمہ: اور مستحبات میں سے ہے رمضان کی آخری دس راتوں میں، اور عیدین کی راتوں میں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اور شعبان کی پندرہویں رات میں شب بیداری (اور بکثرت عبادت) کرنا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے (ترجمہ ختم)

(۱۱)......علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۰۸۸ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ ...... اِحْيَآءُ لَيْلَةِ الْعِيْدَيْنِ وَالنِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَالْعَشْرِ الْاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَالْاَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ (الدرالمختار مع شرح ردالمحتار ج ۲ ص ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: اور مستحبات میں سے ہے......عیدین کی رات میں اور شعبان کی پندرہویں رات میں اور رمضان کے آخری عشرہ میں اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں عبادت کرنا (ترجمہ ختم)

(۱۲)......علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۰۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

(وَ) نُدِبَ اِحْيَآءُ (لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ) الخ (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلاۃ، باب فی النوافل)

ترجمہ: اور مستحب ہے شعبان کی پندرہویں رات میں عبادت کرنا (ترجمہ ختم)

(۱۳)......علامہ عبدالحئی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۳۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

لَا كَلَامَ فِيْ اِسْتِحْبَابِ اِحْيَآءِ لَيْلَةِ الْبَرَاءَةِ بِمَا شَاءَ مِنَ الْعِبَادَاتِ وَبِاَدَاءِ التَّطَوُّعَاتِ فِيْهَا كَيْفَ شَاءَ (ثُمَّ قَالَ بَعْدَ نَقْلِ الْاَحَادِيْثِ) دَالَّةٌ عَلٰى اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اَكْثَرَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَالدُّعَآءِ

وَزَارَالْقُبُوْرَ وَدَعَالِلْاَمْوَاتِ فَيُعْلَمُ بِمَجْمُوْعِ الْاَحَادِيْثِ الْقَوْلِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ اِسْتِحْبَابُ اِكْثَارِالْعِبَادَةِ فِيْهَا فَالرَّجُلُ مُخَيَّرٌ....بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَبَيْنَ غَيْرِهَا مِنَ الْعِبَادَاتِ (الآثارالمرفوعة فی الاخبار الموضوعة ص ۸۱،۸۲،مکتبة الشرق الجدید -بغداد)

ترجمہ: شبِ برأت میں بیدار رہ کرمختلف قسم کی نفلی عبادات کے اندر مشغول رہنے کے مستحب ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے(چند احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ) یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کو زیادہ سے زیادہ عبادات اوردعائیں فرماتے تھے اورآپ نے زیارتِ قبور بھی کی تھی اورمُردوں کے لئے دعا بھی کی تھی، لہٰذا ان تمام قولی وفعلی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس رات میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا مستحب ہے، ہر بندے کو اختیار ہے چاہے نماز پڑھے یاکوئی اورعبادت کرے( کوئی اس رات کی مخصوص عبادت نہیں ہے)(ترجمہ ختم)

(۱۴)......علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَذَكَرُوْافِيْ فَضْلِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اَخْبَارًا كَثِيْرَةً (روحُ المعانی جلد۱۳ صفحه ۱۱۰، تحت سورۃ الدخان،دار الکتب العلمیة -بیروت)

ترجمہ: اوراہلِ علم حضرات نے اس رات کی فضیلت کے بارے میں بہت سی روایات ذکرفرمائی ہیں(ترجمہ ختم)

(۱۵)......علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

هٰذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ الْبَرَاءَةِ وَصَحَّ الرِّوَايَاتُ فِيْ فَضْلِ لَيْلَةِ الْبَرَآءَةِ وَأَمَّا مَا ذَكَرَ أَرْبَابُ الْكُتُبِ مِنَ الضِّعَافِ وَالْمُنْكَرَاتِ فَلَا أَصْلَ لَهَا (العرف الشذی شرح جامع الترمذی، ج۲ص ۱۷۲ ،کتاب الصوم ،باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان،دار التراث العربی -بیروت)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: بے شک یہ رات شبِ برأت ہے اوراس رات کی فضیلت کے سلسلے میں روایات صحیح ہیں، اور بعض کتاب والوں نے ضعیف ترین اور منکرات جوذکر کیے ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں (ترجمہ ختم)

(۱۶)......محقق ناصر الدین البانی صاحب نے بھی شبِ برأت سے متعلق روایات کو جمع کرکے ان کی اسنادی حیثیت کو اُجاگر کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

**يَطَّلِعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى إِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ .**

**حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ، رُوِىَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مِنْ طُرُقٍ مُّخْتَلِفَةٍ يَشُدُّ بَعْضُهَا بَعْضًا وَ هُمْ مَعَاذُبْنُ جَبَلٍ وَّ أَبُوْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَ أَبِىْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ وَ أَبِىْ هُرَيْرَةَ وَ أَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَ عَوْفُ بْنَ مَالِكٍ وَ عَائِشَةُ ......وَجُمْلَةُ الْقَوْلِ اَنَّ الْحَدِيْثَ بِمَجْمُوْعِ هٰذِهٖ الطُّرُقِ صَحِيْحٌ بِلَارَيْبٍ وَالصِّحَّةُ تَثْبُتُ بِاَقَلَّ مِنْهَا عَدَدًا مَادَامَتْ سَالِمَةً مِنَ الضُّعْفِ الشَّدِيْدِ كَمَاهُوَالشَّانُ فِىْ هٰذَاالْحَدِيْثِ،فَمَانَقَلَهُ الشَّيْخُ الْقَاسِمِىُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى فِىْ اِصْلَاحِ الْمَسَاجِدِ عَنْ اَهْلِ التَّعْدِيْلِ وَالتَّجْرِيْحِ اَنَّهُ لَيْسَ فِىْ فَضْلِ لَيْلَةِالنِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ فَلَيْسَ مِمَّايَنْبَغِىْ الْاِعْتِمَادُعَلَيْهِ** (السلسلة الصحيحة الكاملة،تحت حديث رقم ۱۱۴۴)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں (بندوں کی طرف) متوجہ ہوتے ہیں، پھر اپنی سب مخلوق کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک یا کینہ ور کے۔

یہ حدیث صحیح ہے، جو کہ صحابہ کی ایک جماعت سے مختلف طریقوں سے مروی ہے، جن میں سے بعض بعض کی تائید کرتی ہیں، اور وہ حضرت معاذ بن جبل، اور حضرت ابوثعلبہ خشنی، اور حضرت عبداللہ بن عمرو، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری، اور حضرت ابو ہریرہ، اور

حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہم، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں (متعدد سندوں سے احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) ان تمام طرق کی وجہ سے یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے، اور حدیث کی صحت اس سے کم مقدار میں بھی ثابت ہو جاتی ہے، جبکہ وہ شدید ضعف سے سالم ہو، جیسا کہ اس حدیث کا معاملہ ہے، اور شیخ قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح المساجد میں جو اہلِ جرح وتعدیل سے یہ بات نقل کی ہے ''کہ شبِ برأت کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں'' تو اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا (ترجمہ ختم)

(۱۷)......شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب فرماتے ہیں کہ:

اِعْلَمْ اَنَّہٗ قَدْ وَرَدَ فِیْ فَضِیْلَةِ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ عِدَّةُ اَحَادِیْثٍ مَجْمُوْعُهَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ لَهَا اَصْلًا فَمِنْهَا حَدِیْثُ الْبَابِ ......وَمِنْهَا حَدِیْثُ عَائِشَةَ ......وَمِنْهَا حَدِیْثُ مَعَاذٍ......وَمِنْهَا حَدِیْثُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو...... وَمِنْهَا حَدِیْثُ مَکْحُوْلٍ عَنْ کَثِیْرِ بْنِ مُرَّةَ...... وَمِنْهَا حَدِیْثُ عَلِیٍّ الخ......فَهٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ بِمَجْمُوْعِهَا حُجَّةٌ عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّہٗ لَمْ یَثْبُتْ فِیْ فَضِیْلَةِ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ شَیْئٌ (تحفة الاحوذی شرح ترمذی، کتاب الصوم ، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ بے شک شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کے سلسلے میں متعدد احادیث مروی ہیں جو مجموعی حیثیت سے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ (شریعت میں) اس کی اصل اور بنیاد موجود ہے، ان احادیث میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث، حضرت معاذ بن جبل کی حدیث، اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث، مکحول کی کثیر بن مرہ سے حدیث، اور حضرت علی کی حدیث ہے، پس یہ تمام احادیث اس شخص پر حجت ہیں جس کا یہ گمان ہے کہ نصف شعبان کی رات کی فضیلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے (ترجمہ ختم)

**(۱۸)...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی** رحمہ اللہ **چند احادیث اور بعض تابعین کے اقوال واعمال نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:**

**فَاِذَا اَحْیَائُہٗ الرَّجُلُ لِنَفْسِہٖ فَالظَّاھِرُ نُدُبُہٗ لِلْاَحَادِیْثِ السَّابِقَۃِ وَمِثْلُھَا یُعْمَلُ بِہٖ فِی الْفَضَائِلِ وَقَالَ بِہٖ الْاَوْزَاعِیُّ**(ماثبت بالسنۃ ص ۳۶۰)

**ترجمہ:** پس گزشتہ احادیث کی بنا پر اس رات میں شب بیداری کرنا مستحب ہے اور فضائل میں ان جیسی احادیث پر عمل کیا جاتا ہے، اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے (ترجمہ ختم)

**اس کے علاوہ اور متعدد حضرات نے بھی شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔** ۱

---

۱ علامہ نواب محمد قطب الدین خان صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''شبِ برأت کی عظمتوں اور فضیلتوں کا کیا ٹھکانہ؟ یہی وہ مقدّس شب ہے جب کہ پروردگارِ عالم اپنی رحمتِ کاملہ اور رحمتِ عامہ کے ساتھ اہلِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے دنیا والوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، ان کے دامن میں رحمت و بخشش اور عطاء کے خزانے بھرتا ہے، بشارت ہو ان نفوسِ قدسیہ کو اور ان خوش بختوں کو جو اس مقدّس شب میں اپنے پروردگار کی رحمت کا سایہ ڈھونڈھتے ہیں، عبادت وبندگی کرتے ہیں، اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کی درخواست پیش کرتے ہیں اور مولیٰ ان کی درخواستوں کو اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقہ قبول فرماتا ہے'' (مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۸۴۹، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، تزئین وترتیبِ جدید، مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری صاحب)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''شبِ برأت کی اتنی اصل ہے کہ پندرہویں رات اور پندرہواں دن اس مہینے کا بہت بزرگی اور برکت کا ہے'' (بہشتی زیور ص ۶۰ حصہ ششم)

''اس میں شک نہیں کہ شبِ برأت کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ اس رات میں اور راتوں سے زیادہ عبادت کرنا چاہئے'' (وعظ الیسر مع العسر جلد ۶ بعنوان نظامِ شریعت ص ۵۲۳ تا ۵۲۴)

اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''شعبان کی پندرہویں شب ایک افضل رات ہے، اس میں آسمانِ دنیا پر رحمتِ خداوندی سے گناہ گاروں کی معافی کا اعلان ہوتا ہے، اور عبادت کرنے والوں کو ثواب زیادہ ملتا ہے، اس کی فضیلت کی روایت قابلِ عمل ہے'' (کفایت المفتی مع عنوانات ج ۱ ص ۲۲۵، ۲۲۶، فصل نہم، ساتواں باب، کتاب العقائد)

اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ بے شمار دوسرے محقّق علماء اور بزرگوں سے اس رات کی فضیلت ثابت ہے، لیکن مضمون کے لمبا ہو جانے کے خوف کی وجہ سے ہم ان سب کے حوالے تحریر کرنے سے قاصر

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

’’جناب باری عزَّ اِسمہٗ کی توجہ اس عالم اور اس کے رہنے والوں کی طرف (شعبان کی پندرہویں رات میں) بہ نسبت اور راتوں کے زیادہ مبذول ہوتی ہے، اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ بہ نسبت اور راتوں کے انسان بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ حصہ لیں اور اس کی رحمت کو جس قدر بھی ممکن ہو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کریں، اس لئے اس شب کو نوافل، قرأتِ قرآن، ذکر اور دعاء سے معمور کریں، چاہے تمام رات ہو یا اکثر حصہ یا کچھ حصہ، نہ کوئی خاص عبادت متعیّن ہے اور نہ کوئی وقت معیّن ہے، اس شب میں اپنے لئے، اپنے بڑوں کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنی چاہئے‘‘ (مکتوباتِ شیخ الاسلام ج ۴ ص ۷۸)

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’رہا شبِ برائت کی فضیلت کا معاملہ، سو وہ ایک مستقل معاملہ ہے جو بعض روایاتِ حدیث میں منقول ہے مگر وہ اکثر ضعیف ہیں اسی لئے قاضی ابوبکر بن عربی نے اس رات کی فضیلت سے انکار کیا ہے، لیکن شبِ برائت کی فضیلت کی روایات اگرچہ باعتبارِ سند کے ضعف سے کوئی خالی نہیں لیکن تعددِ طُرق اور تعددِ روایات سے ان کو ایک طرح کی قوت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے بہت سے مشائخ نے ان کو قبول کیا ہے کیونکہ فضائلِ اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کر لینے کی بھی گنجائش ہے‘‘ (معارف القرآن ج ۷ ص ۷۵۸)

اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’شبِ قدر، شبِ برأت کے لئے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعاء، استغفار کی ترغیب دی ہے‘‘ (فتاویٰ محمودیہ ج ۳ ص ۲۶۳، مبوب، باب البدعات والرسوم)

اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’روایت کے لحاظ سے اس رات کی فضیلت میں جتنی روایتیں آئی ہیں وہ قریباً سب کی سب کمزور ہیں، اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے بے اصل روایتیں بھی گھڑ رکھی ہیں...اب علماء دو قسم کے ہیں، بعض متشدد ہیں......وہ کہتے ہیں کہ یہ سب روایتیں من گھڑت ہیں ان کی کوئی قیمت ہی نہیں، یہ حضرات ضعیف روایتوں کو بھی من گھڑت قرار دے رہے ہیں، اور اکثر اکابر اِس کے قائل ہیں کہ چونکہ روایتیں ایک مضمون کی مختلف حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اس لئے ان کی فی الجملہ کچھ نہ کچھ اصل ہونی چاہئے، اور فضائل کی احادیث میں زیادہ تشدد نہیں کیا جاتا، احکام کی احادیث کو لینے میں تو علماء بہت زیادہ سختی کرتے ہیں، سخت معیار پر ان کو جانچتے ہیں، لیکن جو روایتیں فضائلِ اعمال سے متعلق ہوں ان میں زیادہ شدت اختیار نہیں کرتے..........تو چونکہ یہ روایتیں متعدد صحابہ سے مروی ہیں اور ان کا تعلق بھی فضائل سے ہے، اس لئے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ان کو فی الجملہ کسی نہ کسی درجہ میں قبول کر لینا چاہئے۔ ہمارے اکثر اکابر کی یہی رائے ہے‘‘ (خطباتِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہیں، طالبِ حق کی تسلی کے لئے مندرجہ بالا مضمون بھی کافی ہے اور ضد وعناد رکھنے والے کے لئے بڑے بڑے دفتر بھی کافی نہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لدھیانوی ص ۱۸۶ تا ۱۸۷، ناشر مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔ ماہنامہ بینات کراچی، شعبان ۱۴۱۹ھ دسمبر ۱۹۹۸ء ص ۶ تا ۷ ملخصاً)

اور حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''شعبان کی پندرہویں رات کو خصوصی طور پر عبادات میں لگنے کے بارے میں جو روایات وارد ہوئی ہیں، محدثین نے ان کی اسانید میں کلام کیا ہے، لیکن چونکہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا درست ہے اور ہر رات کو ذکر وعبادت میں مشغول ہونا متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے، جن کی اسانید صحیح ہیں، اس لئے علمائے کرام اور خواص وعوام کا اس پر عمل رہا ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کو نماز وذکر وتلاوت میں مشغول رہتے ہیں'' (تبلیغی اور اصلاحی مضامین ج ۶ ص ۱۰۰)

''الحاصل شعبان کی پندرہویں شب، مبارک شب ہے اس میں نمازیں پڑھنا اور ذکر وتلاوت میں لگنا چاہئے'' (تحفۂ خواتین ص ۲۶۸)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

''شبِ برأت کی فضیلت میں بہت سی روایات مروی ہیں جن میں سے بیشتر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الدرالمنثور'' میں جمع کردی ہیں، یہ تمام روایات سنداً ضعیف ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثِ باب بھی ضعیف ہے، اول تو اس لئے کہ اس میں ایک راوی حجاج بن ارطاۃ رحمہ اللہ ہیں جن کا ضعف مشہور ہے، دوسرے اس لئے کہ اس میں دو انقطاع پائے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ حجاج بن ارطاۃ رحمہ اللہ کا سماع یحیٰی بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے نہیں ہے اور پھر یحیٰی بن ابی کثیر کا سماع بھی عروہ رحمہ اللہ سے نہیں ہے البتہ یحیٰی بن معین رحمہ اللہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یحیٰی بن ابی کثیر رحمہ اللہ کا سماع ثابت قرار دیا ہے اس صورت میں اس میں صرف ایک ہی انقطاع ہوگا، بہرحال دوسری روایات کی طرح یہ روایت بھی ضعیف ہی ہے۔ لیکن ان روایات کے ضعف کے باوجود شبِ برأت میں اہتمامِ عبادت بدعت نہیں، اولؔ تو اس لئے کہ روایات کا تعدد اور ان کا مجموعہ اس پر دال ہے کہ لیلۃ البرأت کی فضیلت بے اصل نہیں دوسرےؔ امت کا تعامل لیلۃ البرأت میں بیداری اور عبادت کا خاص اہتمام کرنے کا رہا ہے اور یہ بات کئی مرتبہ گذر چکی ہے کہ جو بھی ضعیف روایت مؤید بالتعامل ہو وہ مقبول ہوتی ہے، لہٰذا لیلۃ البرأت کی فضیلت ثابت ہے اور ہمارے زمانے کے بعض ظاہر پرست لوگوں نے احادیث کے محض اسنادی ضعف کو دیکھ کر لیلۃ البرأت کی فضیلت کو بے اثر قرار دینے کی جو کوشش کی ہے وہ درست نہیں'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۵۷۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

**خلاصہ اورلُبِّ لباب یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات (یعنی شبِ برأت )ایک مبارک اورفضیلت والی رات ہے،اس رات کی فضیلت کوتسلیم اورقبول کرنا چاہئے،اوراس رات کی قدرکرنی چاہئے،بدعات ورُسوم سے بچتے ہوئے اس رات میں جتنی ہوسکے اخلاص کے ساتھ عبادت کرنی چاہئے اور ہرقسم کے گناہوں سے بچنااوراستغفار کااہتمام کرنا چاہئے۔**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اوردوسرے مقام پرفرماتے ہیں کہ:

''شعبان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔اوراس ماہ میں ایک مبارک رات آنے والی ہے،جس کا نام''شبِ برأت'' ہے۔چونکہ اس رات کے بارے میں بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ اس رات کی کوئی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اوراس رات میں جاگنا اوراس رات میں عبادت کوخصوصی طور پر باعثِ اجروثواب سمجھنا بے بنیاد ہے، بلکہ بعض حضرات نے اس رات میں عبادت کو بدعت سے بھی تعبیر کیا ہے، اس لئے لوگوں کے ذہنوں میں اس رات کے بارے میں مختلف سوالات پیدا ہور ہے ہیں .....لیکن واقعہ یہ ہے کہ شبِ برأت کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں،حقیقت یہ ہے کہ دس صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں،جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بے شک کچھ کمزور ہیں، اوران احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا ہے کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضراتِ محدثین اورفقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگرایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو،لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہوجائے تو اس کی کمزوری دور ہوجاتی ہے،اورجیسا کہ میں نے عرض کیا کہ دس صحابۂ کرام سے اس کی فضیلت میں روایات موجود ہیں۔لہٰذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابۂ کرام سے روایات مروی ہوں۔اس کو بے بنیاداور بے اصل کہنا بالکل غلط ہے۔امتِ مسلمہ کے جوخیرالقرون ہیں،یعنی صحابۂ کرام کا دور،تابعین کا دور،تبع تابعین کا دور،اس میں بھی اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔لوگ اس رات کے اندرعبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں۔لہٰذا اس کوبدعت کہنا،یا بے بنیاداور بے اصل کہنا درست نہیں۔صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے،اس رات میں جاگنا،اس میں عبادت کرنا باعثِ اجروثواب ہے،اوراس کی خصوصی اہمیت ہے''(اصلاحی خطبات ج۴ص ۲۶۳تا۲۶۵ملخصاً)

''بہر حال حقیقت یہ ہے کہ اس رات کی فضیلت کوبے اصل کہنا غلط ہے،اور مجھے توایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ شبِ برأت رمضان المبارک سے دوہفتے پہلے رکھی ہے۔یہ درحقیقت رمضان المبارک کا استقبال ہے، رمضان کی ریہرسل ہورہی ہے۔رمضان کی تیاری کرائی جارہی ہے کہ تیار ہوجاؤ،اب وہ مقدس مہینہ آنے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# اس رات میں کس طرح اور کون سی عبادت کی جائے؟

شعبان کی پندرہویں رات میں شریعت کی جانب سے عبادت کا کوئی خاص طریقہ اور عبادت کی کوئی خاص قسم مقرر نہیں ہے۔

اور شریعت کی طرف سے کوئی خاص عبادت یا نفلوں کی خاص مقدار اور خاص طریقہ اس رات کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا بلکہ اس کو ہر شخص کی اپنی سہولت اور طبیعت کے ذوق پر چھوڑ دیا گیا خواہ کوئی نفلیں پڑھے یا تلاوت کرے یا ذکر وتسبیح میں مشغول رہے یا درود شریف اور استغفار پڑھے یا

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والا ہے، جس میں ہماری رحمتوں کی بارش برسنے والی ہے، جس میں ہم مغفرت کے دروازے کھولنے والے ہیں، اس کے لئے ذرا تیار ہو جاؤ'' (ایضاً ص ۲۷۵)

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''نصف شعبان کے بارے میں اکثر روایات موضوعہ ہیں، بعض ضعیفہ ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے ان کو بھی رد کر دیا ہے، جمہور ان روایات کے پیشِ نظر اس شب کی فضیلت اور اس میں عبادتِ مطلقہ کے استحباب کے قائل ہیں'' (سات مسائل ص ۵۰)

''اس میں شبہ نہیں کہ چاروں ائمہ کے جمہور مقلدین نفسِ فضیلت کے قائل ہیں'' (ایضاً ص ۳۵)

اور ہفت روزہ ضربِ مومن اور دار الافتاء والارشاد، کراچی کا فتویٰ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ:

''بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ اس رات کی کوئی فضیلت ثابت نہیں مگر جمہور علماء اس کی فضیلت کے قائل ہیں۔ کئی احادیث اس رات کی فضیلت میں مروی ہیں، ان میں سے بعض احادیث اگرچہ سند کے اعتبار سے کمزور ہیں لیکن حضراتِ محدثین اور فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے، لہٰذا ان روایات کی رو سے اس رات کی فضیلت ثابت ہے، اس رات میں ہر قسم کے گناہوں سے سچے دل سے توبہ واستغفار کیا جائے۔ جس قدر ہو سکے انفرادی طور پر نفل عبادت کا اہتمام کیا جائے، چاہے نفل نماز پڑھیں، چاہے ذکر واذکار و درود شریف پڑھیں، چاہے دعا مانگیں، البتہ اس کا خیال رہے کہ عبادت کرنے میں ریا کاری نہ ہو اور اس بات کا بھی خیال رہے کہ رات جاگنے کی وجہ سے فجر کی نماز ضائع نہ ہو۔

اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں جیسے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے نماز پڑھنے کا خاص طریقہ گھڑ لیا ہے کہ پہلی رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے، دوسری رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے وغیرہ وغیرہ، اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے بنیاد بات ہے'' (آپ کے مسائل کا حل جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۲۳، ۱۲۴، باب البدعاتِ والرسوم، مطبوعہ کتاب گھر، کراچی، تاریخِ طبع محرم ۱۴۲۶ھ)

دعا اور توبہ میں مصروف رہے، ہر طرح سے عبادت کی جاسکتی ہے۔

بعض لوگ اس رات میں خاص قسم کی عبادت کو اس رات کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں مثلاً بعض لوگوں نے مخصوص تعداد میں، مخصوص طریقہ پر نفلیں پڑھنے کو مقصود یا ضروری سمجھا ہوا ہے اور بعض لوگ اس رات میں باجماعت نفل نمازیں پڑھتے ہیں، یہ سب چیزیں غلط ہیں، اور نفل کی جماعت کرنا تو ویسے بھی منع ہے۔

اسی طرح اس رات کی عبادت کے بارے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ تنہائی میں اخلاص کے ساتھ جتنی توفیق ہو عبادت کی جائے، کیونکہ اس رات کی عبادت فرض نمازوں کی طرح اجتماعی انداز کی نہیں ہے بلکہ انفرادی اور خلوت والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک عام دربار ہوتا ہے (جیسے فرض نماز جماعت کے ساتھ) اور دوسرا خاص دربار، جو خلوت اور تنہائی کا ہوتا ہے، اور اس رات میں اللہ تعالیٰ کا خاص دربار لگتا ہے، لہٰذا اس رات میں مسجدوں یا کسی دوسری جگہ میں جمع ہونے کے بجائے اپنے یہاں رہتے ہوئے عبادت کی جائے۔

مزید تفصیل آگے بدعات اور منکرات کے ضمن میں آرہی ہے۔ [۱]

## اس رات میں کتنا جاگنا چاہیے؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شبِ برأت میں تمام رات جاگنا اور عبادت کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی، یہ بات صحیح نہیں، بلکہ اس رات میں تمام رات جاگنا ضروری نہیں۔

اگر کوئی اس رات میں گناہوں سے بچتے ہوئے دوسرے دنوں کی بہ نسبت تھوڑی سی زیادہ عبادت کرلے اس کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس رات کی فضیلت کا حصہ حاصل ہوجائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ

---

[۱] والحاصل أن هذا الوقت زمان التجليات الرحمانية، والتنزلات الصمدانية، والتقربات السبحانية الشاملة للعام والخاص، وإن كان الحظ الأوفى لأرباب الاختصاص، فالمناسب الاستيقاظ من نوم الغفلة والتعرض لنفحات الرحمة(مرقاة ، ج۳ص ۹۶۹، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان)

”وَمَعْنَى الْقِيَامِ اَنْ يَّكُوْنَ مُشْتَغِلاً مُعَظَّمَ اللَّيْلِ بطاعة وَقِيْلَ بِسَاعَةٍ مِّنْهُ يَقْرَأُ اَوْيَسْمَعُ الْقُرْآنَ اَوِالْحَدِيْثَ اَوْيُسَبِّحُ اَوْيُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم“(مراقى الفلاح شرح نورالايضاح،ص ۱۵۱، كتاب الصلاة، باب فى النوافل)

کے یہاں گھنٹے شمار نہیں ہوتے بلکہ اخلاص دیکھا جاتا ہے، اگر اخلاص کے ساتھ چند لمحات بھی اللہ تعالی کے خاص دربار میں میسر آگئے تو وہ بہت بڑی نعمت اور دولت ہیں۔ [1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ (مسلم) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا؛ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو گویا کہ اس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو گویا کہ اس نے پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا (ترجمہ ختم)

رات کو گناہ سے بچ کر آرام کرنا اور فجر کی نماز با جماعت پڑھنا حکمی عبادت ہے اور جاگ کر عبادت کرنا حقیقی عبادت ہے۔

---

[1] فی الدرالمختار: ویکون بکل عبادة تعم اللیل او اکثره.

وفی ردالمحتار: نقل عن بعض المتقدمین، قیل هو الإمام أبو جعفر محمد بن علی أنه فسر ذلک بنصف اللیل وقال "من أحیا نصف اللیل فقد أحیا اللیل" وذکر فی الحلیة أن الظاهر من إطلاق الأحادیث الاستیعاب، لکن فی صحیح مسلم عن عائشة قالت "ما أعلمه -صلی الله علیه وسلم- قام لیلة حتی الصباح" فیترجح إرادة الأکثر أو النصف، لکن الأکثر أقرب إلی الحقیقة ما لم یثبت ما یقتضی تقدیم النصف .اهـ.

وفی الإمداد :ویحصل القیام بالصلاة نفلا فرادی من غیر عدد مخصوص، وبقراء ة القرآن، والأحادیث وسماعها، وبالتسبیح والثناء ، والصلاة والسلام علی النبی -صلی الله علیه وسلم- الحاصل ذلک فی معظم اللیل وقیل بساعة منه .وعن ابن عباس -رضی الله عنهما- بصلاة العشاء جماعة، والعزم علی صلاة الصبح جماعة، کما قالوه فی إحیاء لیلتی العیدین .وفی صحیح مسلم قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم- من صلی العشاء فی جماعة فکأنما قام نصف اللیل، ومن صلی الصبح فی جماعة فکأنما قام اللیل کله .اهـ(ردالمحتار، ج۲ص۲۵،۲۶، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

[2] حدیث نمبر ۶۵۶،کتاب الصلاة، باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة،دار إحیاء التراث العربی -بیروت.

www.idaraghufran.org

اس لئے اگر کسی کو زیادہ توفیق نہ ہو سکے، تو اسے کم از کم عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا چاہئے، اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

مگر اب صورتِ حال یہ ہے کہ عام لوگ فرض نماز تو بروقت پڑھتے نہیں اور اس رات کی عشاء اور فرض باجماعت کا اہتمام تو درکنار وہ سرے سے فرض نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں اور رات بھر کسی نہ کسی طرح جاگ کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس رات کی فضیلت کو حاصل کرلیا، جو کہ سراسر جہالت ہے۔

جو لوگ اس رات میں جاگنے کو ہی ضروری سمجھتے ہیں وہ کسی نہ کسی طرح جاگ کر وقت گزارنے کو عبادت اور اس رات کا حق سمجھتے ہیں خواہ جاگنے کے لئے کچھ بھی کرنا پڑے مثلاً نسوار کھانی پڑے، لونگ یا کالی مرچ چبانی پڑے، قہوہ یا چائے، سگریٹ پینی پڑے یا پھر جو بھی طریقہ جاگنے کا ہو اس کو اختیار کرنا پڑے، اور خواہ جاگ کر فجر کی نماز ہی قضاء ہو جائے اسی وجہ سے اس رات کو جاگنے کی رات سمجھا ہوا ہے۔

حالانکہ صرف جاگ لینا عبادت نہیں، بلکہ بعض اوقات سونا عبادت ہوتا ہے اور بعض اوقات جاگنا عبادت ہوتا ہے، اگر جاگنا اللہ کے حکم کے مطابق ہو تو وہ عبادت ہے اور سونا اللہ کے حکم کے مطابق ہو تو وہ بھی عبادت ہے، اور صحیح حدیث سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ جس شخص نے اس رات میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی، اس نے بھی رات کو عبادت کا ثواب پالیا۔ [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اب بات قابلِ غور یہ ہے کہ کون سے حصۂ شب میں جاگنا زیادہ افضل ہے؟ اس کا فیصلہ قرآن سے بھی ہوتا ہے اور حدیث سے بھی، کیونکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر شب میں جاگنا اشد (زیادہ سخت اور مجاہدے والا کام) ہے۔ چنانچہ (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً (سورہ مزمل) اور نَاشِئَةَ اللَّيْل سونے کے بعد متحقق ہوتا ہے (كذا في الجلالين القيام بعدالنوم) جب وہ اشد ہوا کیونکہ اس کے اختیار کرنے سے نفس پر مشقت کا اثر زیادہ ہوتا ہے تو وہی افضل ہوگا آخر سورت (سورہ مزمل کے حصہ) سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشد ہے، چنانچہ فرماتے ہیں "عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ" (سورہ مزمل) اور عدم احصاء آخر شب میں ہو سکتا ہے۔ یہ تو قرآن سے معلوم ہوا، حدیث سے بھی اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ آخر شب کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں اور قواعد عقلیہ بھی اس پر شاہد ہیں کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے اور سونے کا ترک کرنا مشکل ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خوب سمجھ لیجئے! کہ یہ رات عبادت کی رات ہے صرف جاگنے کی رات نہیں، پس جتنی دیر خوشدلی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التجا کرتا ہے تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اس لئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخیر حصہ رات کا افضل ہے۔ لیکن اگر کسی کو اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو وہ اول ہی حصہ میں کچھ کرلے کیونکہ اور راتوں میں تو خدا تعالیٰ کا نزول اخیر شب میں ہوتا ہے اور اس رات میں اول ہی شب سے نزول ہو جاتا ہے اس لئے جن لوگوں کو اخیر شب میں عبادت کرنا دشوار ہو وہ اول ہی شب میں عبادت کر کے فضیلت حاصل کرلیں۔

جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عشاء ہی تک عبادت میں مشغول رہیں اور یہ نفس کا ایک کید ہے کہ جہاں آدمی ثواب کا قصد کرتا ہے تو وہ اس کو حیلہ سے روکنا چاہتا ہے چنانچہ اس موقعہ پر وسوسہ ڈالتا ہے کہ اخیر شب میں زیادہ فضیلت ملے گی اس لئے اخیر ہی میں جاگنا چاہئے، اول میں جاگنے سے کیا فائدہ؟ سو اول شب سے تو یوں محروم رہے (اور) جب اخیر شب ہوئی اٹھا نہ گیا۔ دونوں طرف سے محرومی ہوئی پوری کے پیچھے لگ کر ادھوری بھی گئی (وعظ شبِ مبارک ص۱۲، مطبوعہ تھانہ بھون)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

رات بھر جاگنے کی ضرورت نہیں بلکہ اچھا بھی نہیں کیونکہ حدیث میں ہے۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا بہتر عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس پر دوام کیا جائے (یعنی ہمیشگی رکھی جائے) سو شعبان کی اس شب میں اتنا جاگنا چاہئے جس پر نباہ ہو سکے یہ نہیں کہ ایک مرتبہ تو ساری رات جاگ لئے اور دوسری مرتبہ کچھ بھی نہیں شاید کوئی صاحب اس حدیث کو سن کر یہ کہیں کہ یہ دوام تو بڑا اسر لگا سال میں ایک رات تو کچھ دیر جاگنا آسان تھا سال بھر کون جاگے؟ ارے صاحب! آپ گھبرائیں نہیں میں سال بھر کی راتوں میں آپ کو نہیں جگاتا بلکہ آپ سال میں ایک ہی رات جاگ لیا کیجئے رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں دوام کہاں ہوا تو میں کہتا ہوں یہ بھی ایک صورت دوام کی ہے کہ سال میں ایک رات ہمیشہ جاگ لیا کرے جیسے روٹی پر آپ کو دوام ہے مگر اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ ہر وقت کھایا کرے یا کپڑے بدلنے پر دوام ہے کہ ہفتہ میں ایک بار یا دو بار بدلا کرتے ہیں اس دوام کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر وقت کپڑے بدلے جائیں پس اسی طرح سال بھر میں ایک رات جاگنے کا التزام کرلینا یہ بھی دوام ہے بشرطیکہ یہ ایک رات ناغہ نہ ہو تو اس رات میں اتنی مقدار بیداری کے لئے معین کرنی چاہئے کہ جس پر ہمیشہ کم از کم اس رات میں تو دوام ہو جایا کرے چاہے ایک ہی گھنٹہ ہو۔ بلکہ میں اس سے ترقی کر کے کہتا ہوں کہ چاہے دو ہی رکعت ہوں کچھ تو ہوں پس قلیلِ عمل بھی دوام کے ساتھ عملِ کثیر بغیر دوام سے بہتر ہے اگر دو رکعت بھی کسی سے نہ ہو سکیں تو کم از کم ایک مرتبہ استغفار ہی اس رات میں کرلیا کرے التزام کے ساتھ یہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے.........پس تم ہر شعبان میں اس رات کے لئے کچھ کام مقرر کرلو یہ بھی دوام ہے اگر تمام رات بیدار نہ رہ سکو تو جتنا ہو سکے پانچ منٹ ہی سہی (وعظ الاسعاد والابعاد ص۵۸، مطبوعہ تھانہ بھون)

www.idaraghufran.org

کے ساتھ جاگ کر عبادت ہوسکتی ہو اتنی عبادت کرلیں اور پھر سوجائیں اور فجر کی نماز باجماعت پڑھ لیں اور اگر صبح صادق سے کچھ پہلے وقت نکال کر تہجد کی نفلیں بھی پڑھ لیں تو بہت اچھا ہے۔

## شعبان کی پندرہویں رات میں قبرستان جانا

گزشتہ تفصیل سے شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت معلوم ہوچکی، جس سے معلوم ہوا کہ اس رات میں حسبِ توفیق عبادت کرنی چاہیئے، لیکن اس رات کی عبادت کا شریعت کی طرف سے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں ہے، اور نہ ہی اس رات کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے قبرستان جانا ضروری ہے۔

اب رہا یہ کہ اس رات میں قبرستان جانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں قبرستان جانے کا ذکر ہے، اور وہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

**فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَخَرَجْتُ، فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ، فَقَالَ :أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ أَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ ، قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ، فَقَالَ :إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ** (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا، تو میں (آپ کی جستجو میں) نکلی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع (قبرستان) میں موجود تھے، آپ

---

[1] حدیث نمبر ۷۳۹، ابواب الصوم، بَابُ مَا جَاءَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، واللفظ لهٗ؛ سنن ابن ماجه، حديث نمبر ۱۳۸۹، مسند احمد، حديث نمبر ۲۶۰۱۸، شعب الايمان للبيهقى، حديث نمبر ۳۵۴۵، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة، حديث نمبر ۲۵۶۲، مسند عبد بن حميد، حديث نمبر ۱۵۱۴، مسند اسحاق بن راهويه، حديث نمبر ۸۵۰، شرح السنة للبغوى، حديث نمبر ۹۹۲.

www.idaraghufran.org

نے فرمایا (اے عائشہ ) کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اوراس کا رسول تم پر (تمہاری باری کی حق تلفی وغیرہ کرکے ) زیادتی کرسکتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ اپنی دوسری ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل شعبان کی پندرہویں رات میں آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں ، پھر بنوکلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ لوگوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ [۱]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ واقعہ مروی ہے۔ [۲]

---

[۱] اس حدیث کے ضعیف ہونے کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، کہ اس میں حجاج راوی ضعیف اورانقطاع پایا جاتا ہے۔

[۲] أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، قَالَا :حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ حَيَّانَ الْمَدَائِنِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَخْبَرَنَا سَلَّامٌ الطَّوِيلُ، عَنْ وُهَيْبٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، دَخَلَ عَلَي عَائِشَةَ، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ:يَا أَبَا سَعِيدٍ حَدِّثْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُحَدِّثُكَ بِمَا رَأَيْتُهُ يَصْنَعُ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ :كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ، قَالَ " :اللهُمَّ امْلَأْ سَمْعِي نُورًا، وَبَصَرِي نُورًا، وَمِنْ بَيْنَ يَدَيَّ نُورًا، وَمِنْ خَلْفِي نُورًا، وَعَنْ يَمِينِي نُورًا، وَعَنْ شِمَالِي نُورًا، وَمِنْ فَوْقِي نُورًا، وَمِنْ تَحْتِي نُورًا، وَعَظِّمْ لِيَ النُّورَ بِرَحْمَتِكَ ."وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدٍ " :وَأَعْظِمْ لِي نُورًا "ثُمَّ اتَّفَقَا.قَالَتْ عَائِشَةُ :دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ عَنْهُ ثَوْبَيْهِ ثُمَّ لَمْ يَسْتَتِمَّ أَنْ قَامَ فَلَبِسَهُمَا فَأَخَذَتْنِي غَيْرَةٌ شَدِيدَةٌ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَأْتِي بَعْضَ صُوَيْحِبَاتِي فَخَرَجْتُ أَتْبَعُهُ فَأَدْرَكْتُهُ بِالْبَقِيعِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ يَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالشُّهَدَاءِ، فَقُلْتُ :بِأَبِي وَأُمِّي أَنْتَ فِي حَاجَةِ رَبِّكَ، وَأَنَا فِي حَاجَةِ الدُّنْيَا فَانْصَرَفْتُ، فَدَخَلْتُ حُجْرَتِي وَلِي نَفَسٌ عَالٍ، وَلَحِقَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : "مَا هَذَا النَّفَسُ يَا عَائِشَةُ؟ "، فَقُلْتُ :بِأَبِي وَأُمِّي أَتَيْتَنِي فَوَضَعْتَ عَنْكَ ثَوْبَيْكَ ثُمَّ لَمْ تَسْتَتِمَّ أَنْ قُمْتَ فَلَبِسْتَهُمَا فَأَخَذَتْنِي غَيْرَةٌ شَدِيدَةٌ، ظَنَنْتُ أَنَّكَ تَأْتِي بَعْضَ صُوَيْحِبَاتِي حَتَّى رَأَيْتُكَ بِالْبَقِيعِ تَصْنَعُ مَا تَصْنَعُ، قَالَ " :يَا عَائِشَةُ أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ، بَلْ أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ :هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلَّهِ فِيهَا عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بِعَدَدِ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ، لَا يَنْظُرُ اللهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَى مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعِ رَحِمٍ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍّ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنِ خَمْرٍ "قَالَ :ثُمَّ وَضَعَ عَنْهُ ثَوْبَيْهِ،فَقَالَ لِي " :يَا عَائِشَةُ تَأْذَنِينَ لِي فِي قِيَامِ هَذِهِ اللَّيْلَةِ؟ "، فَقُلْتُ :نَعَمْ بِأَبِي وَأُمِّي، فَقَامَ فَسَجَدَ لَيْلًا طَوِيلًا حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ قُبِضَ فَقُمْتُ أَلْتَمِسُهُ، وَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى بَاطِنِ قَدَمَيْهِ فَتَحَرَّكَ فَفَرِحْتُ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ " :أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**مگراس کی سند مذکورہ روایت سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔** [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

**عِقَابِکَ، وَأَعُوذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ، وَأَعُوذُ بِکَ مِنْکَ، جَلَّ وَجْهُکَ، لَا أُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلَی نَفْسِکَ "، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَکَرْتُهُنَّ لَهُ فَقَالَ " :یَا عَائِشَةُ تَعَلَّمْتِهِنَّ؟ "، فَقُلْتُ :نَعَمْ، فَقَالَ " :تَعَلَّمِیهِنَّ وَعَلِّمِیهِنَّ، فَإِنَّ جِبْرِیلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَّمَنِیهِنَّ وَأَمَرَنِی أَنْ أُرَدِّدَهُنَّ فِی السُّجُودِ "، " هَذَا إِسْنَادٌ ضَعِیفٌ وَرُوِیَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ(شعب الایمان للبیهقی ، حدیث نمبر ۳۵۵۶)**

[1] کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی سلام طویل ہیں، جن پر محدثین نے شدید جرح فرمائی ہے، اوراس کی سند میں بعض نے اور بھی علتیں ذکر کی ہیں، بلکہ بعض نے اس کو موضوع تک بھی قرار دیا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت پہلی روایت کے لئے شاہد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

پس مندرجہ بالا حجاج بن ارطاۃ کی روایت کا ضعف بحالہ باقی رہا۔

**سلام بن سلم، ویُقال :ابن سلیم ، ویُقال :ابن سُلَیْمان .والصواب ابن سلم ، التمیمی السعدی ، أبو سُلَیْمان ، ویُقال :أبو أیوب ، المدائنی .خراسانی الاصل .وهو سلام الطویل ، وکان الحوضی یکنیه :أبا عَبد الله......قال محمد بن موسی بن مشیش ، عن أحمد بن حنبل :روی أحادیث منکرة. وَقَال عَباس الدُّورِیُّ، وأبو بکر بن أَبی خیثمة عن یحیی بن مَعِین :لیس بشیءٍ.وَقَال أحمد بن سعد بن أَبی مریم، عن یحیی بن مَعِین :ضعیف لا یکتب حدیثه .وَقَال محمد بن عثمان بن أَبی شَیْبَة ، عن یحیی بن مَعِین :له أحادیث منکرة .وَقَال عَبد الله بن علی ابن المدینی :وسألته ، یعنی أباه ، عَن سلام بن سُلَیْمان فضعفه .وَقَال محمد بن عَبد الله بن عمار الموصلی :لیس بحجة .وَقَال إبراهیم بن یعقوب الجوزجانی :غیر ثقة.وَقَال أبو زُرْعَة :ضعیف.وَقَال أبو حاتم :ضعیف الحدیث ترکوه. وقَال البُخارِیُّ :یتکلمون فیه.وَقَال فی موضع آخر :ترکوه.وَقَال النَّسَائی :متروک.وَقَال فی موضع آخر :لیس بثقة ولا یکتب حدیثه.وَقَال أبو القاسم البغوی :ضعیف الحدیث جدا.وَقَال عبد الرحمن بن یوسف بن خراش :متروک.وَقَال فی موضع آخر :کذاب.وروی له أبو أحمد بن عدی أحادیث ، منها حدیثه عن حمید الطویل (ق) ، عن أنس"وقت للنفساء أربعین یوما إلا أن تری الطهر قبل ذلک.وَقَال :لا یتابع علی شیء منها (تهذیب الکمال ج۱۲ ص۲۷۷تا۲۸۰، ملخصاً)**

**قال أحمد روی أحادیث منکرة وقال ابن أبی مریم عن ابن معین له أحادیث منکرة وقال الدوری وغیره عن ابن معین لیس بشیء وقال ابن المدینی ضعیف وقال ابن عمار لیس بحجة وقال الجوزجانی لیس بثقة وقال البخاری ترکوه وقال مرة یتکلمون فیه وقال أبو حاتم ضعیف الحدیث ترکوه وقال أبو زرعة ضعیف وقال النسائی متروک وقال مرة لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال ابن خراش کذاب وقال مرة متروک وقال أبو القاسم البغوی ضعیف الحدیث جدا وروی له بن عدی أحادیث وقال لا یتابع علی شیء منها وأخرج له الحدیث الذی أخرجه ابن ماجة ولیس عنده غیره وهو حدیث أنس وقت للنفساء قلت ومنها عن زید العمی عن قتادة عن أنس مرفوعا کره للمؤذن أن یکون إماما قال ابن عدی لعل البلاء فیه منه أو من زید وقال ابن حبان روی عن الثقات الموضوعات کأنه کان المعتمد لها وهو الذی روی عن حمید عن أنس أن النبی صلی الله علیه وسلم وقت**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرستان جانے کے بارے میں بعض اہلِ علم حضرات نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرستان جانا اس رات کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور راتوں میں بھی عام طور پر اس کا معمول تھا۔

لہٰذا اس رات میں قبرستان جانا مستحب نہیں ہے۔

ان حضرات کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری احادیث ہیں۔

جن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ :اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا، إِنْ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للنفساء أربعين يوما وقال ابن الجارود حدثنا إسحاق بن إبراهيم ثنا إسحاق بن عيسى ثنا سلام الطويل وكان ثقة وقال العجلى ضعيف وقال الساجى عنده مناكير وقال الحكم روى أحاديث موضوعة وقال أبو نعيم فى الحلية فى ترجمة الشعبى سلام بن سليم الخراسانى متروك بالاتفاق قرأت بخط الذهبى قيل أنه مات فى حدود سنة سبع وسبعين ومائة(تهذيب التهذيب ج۴ص ۲۸۱،۲۸۲)

قال الشيخ أسامة عطايا العتيبى:

حديث موضوع، فيه ثلاث آفات:

الآفة الأولى :سلام الطويل :منكر الحديث، متروك، متهم بالكذب.قال الإمام أحمد: منكر الحديث .قال البخارى :تركوه .وقال الحاكم :روى أحاديث موضوعة .وقال أبو نعيم :متروك بالاتفاق .وقال ابن خراش :كذاب.

الآفة الثانية :سلام بن سليمان المدائنى الضرير :ضعيف.قال العقيلى :لا يتابع على حديثه .وقال -أيضاً :-فى حديثه مناكير، وذكر حديثاً له ثُمَّ قال :وهذا لا أصل له.وقال ابن عدى :هو عندى منكر الحديث.وقال أبو حاتم :ليس بالقوى.

الآفة الثالثة :محمد بن عيسى بن حيان أبو عبد الله المدائنى ذكره ابن حبان فى الثقات .وقال البرقانى :ثقة، وقال -مرة:-لا بأس به .قال الدارقطنى :ضعيف .وقال الحاكم :متروك الحديث .وقال اللالكائى :ضعيف.ومما سبق يتبين تسامح البيهقى حين قال :وهذا إسناد ضعيف(إرواء الظمآن بما ورد فى ليلة النصف من شعبان ص۴۵)

شَاءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ، اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم) [1]

ترجمہ: جب میری باری کی رات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخیر حصہ میں بقیع قبرستان کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دار قوم مومنین (تمہارے اوپر سلام ہوائے مومنوں کے گھر والو) تمہارے ساتھ کیا گیا وعدہ آچکا جو کل پاؤ گے یا ایک مدت کے بعد اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما دیجئے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَرْسَلْتُ بَرِيْرَةَ فِيْ أَثَرِهِ، لِتَنْظُرَ أَيْنَ ذَهَبَ، قَالَتْ: فَسَلَكَ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَوَقَفَ فِيْ أَدْنَى الْبَقِيْعِ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَرَجَعَتْ إِلَيَّ بَرِيْرَةُ، فَأَخْبَرَتْنِيْ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ سَأَلْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيْنَ خَرَجْتَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيْعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گھر سے باہر تشریف لے گئے، میں نے حضرت بریرہ کو آپ کے پیچھے بھیجا، تاکہ وہ دیکھیں کہ آپ کہاں تشریف لے گئے ہیں، حضرت بریرہ نے بتلایا کہ آپ بقیع غرقد (قبرستان) کے پاس تشریف لے گئے، اور

---

[1] حديث نمبر ۹۷۴، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، دار إحياء التراث العربى - بيروت.

[2] حديث نمبر ۲۴۶۱۲، مؤسسة الرسالة، بيروت.

فى حاشية مسند احمد:

إسناده محتمل للتحسين، أم علقمة بن أبى علقمة - وهى مرجانة - روى عنها اثنان، أحدهما ابنها، وذكرها ابن حبان فى "الثقات" وقال العجلى: مدنية تابعية ثقة. وبقية رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين. غير عبد العزيز بن محمد: وهو الدراوردى، فقد أخرج له البخارى مقروناً أو تعليقاً، واحتج به الباقون، وهو حسن الحديث، وقد توبع. وأخرجه مالك فى الموطأ (۱/۲۴۲) ومن طريقه أخرجه ابن سعد ۲/۲۰۳ وابن راهويه (۱۰۲۸) والنسائى فى "المجتبى ۴/۹۳" وفى "الكبرى (۲۱۶۵)" وابن حبان (۳۷۴۸) عن علقمة بن أبى علقمة، بهذا الإسناد.

IdaraGhufran

بقیع کے قریب کھڑے ہوگئے، پھر اپنے ہاتھ اٹھائے، پھر لوٹ آئے، حضرت بریرہ نے مجھے آ کر اس واقعہ کی خبر دی۔

پس صبح ہونے پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ رات کہاں تشریف لے گئے تھے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (بحکمِ الٰہی) بقیع (قبرستان) والوں کی طرف بھیجا گیا تھا، تا کہ میں ان کے لئے دعا کروں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک روایت میں ہے کہ:

**فَقَدْتُهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ، فَقَالَ: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ، وَإِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ، تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** (مسند احمد) [۱]

ترجمہ: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا، تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ بقیع قبرستان میں ہیں، اور آپ یہ فرمارہے ہیں کہ السلام علیکم دارقوم مومنین (تمہارے اوپر سلام ہو اے مومنوں کے گھر والو) تم ہمارے سے آگے جانے والے ہو، اور ہم تمہارے ساتھ بعد میں آ کر ملنے والے ہیں، اے اللہ! ان کے اجر سے ہم کو محروم نہ فرمایئے، اور ہمیں ان کے بعد کسی فتنہ میں مبتلا نہ فرمایئے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقیع قبرستان والوں کے لئے دعا واستغفار کا حکم ہوا تھا، اس لئے آپ دوسرے اوقات میں بھی وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ [۲]

---

[۱] حدیث نمبر ۲۴۴۲۵، مؤسسة الرسالة، بیروت.

[۲] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ فَقَالَتْ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِّي، قُلْنَا: بَلَى، ح وحَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ، حَجَّاجًا الْأَعْوَرَ -وَاللَّفْظُ لَهُ- قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ -رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ أُمِّي قَالَ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری راتوں میں اور بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے اوقات میں دیگر راتوں میں بقیع قبرستان تشریف لے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ أُمَّهُ الَّتِي وَلَدَتْهُ، قَالَ :قَالَتْ عَائِشَةُ :أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا :بَلَى، قَالَ :قَالَتْ :لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا عِنْدِي، انْقَلَبَ فَوَضَعَ رِدَاءَهُ، وَخَلَعَ نَعْلَيْهِ، فَوَضَعَهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ، وَبَسَطَ طَرَفَ إِزَارِهِ عَلَى فِرَاشِهِ، فَاضْطَجَعَ، فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ أَنْ قَدْ رَقَدْتُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ رُوَيْدًا، وَانْتَعَلَ رُوَيْدًا، وَفَتَحَ الْبَابَ فَخَرَجَ، ثُمَّ أَجَافَهُ رُوَيْدًا، فَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي، وَاخْتَمَرْتُ، وَتَقَنَّعْتُ إِزَارِي، ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلَى إِثْرِهِ، حَتَّى جَاءَ الْبَقِيعَ فَقَامَ، فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ، فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ، فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ، فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ، فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ، فَلَيْسَ إِلَّا أَنِ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ، فَقَالَ :مَا لَكِ؟ يَا عَائِشُ، حَشْيَا رَابِيَةً قَالَتْ :قُلْتُ :لَا شَيْءَ، قَالَ :لَتُخْبِرِينِي أَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ قَالَتْ :قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، فَأَخْبَرْتُهُ، قَالَ :فَأَنْتِ السَّوَادُ الَّذِي رَأَيْتُ أَمَامِي؟ قُلْتُ :نَعَمْ، فَلَهَدَنِي فِي صَدْرِي لَهْدَةً أَوْجَعَتْنِي، ثُمَّ قَالَ :أَظَنَنْتِ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ؟ قَالَتْ :مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمْهُ اللهُ، نَعَمْ، قَالَ " :فَإِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتِ، فَنَادَانِي، فَأَخْفَاهُ مِنْكِ، فَأَجَبْتُهُ، فَأَخْفَيْتُهُ مِنْكِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ، وَظَنَنْتُ أَنْ قَدْ رَقَدْتِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَكِ، وَخَشِيتُ أَنْ تَسْتَوْحِشِي، فَقَالَ :إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ "، قَالَتْ :قُلْتُ: كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ "قُولِي :السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ (مسلم، حديث نمبر ۹۷۴)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ يَقُولُ :سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ :أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِّي؟ قُلْنَا :بَلَى، قَالَتْ :لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِي انْقَلَبَ، فَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، وَوَضَعَ رِدَاءَهُ، وَبَسَطَ إِزَارَهُ عَلَى فِرَاشِهِ، وَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ أَنِّي قَدْ رَقَدْتُ، ثُمَّ انْتَعَلَ رُوَيْدًا، وَأَخَذَ رِدَاءَهُ رُوَيْدًا، ثُمَّ فَتَحَ الْبَابَ رُوَيْدًا وَخَرَجَ وَأَجَافَهُ رُوَيْدًا، وَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي فَاخْتَمَرْتُ، وَتَقَنَّعْتُ إِزَارِي، وَانْطَلَقْتُ فِي إِثْرِهِ حَتَّى جَاءَ الْبَقِيعَ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ انْحَرَفَ، وَانْحَرَفْتُ، فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ، فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ، فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ، وَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ، وَلَيْسَ إِلَّا أَنِ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ، فَقَالَ :مَا لَكِ يَا عَائِشُ رَابِيَةً؟ قَالَ :سُلَيْمَانُ حَسِبْتُهُ قَالَ :حَشْيَا قَالَ :لَتُخْبِرِنِّي أَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ؟ قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، قَالَ :أَنْتِ السَّوَادُ الَّذِي رَأَيْتُ أَمَامِي؟ قُلْتُ :نَعَمْ، قَالَتْ :فَلَهَدَنِي لَهْدَةً فِي صَدْرِي أَوْجَعَتْنِي، قَالَ: أَظَنَنْتِ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ، قَالَتْ :مَهْمَا يَكْتُمُ النَّاسُ فَقَدْ عَلِمَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :فَإِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ عَلَيْكِ، وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ فَنَادَانِي، فَأَخْفَى مِنْكِ فَأَجَبْتُهُ، وَأَخْفَيْتُهُ مِنْكِ، وَظَنَنْتُ أَنَّكِ قَدْ رَقَدْتِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَكِ، وَخَشِيتُ أَنْ تَسْتَوْحِشِي، فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ، فَأَسْتَغْفِرَ لَهُمْ(السنن الصغرى للنسائى، حديث نمبر ۳۹۶۳)

جایا کرتے تھے۔ ۱

پس بعض اہلِ علم حضرات فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پندرہویں شعبان کی رات میں قبرستان جانا خاص اس رات کی وجہ سے نہیں تھا، اور دوسری راتوں کی طرح معمول کا حصہ تھا۔ ۲

---

۱ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں جانے کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بقیع قبرستان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے قریب تھا، اور آپ کو رات کے وقت وہاں تشریف لے جانے میں زیادہ تکلّف نہیں اٹھانا پڑتا تھا، اور گھر والوں کو چھوڑ کر زیادہ دور نہیں جانا پڑتا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عن عائشة -رضي الله عنها -قالت :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كلما كان ليلتها من رسول الله) " من "متعلق بالليلة بمعنى النصيب، أو المحذوف أي التي تخصها منه -صلى الله عليه وسلم -قال الطيبي " :كلما "ظرف فيه معنى الشرط والعموم وجوابه (يخرج) وهو العامل فيه، وهذا حكاية معنى قولها لا لفظها، أي كان من عادته أنه إذا بات عندها أن يخرج (من آخر الليل إلى البقيع) أي بقيع الغرقد، وهو موضع بظاهر المدينة(مرقاة، ج۴ص ۱۲۵۸، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

۲ چنانچہ اس موضوع پر حضرت مولانا صدیق صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے جو مکاتبت ہوئی تھی اس میں مولانا صدیق صاحب رحمہ اللہ نے کئی مرتبہ یہ لکھا تھا کہ قبرستان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کی اصل علت پندرہ شعبان کی رات نہیں تھی، ان کی تحریرات کے کچھ اقتباسات درجِ ذیل ہیں:

”خروج الی البقیع سے دعائے اموات بالتخصیص ثابت نہیں ہوسکتی اس لئے کہ خروج الی البقیع آپ کی عادتِ مستمرہ تھی، خاص اسی رات میں واقع نہیں ہوا، صحیح مسلم میں ہے:

”عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم دار قوم مومنين “ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں”ای كان من عادته انه اذا بات عندها ان يخرج“(امداد الفتاوی ج۴ص ۱۹)

”اس روز (یعنی شعبان کی پندرہویں رات) کے (قبرستان میں) خروج کو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) معلل نہیں فرمایا بلکہ نفسِ خروج کو، اس لئے کہ یہ علت ہر روز موجود تھی، اس لئے ہر روز خروج الی البقیع ہوا کرتا تھا۔

”عن ابی هريرة مرفوعا ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الاخر يقول من يدعونى متفق عليه“

اسی واسطے بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ثابت ہے:

”كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل الى البقيع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز اس کے ساتھ ساتھ بعض حضرات کا فرمانا یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث جس میں کہ پندرہویں شعبان کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرستان جانا مذکور ہے، سند

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فیقول السلام علیکم الحدیث وفی آخرہ اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد“

یہاں سے معلوم ہوا کہ زیارتِ قبور خاصہ شبِ برأت کا نہیں، بلکہ ہر رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں تشریف لے جاتے تھے، اور اس رات میں حسبِ عادتِ مستمرہ خروج ہوا تھا، اور حدیثِ ترمذی میں وقوع اس کا حسبِ اتفاق ہوا تھا (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۲۳)

اگر (شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا پر) نزول مذکور علتِ خروج الی المقبرہ ہے تو ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر، متفق علیہ میں علتِ خروج شبِ منصوص ہے اور حدیثِ مسلم میں موافقِ علتِ مذکورہ عمل در آمد موجود ہے۔

” عن عائشة کلما کان لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم الحدیث وفی آخرہ الھم اغفر لاھل البقیع الغرقد. بلکہ بعض لیالی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مامور بامر اللہ ہوئے، کہ بقیع میں جا کر دعاء فرماویں، کما سیجئی، اس لئے ہر شب کا خروج حسبِ روایتِ صحیح مدلول احادیثِ بخاری ومسلم ہو گیا، تو استحبابِ زیارت ہر شب میں ثابت ہو گیا، اور حدیث ترمذی والی شب از جملہ لیالی عائشہ ہے، تو جیسا دیگر لیالی عائشہ میں خروج الی المقبرہ مدلول ومستحب ہے، ویسا ہی حدیث ترمذی میں مدلول ہے، تو حدیثِ ترمذی نے دربارۂ زیارت قبور کوئی امر جدید ثابت نہیں کیا، تو شبِ برأت کی زیارت علی التعیین والتخصیص ثابت نہ ہوگی، تو خواص شبِ برأت میں زیارت کو شمار کرنا درست نہ ہوگا اور حق یہ ہوگا کہ نزولِ مذکور خروج الی المقبرہ کی علت نہیں، بلکہ اوقاتِ قربِ الٰہی کا اعلام ہے، تا کہ طاعت وعبادت میں مشغول ہوں (ایضاً ص۲۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع میں جانا ہر روز معلوم ومشاہد تھا، لہٰذا اس رات میں اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کو) اس کی وجہ بتلانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی (البتہ) حضرت عائشہ کو قبل از وقت معہود ہو جانے سے شبہ ہوا تھا، اس لئے کہ یخرج من اٰخر اللیل خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں، قبل از وقت معہود ہو جانے کا عذر فرمانا کہ ان اللہ ینزل لیلة النصف شب برأت میں لیلۃ کو ظرفِ نزول بنایا گیا ہے، اور دیگر لیالی میں حین یبقی ثلث اللیل الاخر تا کہ افادۂ استیعابِ نزول سے حدیثِ عائشہ میں پیش از وقت معہود ہو جانے کا جواب ہو جاوے، یعنی اس شب میں تجلّی خاص اول شب میں ہوتی ہے، اس لئے قبل از وقت معہود طاعت وعبادت میں مشغول ہوا تھا (ایضاً ص۲۹)

لا دلیل فیھما علی تخصیص زیارة القبور بھذہ اللیلة، بل کان ذھابہ -صلی اللہ علیہ وسلم -إلی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے لحاظ سے ضعیف ہے، جس کی وجہ سے پندرہویں شعبان کی رات میں قبرستان جانے کا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ؎۱

جبکہ اس کے برعکس بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البقيع على ما اعتاده فى نوبة عائشة .كما يدل عليه ما روى مسلم عنها قالت :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كلما كان ليلتها من رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يخرج من آخر الليل إلى البقيع، فيقول :السلام عليكم دار قوم مؤمنين-الحديث .فهذا ظاهر فى أن ذهابه إلى البقيع فى نوبة عائشة كان عادة له مستمرة، وقد صادف ذلك فى بعض الأعوام ليلة نصف شعبان، فذهب إليه على عادته من غير أن يهتم لذلك .وأما تقسيم أنواع الأطعمة على الفقراء فى هذه الليلة خاصة، فلم يرو فيه حديث مرفوع ولا موقوف لا صحيح ولا ضعيف .وأما اعتقاد حضور أرواح الأموات فى هذه الليلة، وتنظيف البيوت، وتطيين جدرانها لتكريمها، وزيادة السرج والقناديل على الحاجة فيها فهى من البدع والضلالات بلا شك .قال القارى :أول حدوث الوقيد من البرمكة، وكانوا عبدة النار .فلما أسلموا أدخلوا فى الإسلام ما يموهون أنه من سنن الدين، ومقصودهم عبادة النيران حيث ركعوا وسجدوا مع المسلمين إلى تلك النيران، ولم يأت فى الشرع استحباب زيادة الوقيد على الحاجة فى موضع، وقد أنكر الطرطوسى الاجتماع ليلة الختم فى التراويح، ونصب المنابر وبين أنه بدعة منكرة(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،باب قيام شهر رمضان،الفصل الثالث)

؎۱ چنانچہ حضرت مولانا محمد صدیق احمد صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے مکاتبت کے دوران آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ:

''اگر حدیثِ عائشہ کا حسن اگرچہ تعددِ طرق سے ہی ہو، ثابت فرمادیں، تو ہم بلا عذر استحبابِ قبور کو بتخصیصِ شبِ برأت قبول کرنے کو تیار ہیں''۔والسلام۔محمد صدیق احمد، از کاندھلہ، ۲۵ شوال ۱۳۳۳ھ (امداد الفتاوی ج۴ص۳۲)

جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ، واللہ اعلم، حسن لعینہٖ یا لغیرہٖ کے بغیر صرف حدیثِ ضعیف سے استحباب کے ثبوت کے قائل نہیں تھے، جیسا کہ یہ بعض فقہاء وعلماء کا قول ہے۔

فَالْحَاصِلُ :أَنَّ هَذَا الْبَابَ يُرْوَى وَيُعْمَلُ بِهِ فِي التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ لَا فِي الِاسْتِحْبَابِ ثُمَّ اعْتِقَادُ مُوجِبِهِ وَهُوَ مَقَادِيرُ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ يَتَوَقَّفُ عَلَى الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ (مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج۱۸ ص۶۵، فصل متى شدد الامام احمد فى الاسانيد ومتى تساهل؟)

مگر ہمارے نزدیک راجح قول اس کے خلاف ہے، اور وہ یہ ہے کہ بعض شرائط کے ساتھ ضعیف حدیث سے استحباب ثابت ہوجاتا ہے، اگرچہ اِس استحباب کا درجہ اُس استحباب سے کمزور ہوتا ہے، کہ جو استحباب حسن یا صحیح حدیث سے ثابت ہو، جس کی تفصیل ماقبل میں ذکر کی جاچکی ہے۔محمد رضوان۔

دوسری راتوں میں بھی قبرستان جانے کا تھا، لیکن اس رات میں جانے کی ایک وجہ اس رات کا بابرکت ہونا بھی تھا، جس کی وجہ سے خاص اس رات میں مَرد حضرات کو قبرستان میں جا کر مُردوں کے لئے دعا کی ایک درجہ میں فضیلت ہے۔ ۱؎

اور جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ضعیف ہونے کا تعلق ہے، تو اس کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث اگر شدید درجہ کی ضعیف نہ ہو، تو بعض شرائط کے ساتھ اس سے عمل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ ۲؎

---

۱؎ چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی جو مکاتبت مولانا صدیق صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ سے ہوئی تھی اس میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رات میں قبرستان جانے کی علت میں اس رات کا دخیل ہونا بھی ذکر فرمایا تھا۔

جس کے چند اقتباسات یہ ہیں:

اب بھی یہ خیال ہے کہ گو استغفار جمیع مؤمنین کے لئے تھا لیکن بقیع میں جانا ضرور قرینہ اس کا ہے کہ اموات خصوصیت کے ساتھ اس میں مقصود ہیں کیونکہ ظاہراً بقیع جانے میں اور کوئی مصلحت معلوم نہیں ہوتی، اسی طرح گو یہ خروج مستمر تھا، لیکن آپ کا اس روز کے خروج کو اس علت سے معلل فرمانا ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان ظاہراً اس پر دال ہے کہ اس روز کے خروج میں اس لیلہ کا بھی دخل ہے۔ پس اگر کوئی اتباعاً لھٰذا الحدیث اس روز گورستان میں قصداً جاوے اور جمیع مؤمنین کے ساتھ بالخصوص اموات کے لئے بھی استغفار کرے تو ظاہراً موجبِ اجر ہوگا، اتنا تو حدیث کا مدلول معلوم ہوتا ہے (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰ تا ۲۱)

۲؎ چنانچہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمہ اللہ کے جواب میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

"من ثبوت ضعفه اولا ثم عدم الاتفاق على الشرط حسن الحديث للاستحباب فان صاحب فتح القدير صرح بان الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع ج ۲ ص ۹۵، مصريه، والله اعلم،" (پھر عالمگیری کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا تھا) اس روایت سے استحسان زیارت قبور کا خاص شبِ برأت میں بھی ثابت ہوگیا (امداد الفتاوی ج ۴ ص ۳۴)

وقال محمد طاهر الفتنى الهندى:

قال أحقر عباده حديث عائشة فى ذهابه بالبقيع ونزول الرب ليلة النصف إلى سماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب أخرجه الترمذى، قال وفى الباب عن أبى بكر الصديق رضى الله عنه وسمعت محمدا يضعف حديث عائشة، قال الترمذى وفيه انقطاعان قلت يجوز العمل بالحديث الضعيف ولعلهم أنكروه هنا لما يقارنه من المنكرات(تذكرة الموضوعات، ص ۲۱)

اور متعدد اہلِ علم حضرات ضعیف حدیث سے بعض شرائط کے ساتھ ثبوتِ استحباب کے قائل ہیں، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

مگران حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شعبان کی پندرہویں رات میں قبرستان جانا ثابت ہے، اگرچہ وہ ضعیف سند سے ہی ثابت ہو، اس لئے فی نفسہٖ اس کے ثبوت کے باوجود اس کا التزام واصرار کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا درست نہیں، اور عوام الناس اس سلسلہ میں جو کئی خرابیوں میں مبتلا ہیں، ان کے ہوتے ہوئے اس رات میں قبرستان نہ جانے میں ہی احتیاط ہے۔ [۱]

---

[۱] چنانچہ جب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے یہ تمام تحریرات فیصلہ کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجیں تو اس بارے میں وہاں سے یہ تحریر کیا گیا کہ:

''الفاظِ حدیث اور تحقیقِ شراح سے اس قدر ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں بقیع کو تشریف لے جانا اور دعا فرمانا بعض خصوصیات کی وجہ سے تھا، جن میں سے اموات مسلمین کو بھی عمومِ رحمت ودعائے مغفرت میں شامل فرمانا تھا اور اگرچہ یہ خروج اور دعا عادتِ مستمرہ ہو تب بھی اس خاص رات کا خروج اور دعا دلیلِ استحباب دعا للاموات فی لیلۃ البراءت ہے، کیونکہ جیسا اس شب میں نزولِ رحمت خصوصیت کے ساتھ ہے جیسا کہ وارد ہوا ینزل فیھا لغروب الشمس الحدیث پس اس رات میں خروج الی المقبرۃ ودعاء للاموات بھی حدیث کا مدلول ہوا لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کا التزام اور اس پر اصرار ٹھیک نہیں، اور جو خرابیاں اس پر متفرع ہیں وہ ظاہر ہیں پس ان عوارض کے سبب سے منع کرنا ہی احوط ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۲۶)

جس پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ:

اس فیصلہ میں جزءِ اول (یعنی خروج الی المقبرہ) کو ثابت رکھا ہے۔ مگر عوارض کے سبب خروج الی المقبرہ کے منع کو احوط کہا ہے ........ (پس میں) جزوِ اول (یعنی خروج الی المقبرہ) کے ثبوت کے بعد بھی خروج الی المقبرہ کے منع کو احوط سمجھتا ہوں (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۲۸)

اور ہندیہ میں بھی غرائب سے دوسرے اوقات کے ساتھ ساتھ شعبان کی نصف رات میں زیارتِ قبور کا افضل ہونا نقل کیا گیا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

وأفضل أيام الزيارة أربعة يوم الاثنين والخميس والجمعة والسبت والزيارة يوم الجمعة بعد الصلاة حسن ويوم السبت إلى طلوع الشمس ويوم الخميس فی أول النهار وقيل فی آخر النهار وكذا فی الليالی المتبركة لا سيما ليلة براءة وكذلك فی الأزمنة المتبركة كعشر ذی الحجة والعيدين وعاشوراء وسائر المواسم كذا فی الغرائب (هنديه الباب السادس عشر فی زيارة القبور من كتاب الحظر والاباحة)

اور اسی عبارت کے پیشِ نظر آخر میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے یہ تحریر فرمایا کہ:

اس روایت سے استحسان زیارتِ قبور کا خاص شبِ برأت میں بھی ثابت ہو گیا، اور یہی فرمایا تھا مفتی صاحب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

**بہرحال بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک التزام اور دوسری خرابیوں سے بچ کر کبھی کبھار نصف شعبان کی رات میں قبرستان جانا فی نفسہ جائز یا مستحب، اور خرابیوں کی صورت میں ناجائز ہے۔ ۱؎**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دیوبند نے، باقی ان کا یہ فرمانا کہ فقہاء کے کلام میں تصریح نہیں ملی الخ اس کی وجہ خود ساتھ ہی لکھ دی ہے کہ تلاش کرنے کی فرصت نہ ہوئی اھ، پس اس روایت کے بعد اب دلیل میں کلام کی حاجت نہیں رہی، لان الفقهاء قداغنو ناعنه، اور گو یہ روایت غرائب ہے جس کو مفتی صاحب نے غیر معروف فرمایا ہے، مگر جب عالمگیریہ میں اس سے نقل کیا گیا جس پر جمِ غفیر علماء کا شریک تھا، اس لئے اس کے معتبر ہونے میں کوئی وسوسہ نہیں ہوسکتا، فقط ترجیح الثالث ص ۲۰۲ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۴، ۳۵ ملخصاً)

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اہلِ علم حضرات نصف شعبان کی رات میں قبرستان جانے کے جواز یا استحباب کے درجہ میں ثبوت کے باوجود عوام کی خرابیوں کے پیشِ نظر اس کے منع کو احوط قرار دیتے ہیں۔

۱؎ چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اس شب میں قبرستان میں جا کر اموات کے لئے دعا کریں اور اُن کو پڑھ کر بخشیں لیکن گروہ بن کر نہ جانا چاہئے بلکہ کَیْفَ مَا اتفق اپنے اپنے طور پر جاوے اور سنت میں اسی قدر منقول ہے (وعظ ذم ہویٰ ص ۸ ملخصاً، الابقاء شعبان ۵۶ھ)

اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر ممکن ہو تو بغیر تزک واحتشام اور اجتماع کے قبرستان میں جا کر تمام مُردوں کے لئے دعائے مغفرت کریئے، لوگوں نے جو طریقہ میلہ لگانے کا، قبروں پر چراغاں کرنے کا اور جماعت، جماعت جانے کا جاری کررکھا ہے، یہ بالکل غلط ہے اور جو لوگ آتش بازی کرتے ہیں وہ سخت گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اسی طریقہ سے حلوہ وغیرہ پکانا اور اس کو مذہبی رسم شمار کرنا بھی غلط ہے، مُردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبرستان میں جا کر صرف دعا منقول ہے، ویسے فقیروں اور حاجتمندوں کو مال دے کر ہر وقت میں ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے (اس کے لئے شعبان کی پندرہویں رات کی تخصیص نہیں) مگر فقیر کو وہ چیز دینی چاہئے جو کہ ان کی حاجت روائی (ضرورت پوری) کرے، حلوے سے نہ پیٹ بھر سکتا ہے اور نہ اس کی بھوک دور ہوسکتی ہے، بیوقوف لوگوں نے یہ طریقہ ہندوؤں کے تہواروں سے دیکھ کر اختیار کیا ہے، اس کی نہ تو کتبِ دینیہ میں کوئی سند ہے اور نہ اسلامی ممالک میں کہیں کوئی رواج ہے'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۴ ص ۷۸)

اور حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(شعبان کی پندرہویں رات کو) کوئی مرد قبرستان میں چلا جائے تو وہ بھی ٹھیک ہے، مگر وہاں اجتماعی طور پر نہ جائیں، میلہ لگانے کا کوئی ثبوت نہیں (تبلیغی اور اصلاحی مضامین ج ۶ ص ۱۰۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

**خلاصہ یہ کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کو حاصل کرنا قبرستان جانے پر موقوف نہیں، بلکہ ہر شخص اپنے مقام پر رہ کر گناہ سے بچتے ہوئے اور حسبِ حیثیت صدق واخلاص کے ساتھ عبادت**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثِ باب سے لیلۃ البرأت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع جانا معلوم ہوا جو شبِ برأت میں قبرستان جانے کی اصل ہے لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مداومت ثابت نہیں اس لئے اس کو سنتِ مستمرہ کا درجہ دینا بھی صحیح نہیں، ہاں کبھی کبھی چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم‘‘ (درس ترمذی ج۲ ص۵۸۱)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’اس رات میں ایک اور عمل ہے، جو ایک روایت سے ثابت ہے، وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنۃُ البقیع میں تشریف لے گئے، اب چونکہ حضور اس رات میں جنۃ البقیع میں تشریف لے گئے تھے، اس لئے مسلمان اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ شبِ برأت میں قبرستان جائیں۔ لیکن میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ ایک بڑی کام کی بات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے، فرماتے تھے کہ جو چیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجے میں ثابت ہو، اسی درجہ میں اسے رکھنا چاہئے، اس سے آگے نہیں بڑھانا چاہئے، لہٰذا ساری حیاتِ طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ جنت ُالبقیع جانا مروی ہے، کہ آپ شبِ برأت میں جنتُ البقیع تشریف لے گئے۔ چونکہ ایک مرتبہ جانا مروی ہے، اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہر شبِ برأت میں جانے کا اہتمام کرنا، التزام کرنا، اور اس کو ضروری سمجھنا، اور اس کو شبِ برأت کے ارکان میں داخل کرنا اور اس کو شبِ برأت کا لازمی حصہ سمجھنا، اور اس کے بغیر یہ سمجھنا کہ شبِ برأت نہیں ہوئی، یہ اس کو اس کے درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔ لہٰذا اگر کبھی کوئی شخص اس نقطۂ نظر سے قبرستان چلا گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے، میں بھی آپ کی اتباع میں جا رہا ہوں۔ تو انشاء اللہ اجر وثواب ملے گا، لیکن اس کے ساتھ یہ کرو کہ کبھی نہ بھی جاؤ، لہٰذا اہتمام اور التزام نہ کرو، پابندی نہ کرو۔ یہ درحقیقت دین کی سمجھ کی بات ہے۔ کہ جو چیز جس درجہ میں ثابت ہو، اس کو اسی درجہ میں رکھو۔ اس سے آگے مت بڑھاؤ، اور اس کے علاوہ دوسری نفل عبادت ادا کرلو‘‘ (اصلاحی خطبات ج۴ ص۲۶۵ تا ۲۶۶)

اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جا کر مُردوں کے لئے دعائے خیر کرنا۔

یہ کام تو کرنے کے ہیں، باقی آتش بازی چلانا، نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہو کر تقریب کی صورت بنانا، حلوہ کا التزام کرنا وغیرہ، اور جو غیر ثابت امور رائج ہوں وہ سب ترک کرنے کے ہیں‘‘ (فتاویٰ محمودیہ، ج۳ ص۲۵۳، مبوب، باب البدعات والرسوم)

www.idaraghufran.org

کر کے اس کی فضیلت کو حاصل کرسکتا ہے۔

اور بعض اہلِ علم حضرات تو شعبان کی پندرہویں رات میں قبرستان جانے کے قائل ہی نہیں، اور بہت سے اہلِ علم حضرات اس کے ثبوت کے قائل ہیں، مگر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شعبان کی پندرہویں رات میں قبرستان جانے کا ہمیشہ معمول ثابت نہیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو اس کی تاکید فرمائی، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے ہوئے بقیع قبرستان کے متصل قریب ہونے کی صورت میں خاموشی کے ساتھ بغیر کسی تکلف واہتمام کے ایک مرتبہ تشریف لے گئے تھے۔

اس لئے اس پر ضرورت سے زیادہ زور دینا اور جماعت در جماعت ہو کر نکلنا، پھر اس سے آگے بڑھ کر قبرستان جا کر قبروں پر مختلف بدعات اور خرافات کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

اور اگر کوئی شخص بغیر کسی بدعت کے ارتکاب کے زندگی میں ایک مرتبہ بھی چلا گیا تب بھی اس حدیث پر عمل ہو جائے گا، رہا مرحومین کے لئے دعا واستغفار کرنا تو وہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی ہر وقت اور ہر مرتبہ کرنا ممکن ہے، اس کے لئے قبرستان جانا ضروری نہیں۔

پس بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس رات کوئی قبرستان نہیں گیا تو وہ اس رات کی فضیلت سے محروم رہے گا، یہ سمجھنا غلط ہے۔

## پندرہ شعبان کے دن کا روزہ

پیچھے تفصیل کے ساتھ شعبان کے مہینے میں عبادت کی فضیلت، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزہ رکھنے کا معمول اور پندرہ شعبان کے بعد اور انتیس، تیس شعبان کو روزہ رکھنے اور پندرہویں شعبان کی رات میں نفلی عبادت کی فضیلت کا حکم بیان کیا جا چکا ہے۔

اس لئے ہر شخص کو حسبِ حیثیت شعبان کے پورے مہینے میں اخلاص کے ساتھ نفلی عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے، جس میں نفلی روزے بھی داخل ہیں، اور بطورِ خاص شعبان کی پندرہویں رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت کرنی چاہیے۔

جہاں تک پندرہ شعبان کے دن نفلی روزہ رکھنے کا تعلق ہے، تو صحیح احادیث کی رُو سے اس کی دوسرے دنوں کے مقابلہ میں کوئی خاص فضیلت واہمیت ثابت نہیں، اور جن احادیث وروایات میں شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کا ذکر ہے، ان میں بھی پندرہ شعبان کے روزے کا ذکر نہیں ہے۔

البتہ ایک روایت میں بطورِ خاص پندرہ شعبان کے دن کے روزہ رکھنے کا ذکر ملتا ہے، مگر وہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے۔

اس بارے میں ذیل میں کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا، فَإِنَّ اللّٰہَ يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلٰى سَمَآءِ الدُّنْيَا، فَيَقُوْلُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا، حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ

(سنن ابن ماجہ) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو رات کو عبادت کرو، اور اگلے دن روزہ رکھو، کیونکہ (شعبان کی چودہ تاریخ کی شام ہونے پر) سورج غروب ہونے سے لے کر صبح صادق (یعنی سحری کا وقت ختم اور فجر کا وقت شروع) ہونے تک اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نزول فرمائے رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق دے دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے مصیبت سے نجات

---

[۱] حدیث نمبر ۱۳۸۸، کتاب اقامہ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان، دار إحیاء الکتب العربیۃ، القاھرۃ، واللفظ لہٗ، شعب الایمان للبیھقی، حدیث نمبر ۳۵۴۲، اخبارِ مکۃ للفاکھی، حدیث نمبر ۱۸۳۷، امالی ابنِ بشران، حدیث نمبر ۷۰۳۔

www.idaraghufran.org

دوں؟ ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ویسا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان صبح صادق تک جاری رہتا ہے (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابنِ ابی سبرہ ہیں، جن کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ بعض محدثین نے ان کو متروک اور بعض نے منکر اور بعض نے ان کی طرف واضع الحدیث ہونے کی نسبت کی ہے۔ ۱

---

۱ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر ان کو حفظ کی جہت سے ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ علامہ محمد بن طاہر المقدسی نے ان کے بارے میں بالاجماع متروک الحدیث ہونا بیان فرمایا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں ''یضع الحدیث ویکذب'' فرمایا ہے، اور ابنِ عدی نے ان کا شمار ''جملۃ من یضع الحدیث'' میں فرمایا ہے، اور ''عامۃ ما یرویہ غیر محفوظ'' فرمایا ہے، اور ابنِ حبان نے ''کان ممن یروی الموضوعات عن الثقات'' اور ''لا یجوز الاحتجاج بہ'' فرمایا ہے، اور امام حاکم نے ان کے بارے میں ''یروی الموضوعات عن الاثبات'' فرمایا ہے، اور امام بخاری نے ایک مقام پر ضعیف اور ایک مقام پر منکر الحدیث فرمایا ہے، اور امام نسائی نے متروک الحدیث فرمایا ہے، اور ساجی نے ان کو منکر الحدیث فرمایا ہے۔

وأبو بكر هذا لا يعرف اسمه ، وهو متروك الحديث بإجماع (ذخيرة الحفاظ، تحت حديث رقم ۵۲۹۸)

هذا إسناد فيه ابن أبى سبرة واسمه أبو بكر بن عبد الله بن محمد بن أبى سبرة قال أحمد وابن معين يضع الحديث(مصباح الزجاجةللكنانى، كتاب اقامة الصلاة، باب ما جاء فى ليلة النصف من شعبان)

ابن أبى سبرة أبو بكر بن عبد الله العامرى (ق)الفقيه الكبير، قاضى العراق، أبو بكر بن عبد الله بن محمد بن أبى سبرة بن أبى رهم -وكان جد أبيه أبو سبرة بدريا من السابقين المهاجرين -ابن عبد العزى القرشى، ثم العامرى .توفى :زمن عثمان -رضى الله عنهما .-وكانت أمه برة عمة رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأخوه لأمه أبا سلمة المخزومى -رضى الله عنه -وما علمته روى شيئا.حدث أبو بكر بن أبى سبرة عن : عطاء بن أبى رباح، والأعرج، وزيد بن أسلم، وهشام بن عروة، وشريك بن أبى نمر، وطائفة.وهو ضعيف الحديث من قبل حفظه ،حدث عنه :ابن جريج -مع تقدمه -وأبو عاصم النبيل، ومحمد بن عمر الواقدى، وعبد الرزاق، وعبد الله بن الوليد العدنى، وآخرون.قال أبو داود :كان مفتى أهل المدينة.وروى :معن، عن مالك :قال لى أبو جعفر المنصور :يا مالك !من بقى بالمدينة من المشيخة؟قلت :ابن أبى ذئب، وابن أبى سبرة، وابن أبى سلمة الماجشون......قال أحمد بن حنبل :قال لى الحجاج :قال لى ابن أبى سبرة :عندى سبعون ألف حديث فى الحلال والحرام.قال على بن المدينى :هو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس بہت سے اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کے شدید ضعیف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کی بناء پر پندرہ شعبان کے روزے کو مستحب قرار نہیں دیا۔

اور اکثر فقہائے کرام نے بھی پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب روزوں میں ذکر نہیں کیا۔ [۱]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عندی مثل إبراهيم بن أبی يحيى. وروى :عباس، عن ابن معين، قال:ليس حديثه بشیء ، قدم ها هنا، فاجتمع عليه الناس، فقال :عندی سبعون ألف حديث، إن أخذتم عنی كما أخذ عنی ابن جريج، وإلا فلا. وقال البخاری :ضعيف الحديث . وقال النسائی: متروک. وروى :عبد الله وصالح ابنا أحمد، عن أبيهما، قال :كان يضع الحديث . قلت :يقال :اسمه محمد. وقيل :عبد الله......قال ابن عدی :عامة ما يرويه غير محفوظ، وهو فی جملة من يضع الحديث(سير اعلام النبلاء ج۷ ص ۳۳۰ تا ۳۳۲ ملخصاً)

وَقَال صالح بن أحمد بن حنبل، عَن أبيه :أبو بكر محمد ابن عَبد الله بن أَبی سبرة يضع الحديث ، و كان ابن جُرَيْج يروى عنه. وَقَال عَبد الله بن أحمد بن حنبل ، عَن أبيه :ليس بشیءٍ . كان يضع الحديث ويكذب......وَقَال الغلابی ، عن يحيى بن مَعِين :ضعيف الحديث. وَقَال أحمد بن سعد بن أَبی مريم ، عن يحيى بن مَعِين :ليس بشیءٍ. وَقَال علی ابن المدينی :كان ضعيفا فی الحديث ، و كان ابن جُرَيْج أخذ منه مناولة. وَقَال أيضا :كان منكر الحديث ، هو عندی مثل ابن أَبی يحيى . وَقَال إبراهيم بن يعقوب الجوزجانی :يضعف حديثه. وذكره يعقوب بن سفيان فی باب "من يرغب عن الرواية عنهم. وقَال البُخارِیّ :ضعيف. وَقَال فی موضع آخر :منكر الحديث. وَقَال أبو عُبَيد الآجُرِّیّ ، عَن أبی داود :مفتی أهل المدينة. وَقَال النَّسَائی :متروک الحديث. وَقَال أبو أحمد بن عدی :عامة ما يرويه غير محفوظ ، وهو فی جملة من يضع الحديث(تهذيب الكمال ج۳۳ ص ۱۰۵ تا ۱۰۷ ملخصاً)

وقال ابن حبان كان ممن يروى الموضوعات عن الثقات لا يجوز الاحتجاج به وقال أبو إسحاق الحربی غيره أوثق منه وقال الساجی عنده منا كير وقال أبو أحمد الحاكم فی الكنی أبو بكر محمد بن عبد الله بن أبی سبرة ولی القضاء لزياد الحارثی ثم ولی القضاء لموسى يعنی الهادی وهو ولی عهد وليس بالقوی عندهم وقال الحاكم أبو عبد الله يروی الموضوعات عن الاثبات مثل هشام بن عروة وغيره(تهذيب التهذيب ج ۱۲ ص ۲۸)

أبو بكر بن عبد الله بن محمد بن أبی سبرة بفتح المهملة وسكون الموحدة بن أبی رهم بن عبد العزى القرشی العامری المدنی قيل اسمه عبد الله وقيل محمد وقد ينسب إلى جده رموه بالوضع وقال مصعب الزبيری كان عالما من السابعة مات سنة اثنتين وستين ق (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۶۲۳)

[۱] فقہائے حنفیہ کی عربی کتب میں تلاشِ بسیار کے باوجود نصف شعبان کے روزے کے استحباب کا ذکر نہیں ملا، البتہ بعض دیگر فقہاء اور بعد کے بعض اکابر نے اس کا استحباب ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔

البتہ بعض نے اس کو صرف ضعیف نہ کہ شدید ضعیف قرار دیتے ہوئے پندرہ شعبان کے روزے کو مستحب قرار دیا ہے۔ ل

ل چنانچہ شیخ دردیر مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

وَنُدِبَ صَوْمُ يَوْمِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ (الشرح الصغير للشيخ الدردير لكتابه أقرب المسالک، ج ۱ ص ۶۹۲، باب الصوم)

ترجمہ: شعبان کی پندرہویں تاریخ کا روزہ مستحب ہے (ترجمہ ختم)

اور شیخ مرداوی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي كِتَابِ أَسْبَابِ الْهِدَايَةِ :يُسْتَحَبُّ صَوْمُ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ وَشَعْبَانَ كُلِّهِ، وَهُوَ ظَاهِرُ مَا ذَكَرَهُ الْمَجْدُ فِي الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ، وَجَزَمَ بِهِ فِي الْمُسْتَوْعِبِ، وَقَالَ :آكَدُ شَعْبَانَ يَوْمُ النِّصْفِ(الانصاف ج ۳ ص ۳۴۷، كتاب الصوم ،باب صوم التطوع )

ترجمہ: ابنِ جوزی نے کتاب اسبابُ الہدایہ میں فرمایا کہ اشہرِ حرم (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں) اور پورے شعبان کے روزے مستحب ہیں، اور یہی اس کا ظاہر ہے، جو کہ مجد نے اشہرِ حرم میں ذکر کیا ہے، اور مستوعب کتاب میں بھی اشہرِ حرم کے بارے میں اسی پر یقین ظاہر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ شعبان کے روزوں میں پندرہویں شعبان کا روزہ زیادہ اہم ہے (ترجمہ ختم)

اور حافظ ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وأما صيام يوم النصف منه فغير منهى عنه، فإنه من جملة أيام البيض الغر المندوب إلى صيامها من كل شهر .وقد ورد الأمر بصيامه من شعبان بخصوصه، ففى سنن ابن ماجه بإسناد ضعيف عن على عن النبى -صلى الله عليه وسلم :-(إذا كان ليلة نصف شعبان، فقوموا ليلها وصوموا نهارها، فإن الله تعالى ينزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا، فيقول :ألا مستغفر فأغفر له، ألا مسترزق فأرزقه ألا مبتلى فأعافيه، ألا كذا ألا كذا حتى يطلع الفجر)(لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف ،ص ۱۳۶، وظائف شهر شعبان، المجلس الثانى فى نصف شعبان)

ترجمہ: اور نصف شعبان کا روزہ منع نہیں ہے، کیونکہ یہ ایامِ بیض کے روزوں میں سے ہے، جو ہر مہینے رکھنا مستحب ہے، اور خاص پندرہ شعبان کے روزے کے بارے میں حکم وارد ہوا ہے، پس سنن ابنِ ماجہ میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو رات کو عبادت کرو، اور اگلے دن روزہ رکھو، کیونکہ (شعبان کی چودہ تاریخ کی شام ہونے پر) سورج غروب ہونے سے، اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نزول فرمائے رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: ہے کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق دے دوں؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے یہ تفصیل ذکر فرمائی ہے کہ خاص پندرہویں شعبان کے روزے کی مخصوص فضیلت سمجھتے ہوئے تو روزہ نہیں رکھنا چاہئے، البتہ شعبان کے مہینے میں روزے رکھنا مستحب ہے، اور پندرہ شعبان کی تاریخ بھی اس مہینے کا حصہ ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہر مہینے میں (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں میں) تین روزے رکھنے کا تھا، جن کو ایامِ بیض کہا جاتا ہے، اور یہ پندرہ تاریخ ان دنوں میں سے ہے، اس حیثیت اور اس جہت سے پندرہ شعبان کا روزہ رکھنے میں حرج نہیں۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے مصیبت سے نجات دوں؟ ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ویسا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان صبح صادق تک جاری رہتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اور صبح شبِ برأت کے دن کا روزہ اور شش عید کا روزہ بھی مستحب ہے (فتاویٰ عزیزی ص ۵۰۲)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

پندرہ تاریخ کو روزہ رکھیں (وعظ ذم ہویٰ ص ۸ ملخصاً، الابقاء شعبان ۵۶ھ)

اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”پندرہویں تاریخ شعبان کا روزہ مستحب ہے۔ اگر کوئی رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں ہے“ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند، مدلل ومکمل ج ۶ ص ۵۰۰)

اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”البتہ اگر ممکن ہو تو چودہ، پندرہ شعبان کو نفلی روزے رکھے جائیں“ (مکتوبات ج ۴ ص ۷۸)

اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”شعبان کی پندرہویں کو روزہ رکھنے کا حکم حدیث میں موجود ہے“ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۴۱۵)

اور حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مؤمن بندوں کو چاہئے کہ پورے ماہ شعبان میں خوب زیادہ نفلی روزے رکھیں اور پندرہویں رات ذکر، دعا اور نماز میں گزاریں اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھیں (تحفہ خواتین ص ۲۶۴)

[1] چنانچہ علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا صَوْمُ يَوْمِهَا فَهُوَ سُنَّةٌ مِن حَيْثُ كَوْنُهُ مِن جُمْلَةِ الْأَيَّامِ الْبِيضِ لَا مِن حَيْثُ خُصُوصِهِ (الفتاوى الكبرى الفقهية، لابن حجر الهيتمي، ج ۲ ص ۸۰، كتاب الصوم)

اور حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ پندرہ شعبان کے روزے کا حکم ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے، جو بعض محدثین کے نزدیک شدید ضعیف ہے، جس سے پندرہ شعبان کے روزے کا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور جن کے نزدیک شدید ضعیف نہیں، وہ پندرہ شعبان کے روزے کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ [1]

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ شعبان میں روزے رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے اس لئے پندرہویں تاریخ کا روزہ بھی اس کے عموم میں داخل ہے'' (تبلیغی اور اصلاحی مضامین ج ۶ ص ۱۰۱)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم فرماتے ہیں کہ:

''ایک مسئلہ شبِ برأت کے بعد والے دن یعنی پندرہ شعبان کے روزے کا ہے، اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ سارے ذخیرۂ حدیث میں اس روزے کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شبِ برأت کے بعد والے دن روزہ رکھو۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

لہٰذا اس روایت کی وجہ سے خاص اس پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں۔ البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے یعنی یکم شعبان سے ستائیس شعبان تک روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے لیکن ۲۸ اور ۲۹ شعبان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو۔ تاکہ رمضان کے روزوں کے لئے انسان نشاط کے ساتھ تیار رہے، لیکن یکم شعبان سے ۲۷/ شعبان تک ہر دن روزہ رکھنے میں فضیلت ہے، دوسرے یہ کہ یہ پندرہ تاریخ ایامِ بیض میں سے بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہر ماہ کے ایامِ بیض میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے، یعنی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخ کو، لہٰذا اگر کوئی شخص ان دو وجہ سے ۱۵/ تاریخ کا روزہ رکھے، ایک اس وجہ سے کہ یہ شعبان کا دن ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ ۱۵/ تاریخ ایامِ بیض میں داخل ہے اگر اس نیت سے روزہ رکھ لے تو ان شاء اللہ موجبِ اجر ہوگا، لیکن خاص پندرہ تاریخ کی خصوصیت کے لحاظ سے اس روزے کو سنت قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں، اسی وجہ سے اکثر فقہائے کرام نے جہاں مستحب روزوں کا ذکر کیا ہے، وہاں محرم کی دس تاریخ کے روزے کا ذکر کیا ہے، یومِ عرفہ کے روزے کا ذکر کیا ہے، لیکن پندرہ شعبان کے روزے کا علیحدہ سے ذکر نہیں کیا، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ شعبان کے کسی بھی دن بھی روزہ رکھنا افضل ہے، بہر حال اگر اس نقطۂ نظر سے کوئی شخص روزہ رکھ لے تو ان شاء اللہ اس پر ثواب ہوگا۔ باقی کسی دن کی کوئی خصوصیت نہیں'' (اصلاحی خطبات ج ۴ ص ۲۷۳ تا ۲۷۴)

[1] اور جب یہ روایت ضعیف اور بعض کے نزدیک شدید ضعیف ہے، تو اس سے نصف شعبان کی رات میں اولِ لیل سے ہی نزولِ الٰہی پر استدلال بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ اس کا تعلق صفاتِ باری تعالیٰ سے ہے، جس کا حکم زیادہ نازک ہے، البتہ نصف شعبان کی رات میں نزولِ الٰہی کی احادیث وروایات میں رات کے کسی خاص حصہ میں نزول کی تخصیص نہیں، جس سے رات کے پورے حصہ میں نزول کو مراد لینا درست ہے، یعنی من غروب الشمس الیٰ طلوع الفجر۔

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ خاص پندرہ شعبان کے روزے کی مخصوص فضیلت سمجھتے ہوئے تو اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہئے، البتہ شعبان کے جن دنوں میں بھی نفلی روزہ رکھنے کی توفیق ہوجائے، ان میں نفلی روزہ رکھ لینا چاہئے، خواہ پندرہ شعبان کو ہی ہو، اور اگر پندرہ شعبان کو اس وجہ سے روزہ رکھے، کہ یہ ایامِ بیض میں داخل ہے، اور اس کے ساتھ تیرہ، چودہ تاریخ کا بھی روزہ رکھ لے، تو بہت بہتر ہے۔

## شبِ برأت میں کرنے کے کاموں کا خلاصہ

آخر میں عوام کی آسانی کے لئے شب برأت میں کرنے کے کاموں کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)......عشاء اور فجر کی نماز باجماعت اپنے وقت پر ادا کرنی چاہئے۔

(۲)......گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، خصوصاً جن گناہوں کی نحوست اس مبارک رات کی برکات سے محروم کردیتی ہے (جن کا ذکر احادیث وروایات کے ضمن میں پیچھے گذر چکا ہے) ان سے مکمل پرہیز کرنا اور توبہ کرنی چاہئے، خواہ اس رات میں نفلی عبادت وذکر اور جاگنے کی توفیق نہ ہو مگر گناہوں سے بچنا پھر بھی ضروری ہے بلکہ اس رات میں نفلی عبادت سے زیادہ ضروری گناہوں سے بچنا ہے۔

(۳)......اس رات میں توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہئے، اور شبِ برأت کے نام پر ہونے والی بدعات اور منکرات سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا چاہئے۔

(۴)......اپنے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے صحت وعافیت، رحمت اور مقاصدِ حسنہ اور اپنے اور اپنے مرحومین کے لئے بخشش ومغفرت کی دعا کرنی چاہئے۔

(۵)...... جتنا سہولت وآسانی سے ممکن ہو خواہ تھوڑی ہی دیر کیوں نہ ہو نوافل، ذکر وتلاوت وغیرہ کرنی چاہئے۔

(۶)......منکرات سے بچتے ہوئے کوئی مَرد اتفاق سے قبرستان جانا چاہے، تو بعض اہلِ علم کے نزدیک اجازت ہے، لیکن اس کو لازم وضروری سمجھنا یا ہمیشہ اس کی فرض وواجب عمل کی طرح

پابندی کرنا، یا اس کو اجتماعی رنگ دینا، یا اور کوئی بدعت وغیرہ کرنا درست نہیں، بلکہ زندگی میں ایک مرتبہ خرابیوں سے بچتے ہوئے قبرستان چلے جانا بھی بعض کے نزدیک کافی ہے۔

(۷)......بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک پندرہ شعبان کا روزہ خصوصی فضیلت یا استحباب کا حامل نہیں، بلکہ شعبان کے مہینے میں جب بھی موقع مل جائے، نفلی روزے رکھنا مستحب ہے، البتہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک شعبان کی پندرہ تاریخ کو نفلی روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر پندرہ تاریخ کے ساتھ تیرہ اور چودہ تاریخ کا بھی روزہ ملا لیا جائے، اور ان کو ایامِ بیض (یعنی مہینے کے تین روزے) بنا کر رکھا جائے، تو زیادہ بہتر ہے۔

ملحوظ رہے کہ یہ کام صرف عوام کی آسانی کے لئے لکھے گئے ہیں، بذاتِ خود یہ تمام کام اور ان کی ترتیب شبِ برأت کا کوئی لازمی اور ضروری حصہ نہیں۔

اس کے علاوہ جو لوگوں نے مختلف قسم کی چیزیں ایجاد کر رکھی ہیں اور ان کو شبِ برأت کے ضروری ارکان اور حصہ سمجھا ہوا ہے وہ خود ساختہ اور من گھڑت چیزیں ہیں، جن کا شعبان کی پندرہویں مبارک رات اور پندرہ شعبان کے دن سے کوئی تعلق نہیں۔

اور یہ ایک مسلَّمہ حقیقت ہے کہ جس طرح زمانے اور جگہ کا نیکیوں پر اثر ہوتا ہے اسی طرح گناہ پر بھی اثر ہوتا ہے، مثلاً ایک گناہ بازار میں یا عام دنوں میں کیا جائے، اور یہی گناہ مسجد میں یا رمضان کے مہینے میں کیا جائے تو یقیناً مسجد اور رمضان کی وجہ سے اس گناہ کی قباحت اور بُرائی بھی بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

یہی معاملہ شبِ برأت کا بھی ہے کہ اس میں جو گناہ کیا جائے وہ عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ نقصان دہ اور بُرا ہے۔ واللہ الموفق۔

n

# شبِ برأت سے متعلق چند شبہات کا ازالہ

شبِ برأت کی فضیلت واہمیت اور اس کی حقیقت واضح ہوجانے کے بعد چند ایسے شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے جو شبِ برأت کے حوالے سے معاشرہ میں پائے جاتے ہیں۔

## کیا شبِ برأت کی فضیلت قرآن مجید سے ثابت ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (سورہ دخان آیت ۳)

ترجمہ: ہم نے اس قرآن مجید کو مبارک رات میں نازل کیا ہے (ترجمہ ختم)

بعض حضرات کو اس موقع پر دو قسم کی غلط فہمیاں ہوجاتی ہیں، ایک تو یہ کہ وہ سورہ دخان کی مذکورہ آیت سے حتمی طور پر شبِ برأت مراد لیتے ہیں۔

حالانکہ صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ اس آیت میں مبارک رات سے شبِ قدر مراد ہے، نہ کہ شبِ برأت۔

البتہ بعض مفسرین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مبارک رات سے مراد شبِ برأت ہے، لیکن یہ روایت مفسرین کے نزدیک اتنی معتبر نہیں۔ ۱

---

۱ إِنَّـا أَنْـزَلْـنـاهُ يعنى القران فِى لَيْلَةٍ مُبارَكَةٍ لما فيها نزول القرآن السبب للمنافع الدينية والدنيوية وفيهـا نـزول الملائكة والرحمة واجابة الدعاء وهى ليلة القدر كذا قال قتادة وابن زيد قالا انزل الله القران فى ليلة القدر من أم الكتاب الى السماء الدنيا ثم نزل به جبرئيل عليه السلام على النبى صلى اللـه عليه وسلم نجوما فى عشرين سنة -ومـا قـيـل انها ليلة النصف من شعبان فليس بشيئ(التفسير المظهرى، تحت آيت ۳ من سورة الدخان)

إِنَّـا أَنْزَلْناهُ أى الكتاب المبين الذى هو القرآن على القول المعول عليه فِى لَيْلَةٍ مُبارَكَةٍ هى ليلة القدر عـلـى مـا روى عـن ابن عباس وقتادة وابن جبير ومجاهد، وابن زيد والحسن وعليه أكثر المفسرين والظواهر معهم(تفسير روح المعانى، تحت آيت ۳ من سورة الدخان)

يقول تعالى مخبرا عن القرآن العظيم :إنه أنزله فى ليلة مباركة، وهى ليلة القدر، كما قال تعالى :(إِنَّا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسری غلط فہمی یہ پیدا ہوجاتی ہے کہ جب راجح قول کے مطابق اس آیت کی تفسیر سے شبِ برأت ثابت نہیں ہوتی، تو وہ سرے سے شبِ برأت کی فضیلت ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنزلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ) (القدر: ۱) وكان ذلك في شهر رمضان، كما قال تعالى: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ) (البقرة: ۱۸۵) وقد ذكرنا الأحاديث الواردة في ذلك في "سورة البقرة" بما أغنى عن إعادته.

ومن قال: إنها ليلة النصف من شعبان -كما روي عن عكرمة- فقد أبعد النُّجْعَة فإن نص القرآن أنها في رمضان (تفسير ابن كثير، تحت آيت ۳ من سورة الدخان)

علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

قَالَ اللہُ تَعَالیٰ (فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ) وَقَدْ اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ رَحْمَةُ اللہِ عَلَيْهِمْ هَلْ هِیَ هٰذِهِ اللَّيْلَةُ اَوْلَيْلَةُ الْقَدْرِ عَلٰى قَوْلَيْنِ الْمَشْهُوْرِ مِنْهُمَا اَنَّهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (المدخل لابن الحاج مالكي باب ليلة النصف من شعبان ج ۱ ص ۲۹۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ'' اور علماء کے اس آیت کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ کیا اس آیت میں یہی شعبان کی پندرہویں رات مراد ہے یا شبِ قدر مراد ہے؟ مشہور ان میں سے یہ ہے کہ اس آیت میں شبِ قدر مراد ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بعض نے لیلۃ مبارکۃ کی تفسیر لیلۃ البرأت سے کی ہے، اس بناء پر کہ روایات میں اس کی نسبت بھی واقعاتِ سالانہ کا فیصلہ ہونا آیا ہے لیکن چونکہ کسی روایت میں اس میں قرآن کا نزول وارد نہیں اور شبِ قدر میں نزول خود قرآن میں مذکور ہے ''اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ'' اس لئے یہ تفسیر صحیح نہیں معلوم ہوتی (بیان القرآن ج ۱۰ ص ۹۹)

بہر حال شبِ برأت کی بڑی فضیلت ہے، شبِ قدر کے قریب قریب برابر اس کی فضیلت احادیث میں آئی ہے، یہاں تک کہ بعض نے سورہ دخان میں ''لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ'' کی تفسیر شبِ برأت سے کردی ہے اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ لیلۃ القدر اور شبِ برأت کے فضائل احادیث میں ملتے جلتے سے ہیں۔

یہی دیکھ کر انہوں نے قرآن میں بھی لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ سے شبِ برأت ہی سمجھ لی۔ مگر یہ خلافِ ظاہر ہے۔ کیونکہ آیت میں ''لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ'' کی صفت یہ مذکور ہے کہ اس میں نزولِ قرآن ہوا ہے اور شبِ برأت میں نزولِ قرآن ہونے کا کہیں ثبوت نہیں۔ اس لئے راجح یہ ہے کہ ''لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ'' سے قرآن میں تو لیلۃ القدر ہی مراد ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ شبِ برأت کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ اس رات میں اور راتوں سے زیادہ عبادت کرنا چاہیئے اور صبح کو روزہ رکھا جائے (وعظ الیسر مع العسر جلد بعنوان نظام شریعت ص ۵۲۳ تا ۵۲۴، مکتبہ اشرف المعارف جھلیک ملتان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حالانکہ شبِ برأت کی فضیلت اس آیت پر موقوف نہیں بلکہ اس کی فضیلت دوسرے دلائل (احادیث وروایات) سے ثابت ہے، جس کی تفصیل پیچھے ذکر کی جا چکی ہے۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل کیا ہے، ایک قول پر اس کی تفسیر شعبان کی پندرہویں شب ہے، لیکن اگر یہ تفسیر ثابت بھی نہ ہو تب بھی اس رات کی فضیلت کچھ اس آیت پر موقوف نہیں، احادیث سے اس کی فضیلت ثابت ہے'' (اشرف التفاسیر ج۴ ص۲۹)

اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''بعض مفسرین عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں لیلۂ مبارکہ سے مراد شبِ برأت یعنی نصف شعبان کی رات قرار دی ہے مگر اس رات میں نزولِ قرآن دوسری تمام نصوصِ قرآن اور روایاتِ حدیث کے خلاف ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ اور اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ جیسی کھلی نصوص کے ہوتے ہوئے بغیر کسی قوی دلیل کے نہیں کہا جا سکتا کہ نزولِ قرآن شبِ برأت میں ہوا،....... اس لئے بعض حضرات نے (سورہ دخان کی) آیتِ مذکورہ میں لیلۂ مبارکہ (مبارک رات) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ:

بعض حضرات نے آیتِ قرآنی ''اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ لیلۃ البرأت کی فضیلت ثابت کی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت لیلۃ القدر کے بارے میں ہے، چنانچہ جمہورِ مفسرین اسی کے قائل ہیں نیز اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (درس ترمذی ج۲ ص۵۷۹ تا ۵۸۱)

[1] نیز حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

جو رات آنے والی ہے (پندرہویں شب شعبان) اس کے تو خاص فضائل آئے ہیں، اس معنیٰ کر اُس کو مبارک کہنا درست ہے گو احادیث میں مبارک کا لفظ نہیں آیا اور قرآن میں اگرچہ آیا ہے مگر یہ تفسیر خود محتمل ہے مگر یہ احتمال اس لقب میں مضر نہیں کیونکہ برکت کی حقیقت ہے کثرتِ نفع۔ اگر کسی چیز کا کثیر النفع ہونا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کی تفسیر (جو) لیلۃ البرأت (شبِ برأت) سے کردی ہے (یعنی اس سے شبِ برأت مُراد لی ہے) مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ یہاں (سورہ دخان میں) اس رات میں نزولِ قرآن کا ذکر سب سے پہلے ہے اور اس کا رمضان میں (نازل) ہونا قرآن کی نصوص سے متعین ہے..... اصل بات جو ظاہرِ قرآن اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ سورہ دخان کی آیت میں لیلۂ مُبارکہ اور فیھا یفرق وغیرہ کے سب الفاظ شبِ قدر ہی کے متعلق ہیں۔ رہا شبِ برأت کی فضیلت کا معاملہ، سو وہ ایک مستقل معاملہ ہے جو بعض روایاتِ حدیث میں منقول ہے، الخ'' (معارف القرآن ج۷ص۷۵۸)

## شبِ برأت کی فضیلت کا انکار

بعض لوگ شبِ برأت سے متعلق وارد ہونے والی احادیث وروایات کے بارے میں یہ کہا کرتے ہیں کہ شبِ برأت کی فضیلت سے متعلق تمام احادیث وروایات موضوع یعنی گھڑی ہوئی یا کم از کم سخت ضعیف ہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں، جب کہ ان لوگوں کی یہ سوچ درست نہیں۔

ہماری گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شبِ برأت سے متعلق وارد احادیث وروایات مختلف ہیں کچھ تو حسن ہیں، کچھ مرسل ہیں اور کچھ احادیث وروایات ضعیف بھی ہیں، لیکن یہ تمام احادیث وروایات حضراتِ محدثین کی اصطلاح کے مطابق مجموعی لحاظ سے صحیح یا کم از کم حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہیں اور اس رات کے متعلق کئی جلیل القدر صحابۂ کرام کی روایات الگ منقول ہیں۔

اور ان کے علاوہ جلیل القدر تابعین یا تبعِ تابعین وغیرہ سے بھی کئی روایات منقول ہیں، محدثینِ کرام نے اگرچہ بعض روایات کی سند پر نقد وجرح کی ہے مگر انہیں بالکل بے بنیاد نہیں فرمایا، جب کہ ان روایات کی تائید میں دوسری روایات بھی موجود ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثابت ہو جائے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا۔ پس احادیث میں جو فضائل اس رات کے مذکور ہوئے ہیں جب ان سے کثیر النفع ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا گو مبارک کا لفظ نہ وارد ہوا ہو (وعظ ''شبِ مبارک'' صفحہ ۸، ۹، خطباتِ حکیم الامت ج۷ص۳۷۳)

اوراس رات کی فضیلت کوامت نے قبول بھی کیا ہے( جسے تلقی بالقبول سے تعبیر کیا جا تا ہے ) جس کی تفصیل ہم نے پہلے اپنے مقام پرذکر کردی ہے۔

اور پھران احادیث سے زیادہ سے زیادہ مستحب درجے کی فضیلت ثابت کی جارہی ہے اور بہت سے محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث سے مستحب درجے کی فضیلت ثابت ہوجاتی ہے۔

اور بہت سے محدثین ،فقہائے کرام اوراسلاف واکابر نے شبِ برأت کی فضیلت کی صاف طور پر وضاحت فرمائی ہے،جن کے حوالے ہم پہلے ذکرکرچکے ہیں۔

لہٰذااس رات کی فضیلت کا سرے سے انکارکرنا درست نہیں۔

البتہ بعض لوگ جواس رات کوحد سے زیادہ بڑھادیتے ہیں،یاوہ اس رات کے نام پر مختلف نظری وعملی خرابیوں میں مبتلا ہیں،وہ ایک علیٰحدہ مسئلہ ہے،ان سے توسب حضرات ہی منع کرتے ہیں مگر ان خرابیوں کی وجہ سےاس رات کی فضیلت ہی کا سرے سے انکارکرنا غلط ہے۔[1]

## کیا’’شبِ برأت‘‘نام حدیث سے ثابت ہے؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ اس رات کا نام’’شبِ برأت‘‘کسی حدیث میں نہیں آیا،لہٰذااس کو ’’شبِ برأت‘‘کہنا جائزیادرست نہیں۔

لیکن ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ حدیث شریف میں اس رات کا کوئی خاص نام نہیں آیا بلکہ عام طور پر ’’لَیلَۃُ النِّصفِ مِنْ شَعْبَانَ ‘‘یعنی’’پندرھویں شعبان کی رات‘‘ کہہ کراس کاذکرکیاگیاہے۔

---

[1] والبيان دالة على أن النبى أكثر فى تلك الليلة من العبادة والدعاء وزار القبور ودعا للأموات فيعلم بمجموع الأحاديث القولية والفعلية استحباب إكثار العبادة فيها فالرجل مخير ين الصلاة وبين غيرها من العبادات فإن اختار الصلاة فكمية أعداد الركعات وكيفيتها مفوضة إليه ما لم يأت بما منعه الشارع صراحة أو إشارة إنما الكلام فى استحباب هذه الصلوات المخصوصة بالكيفيات المخصوصة وثبوتها عن رسول الله وكون الرواية موضوعة أو ضعيفة شديد الضعف لا شبهة فى أنه يضره ولا يفيده كون الصلاة خيرا موضوعا واستحباب مطلقها فى هذه الليلة وغيرها(الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة للكنوى، ص ۸۰،۸۱)

www.idaraghufran.org

پھر ''شبِ برأت'' فارسی زبان کا لفظ ہے، جو ''شب'' اور ''برأت'' سے مرکب ہے، ''شب'' کے معنٰی رات اور ''برأت'' کے معنٰی پاکی، نجات، چھٹکارا، رہائی اور بچاؤ کے ہیں۔

اور اس رات میں چونکہ بے شمار گناہگاروں کی مغفرت اور مجرموں کی بخشش، اور جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور نجات پانے کا روایات میں ذکر آیا ہے، اس لئے عام بول، چال میں اس کا نام ''شبِ برأت'' مشہور ہوگیا۔ [1]

اور یہ تو اس رات کے نام کے بارے میں عوام میں شہرت کا معاملہ ہے، ورنہ علماء نے کتابوں میں اس رات کو کئی ناموں سے ذکر کیا ہے، مثلاً:

(۱)......**لَيْلَةُ الْمُبَارَكَة** (یعنی مبارک اور برکت والی رات) [2]

(۲)......**لَيْلَةُ الرَّحْمَة** (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ کے نزول کی رات) [3]

(۳)......**لَيْلَةُ الصَّكّ** (یعنی دستاویز والی رات) [4]

---

[1] حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ليلة النصف من شعبان وهى ليلة البراء ة (مرقاة شرح مشكوٰة ج ٣ ص ١٩٠)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جو رات اب آ رہی ہے وہی لیلۃ النصف من شعبان ہے جس کا نام شبِ برأت ہے (وعظ ''الاسعاد والابعاد'' خطباتِ حکیم الامت ج ۲۶ ص ۲۴۶، تالیفاتِ اشرفیہ ملتان)

اس کے علاوہ بہت سے علماء نے ''لیلۃ البراءۃ'' یعنی شبِ برأت یا برأت کی رات، کے نام کے ساتھ اس رات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

[2] ليلة النصف من شعبان ، ولها أربعة أسماء :الليلة المباركة ، وليلة البراء ة ، وليلة الصكّ ، وليلة الرحمة وقيل :بينها وبين ليلة القدر أربعون ليلة .وقيل فى تسميتها :ليلة البراء ة والصكّ :أن البندار إذا استوفى الخراج من أهله كتب لهم البراء ة ، كذلك الله عز وجل يكتب لعباده المؤمنين البراء ة فى هذه الليلة(تفسير الكشاف،سورة الدخان)

[3] قال فى الكشاف :ولها أربعة أسماء الليلة المباركة وليلة البراء ة وليلة الصك وليلة الرحمة ومن عادة الله فى هذه الليلة أن يزيد فيها ماء زمزم زيادة ظاهرة (فيض القدير للمناوى، تحت روايت ١٧٩٨)

[4] أراد بالصك المكتوب الذى يكتب فيه إقرار المقر .قال الجوهرى :الصك :الكتاب، وهو فارسى معرب، والجمع صكاك وصكوك، وفى (العباب) وهو بالفارسية :صك، والجمع : أصك وصكاك وصكوك، وليلة الصك :ليلة البراء ة، وهى ليلة النصف من شعبان، لأنه يكتب فيها من صكاك الأوراق(عمدة القارى ج٢ص١٧ ،كتاب العلم،باب القراء ة والعرض على المحدث)

www.idaraghufran.org

(۴)......لَیۡلَةُ الۡبَرَاءَ ة (یعنی جہنم سے چھٹکارا ملنے اور بری ہونے کی رات) [1]

(۵)......لَیۡلَةُ الۡمَغۡفِرَة (یعنی مغفرت والی رات) [2]

(۶)......لَیۡلَةُ الۡعِتۡق (یعنی جہنم سے آزاد کئے جانے والی رات) [3]

اور یہ ظاہر ہے کہ براہِ راست اس رات کے یہ سب نام احادیث میں نہیں ملتے، البتہ اس رات میں

---

[1] (ليلة النصف من شعبان) : وهى :ليلة البراءة(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣ص ٩٦٩، كتاب الصلاة ،باب قيام شهر رمضان)

هذه الليلة ليلة البراء ة وصح الروايات فى فضل ليلة البراء ة(العرف الشذى،باب ما جاء فى ليلة النصف من شعبان)

هٰذِهِ اللَّيُلَة لَيُلَةُ الْبَرَاءَةِ وَصَحَّ الرِّوَايَاتُ فِیُ فَضُلِ لَيُلَةِ الْبَرَآءَ ة(العرف الشذى شرح جامع الترمذى، ج٢ص ١٧٢ ،كتاب الصوم ،باب ما جاء فى ليلة النصف من شعبان،دار التراث العربى -بيروت)

أى الليلة الخامسة عشر من شعبان وتسمى ليلة البراء ة (تحفة الأحوذى،ابواب الصوم،باب ما جاء فى ليلة النصف من شعبان)

[2] لمغفرة الخلق كما فى الاحاديث.

[3] وتسمى ليلة الرحمة والليلة المباركة وليلة الصك وليلة البراء ةووجه تسميتهابالاخرين ان البندار اذااستوفى الخراج من اهله كتب لهم البراء ةوالصك كذالك اللهعزوجل يكتب لعباده المؤمنين البراء ة والصك فى هٰذه الليلة وظاهر كلامهم هناان البراء ةوهى مصدربرىء براء ـةاذاتخلص تطلق على صك الاعمال والدين وماضاهاهاوانه وردفى الاثارذالك وهومجازمشهوروصار بذالك كالمشترك وفى المغرب برىء من الديون والعيب براء ةومنه البراء ة لخط الابراء والجمع براء ات وبراواة عامية أه.

واكثراهل اللغة على انه يسمع من العرب وانه عامى صرف وان كان من باب المجاز الواسع .قال ابن السيدفى المقتضب البراء ة فى الاصل مصدربرىء براء ةواماالبراء ةالمستعملة فى صناعة الكتاب فتسميتهابذالك اماعلى انهامن برىء من دينه اذااداه وبرئت من الامر اذاتخليت منه فكان المطلوب منه امرتبرأالى الطالب اوتخلى وقيل اصله ان الجانى كان اذا جنى وعفاعنه الملك كتب له كتاب أمان مماخافه فكان يقال كتب السلطان لفلان برائةثم عمم ذالك فيماكتب من اولى الامر وامثالهم اه(تفسيرروح المعانى سورة الدخان الآية ٣)

(إن الله تعالى ليطلع فى ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه) ذنوبهم واللام إما على بابها بتضمين يطلع معنى ينظر أو بمعنى على وفيه شمول للكبائر وفيه كلام سيجىء (إلا لمشرك) بالله يعنى كافر وخص الشرك لغلبته حينئذ (أو مشاحن) أى معاد والشحناء العداوة قال الطيبى :لعل المراد البغضاء التى بين المؤمنين من قبل نفوسهم الأمارة بالسوء قال فى الكشاف :ولها أربعة أسماء الليلة المباركة وليلة البراء ة وليلة الصك وليلة الرحمة ومن عادة الله فى هذه الليلة أن يزيد فيها ماء زمزم زيادة ظاهرة (فيض القدير للمناوى، تحت روايت ١٧٩٨)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے کاموں کی مناسبت سے یہ نام علماء نے اپنے اپنے موقع پر ذکر کردیئے ہیں۔

اور جیسا کہ پہلے گزرا کہ ''شب برأت'' کا لفظ تو فارسی زبان کا لفظ ہے، نہ کہ عربی کا، اور فارسی کا لفظ عربی میں کہاں سے ملے گا؟ عربی میں تو اس کو ''لَیْـلَۃُ الْبَـرَاءَ ۃ'' کہا جائے گا، اور یہ نام علماء نے عربی کتب میں اس کا لکھا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

نیز اگر اس کا ہم معنٰی کوئی عربی لفظ بھی روایت میں نہ ملے تب بھی کچھ حرج نہیں، کیونکہ اس رات کے فضائل کی نوعیت کے پیش نظر عرف اور بول وچال میں یہ نام مشہور ہوا، پھر اس رات کا نام ''شبِ برأت'' رکھنا نہ کوئی فرض سمجھتا ہے نہ واجب اور نہ سنت ومستحب اس لئے اس کے لئے دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔

اگر کوئی شبِ برأت نہ کہے تو اس کو اور کسی نام سے پکار لے، مثلاً شعبان کی پندرہویں رات کہہ لے، تو اس پر نہ کوئی اعتراض ہوگا اور نہ کوئی گناہ۔

اس کی مثال یوں سمجھنا چاہئے کہ ہمارے دینی مدارس میں عام طور پر جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اس کو مرتب کرنے والے حضرت ملا نظام الدین سہالوی رحمہ اللہ ہیں، اور ان کی طرف ہی اس نصاب کی نسبت ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''درسِ نظامی'' مشہور ہوگیا ہے۔

اب اگر کوئی اس پر یہ اعتراض کرے کہ یہ نام کسی روایت سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کو درسِ نظامی کہنا جائز نہیں ہے تو یہ ایک بے معنٰی اور نادرست اعتراض ہوگا۔

## کیا ''برأت'' تبرّی اور گالی گلوچ کے معنٰی میں ہے؟

بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ''شبِ برأت'' کا لفظ ''تبرّا'' سے نکلا ہے، اور اس کا معنٰی ہے ''تبرّا کی رات''، یعنی گالی گلوچ کرنے کی رات، اور قرآن وحدیث میں جہاں بھی یہ لفظ یا اس سے ملتے جلتے دوسرے صیغے استعمال کئے گئے ہیں ان میں سب جگہ یہ لفظ بیزاری اور تبری کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔

مگر یہ کہنا بھی غلط ہے، برأت کے معنٰی صرف "تبرّی کرنے" کے نہیں بلکہ یہ لفظ بری ہونے اورنجات پانے کے معنٰی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

نیز قرآن وحدیث میں بھی مختلف معنوں میں اس کا استعمال ہوا ہے، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ یہ لفظ قرآن وحدیث میں ہرجگہ "تبرّی کرنے" کے معنٰی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ صاحبِ مصباح اللغات لفظِ برء کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بَـرِئَ (س) بُـرُوْءًا وبَـرَاءً ا وبَـرَاءَ ةً مِنَ الْعیب والدین : خلاصی پانا، نجات پانا، بَرِئَ (س) وبَـرَءَ (ف) و بَرُؤَ(ک) بَرْءًا و بُرُوْءًا من المرض شفایاب ہونا، چنگا ہونا، بَرَّأَهٗ تبرِئَةً بری کرنا، پاک کرنا، مـن التھمة دور کرنا ........تَبَـرَّءَ مـن الذنب : گناہ سے بیزار ہونا ......اَلْبَـرَاءَ ةُ : بَرِئَ کا مصدر۔فرمان، پروانہ (مصباح اللغات ص ۵۴)

اورقرآن مجید میں ہے کہ:

"اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌمِّنْ اُولٰئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَ ةٌ فِي الزُّبُرِ"(سورہ قمر آیت ۴۳)

یعنی کیا تم میں جو کافر ہیں انہیں ان لوگوں سے کچھ فضیلت ہے، یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی معافی ہے۔

اورایک مقام پر ہے کہ:

"يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالَاتَكُوْنُوْاكَا لَّذِيْنَ اٰذَوْامُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا " (سورہ احزاب آیت ۶۹)

یعنی اے ایمان والو! تم مت ہو ان جیسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کو، پھر بے عیب دکھلایا ان کو اللہ نے ان کے کہنے سے۔

اورایک مقام پر ہے کہ:

"اُولٰئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ" (سورہ نور آیت ۲۶)

یعنی: یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ بکتے پھرتے ہیں۔

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ افک سے متعلق حدیث میں ہے کہ:

"قَـالَ لَهَـا اَهْـلُ الْاِفْكِ مَـاقَـالُـوْا فَبَرَّاَهَا اللّٰهُ مِنْهُ"(بخاری شریف، کتاب الشھادات، باب تعدیل النساء بعضھن بعضا، رقم الحدیث ۲۶۶۱)

یعنی تہمت لگانے والوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکیزگی ظاہر فرمادی۔

اور بخاری شریف میں اس کے چند سطروں کے بعد ہے کہ:

"فَاِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ"(حوالہ بالا)

یعنی اگر تم اس سے پاک ہو تو اللہ تمہاری پاکیزگی ظاہر کردے گا۔

اورآگے ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

# کیا ’’شبِ برأت‘‘ نام اہلِ تشیع نے رکھا ہے؟

بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اس رات کا یہ ’’شبِ برأت‘‘ نام شیعوں نے رکھا ہے، لہٰذا ان کا رکھا ہوا نام رکھنا ناجائز ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں، جب تک دلیل سے یہ بات ثابت نہ ہوجائے کہ یہ نام کب اور کس شیعہ نے رکھا ہے؟ ہرگز قابلِ قبول نہیں۔

نیز اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ یہ نام شیعوں نے رکھا ہے پھر بھی یہ اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

اور یہ ایسا ہے جیسا کہ احادیث کی تخریج کے سلسلے میں کافروں کی جماعتِ مستشرقین نے ایک کتاب ترتیب دی ہے اور اس کا نام ’’المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی‘‘ رکھا ہے۔

اب اگر کوئی شخص اس پر یہ اعتراض کرے کہ اگرچہ یہ ایک دینی اور اسلامی کتاب ہے لیکن چونکہ یہ نام کافروں نے رکھا ہے اس لئے اس کتاب کا یہ نام رکھنا ناجائز ہے، تو یہ ایک غلط اعتراض

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا، أَنْ قَالَ لِي :يَا عَائِشَةُ احْمَدِى اللَّهَ، فَقَدْ بَرَّأَكِ اللَّهُ(حوالہ بالا)

یعنی پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ اٹھو اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہاری براءت (پاکیزگی) ظاہر فرمادی ہے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”من صلى لله اربعين يوما فى جماعة يدرك التكبيرة الاولى كتب له براء تان براءة من النار وبراءة من النفاق“(ترمذی،حديث نمبر ۲۴۱)

یعنی جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے کہ اس کی تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات واحادیث میں یہ لفظ وارد ہوا ہے اور ’’تبرا‘‘ کے معنیٰ نہیں دیئے اور نہ وہاں ’’تبرا‘‘ کے معنیٰ صحیح منطبق ہوسکتے ہیں، بلکہ کہیں ’’معافی‘‘، کہیں ’’فارغ خطی‘‘، کہیں ’’بے عیب‘‘، کہیں ’’پاک‘‘، کہیں ’’دست برداری‘‘ کہیں ’’پاکیزگی‘‘ اور کہیں، ’’پاکدامن‘‘ وغیرہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے (ماخوذ از: ’’شبِ برأت کی فضیلت‘‘ اور ’’شبِ برأت کی حقیقت‘‘)

www.idaraghufran.org

ہوگا (ماخوذ از شب برأت کی حقیقت بتغیر)

**البتہ بعض اہلِ تشیع کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شبِ برأت کے بارے میں مختلف قسم کے غلط عقائد ونظریات رکھتے ہیں اور وہ اس رات میں مختلف قسم کی بدعات کے قائل ہیں، مگر یہ ان کا طرزِ عمل ہے، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ چیزیں درست نہیں** (ملاحظہ ہو: آپ کے مسائل کا حل، جلدِ اوّل، صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰) [۱]

b

[۱] حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

شیعہ ولادتِ مہدی کی خوشی میں اس رات حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرّا کرتے ہیں، چراغاں، آتش بازی اور حلوا خوری کرتے ہیں اور نیٹی جیٹی کے پُل پر جا کر سمندر میں حسین بن رَوح کے نام پر چیاں ڈالتے ہیں۔

مسلمانوں کو یوں دھوکا دیا:

''اس تاریخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا تھا، اس لئے حلوا کھاؤ''

حالانکہ وہ غزوۂ اُحد کا واقعہ ہے، جو شوال میں ہوا ہے، پھر یہ بھی عجیب عشق ہے:

''محبوب کا دانت شہید ہوا، تم حلوا کھاؤ''

ہم فراقِ یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہوگئے — اتنے گھلے اتنے گھلے رُستم کے ساتھی ہوگئے

واللہ العاصم من جمیع الفتن ۔۱۲/شعبان ۱۴۱۱ ہجری (سات مسائل صفحہ ۴۱، ۴۲)

Idara Ghufran

# شبِ برأت کی بدعات، مُنکرات ورسُوم

شعبان کی پندرہویں رات سے متعلق بے شمار نظریاتی وعملی خرابیاں، بدعتیں اور رسمیں ایجاد ہورہی ہیں اور بہت سی ہوچکی ہیں، آگے اس قسم کی چیزوں پر بھی بقدرِ ضرورت روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## شبِ برأت کی عبادت کو حد سے زیادہ بڑھانا

□ ......بعض لوگ شعبان کی پندرہویں رات میں عبادت کرنے کو فرض یا واجب کا درجہ دے دیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں فرائض اور واجبات کے ادا کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے کا اہتمام نہیں کرتے۔

بلکہ بعض لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس رات میں عبادت کر لینے سے ہی سارا کام چل جائے گا، اور پریشانیاں اور مصائب دور ہوجائیں گے، نہ گناہوں کے چھوڑنے کی ضرورت ہے اور نہ فرائض اور واجبات کو بجالانے کی۔

یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ شبِ برأت کی اکثر یا ساری رات تو کسی نہ کسی طرح جاگ کر گزار دیتے ہیں لیکن صبح کی نماز قضاء کر دیتے ہیں یا جماعت چھوڑ دیتے ہیں یا پھر صبح کی نماز میں جھومتے رہتے ہیں اور اس طرح نماز کا خشوع ختم ہوجاتا ہے یا دن بھر کے اپنے فرائضِ منصبی (ملازمت وغیرہ) میں کوتاہی کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام باتیں حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ہر چیز کو اپنے درجہ پر رکھنا ضروری ہے۔

شبِ برأت میں ساری رات جاگنا ضروری نہیں، وقت پر نماز پڑھنا، مَردوں کو جماعت کا اہتمام کرنا، نماز میں خشوع کا حاصل کرنا اور اپنے فرائضِ منصبی کو پورا کرنا، یہ تمام چیزیں ساری رات جاگنے سے کہیں زیادہ ضروری ہیں۔

پہلے کئی مرتبہ یہ بات گذر چکی ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات میں عبادت کا درجہ زیادہ سے زیادہ مستحب ہے، فرض یا واجب نہیں، لہٰذا اس کے ساتھ فرض یا واجب جیسا برتاؤ کرنا اور اس کے مقابلہ

Idara Ghufran

میں فرائض اور واجبات کی ادائیگی اور گناہوں کے چھوڑنے کو اہمیت نہ دینا، بلکہ الٹا یہ سمجھنا کہ صرف شعبان کی پندرہویں رات میں عبادت کر لینے سے کام چل جائے گا اور راحت مل جائے گی یا صرف اس کی وجہ سے بخشش ومغفرت ہوجائے گی یہ سخت گمراہی اور غلطی ہے۔

خوب سمجھ لیجئے! قرآن وحدیث اور عقلِ سلیم کا فیصلہ ہے کہ دنیا وآخرت کی مصیبت وپریشانی سے حفاظت اور راحت وسکون کا اصل ذریعہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنا اور نافرمانیوں سے بچنا اور گناہوں سے توبہ کرنا ہے، پس گناہوں سے بچے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی کے بغیر نفلی عبادات وغیرہ سے پوری طرح مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

## شبِ برأت اور شبِ قدر میں فرق

■ ......بعض لوگ شبِ برأت اور شبِ قدر میں فرق نہیں کرتے اور ان دونوں کو ایک ہی چیز خیال کرتے ہیں اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہ شبِ برأت اور شبِ قدر میں فرق تو کرتے ہیں لیکن دونوں کو ایک ہی درجہ اور مقام دیتے ہیں۔

بلکہ بعض لوگ تو شبِ برأت کو شبِ قدر سے بھی زیادہ بڑا رتبہ دیتے ہیں، یہ تمام نظریات، خیالات اور سوچیں غلط ہیں، اور اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ:

(۱)......شبِ قدر کی فضیلت قرآن مجید اور بے شمار صحیح اور قوی احادیث سے ثابت ہے، جبکہ شبِ برأت کو یہ مقام حاصل نہیں۔

(۲)......شبِ قدر میں قرآن مجید نازل ہوا، جبکہ شبِ برأت میں ایسا نہیں ہوا۔

(۳)......شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جبکہ شبِ برأت کے بارے میں یہ بات ثابت نہیں

(۴)......شبِ قدر کے بارے میں راجح بات یہ ہے کہ وہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں آتی ہے۔ اور شبِ برأت شعبان کے مہینے میں ہوتی ہے۔

(۵)......شبِ قدر میں حکمت والے معاملات کا فیصلہ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے (سورہ دخان) اور شبِ برأت کے بارے میں یہ بات قرآن مجید سے ثابت نہیں، البتہ اس رات کے بارے میں

بعض روایات میں بہت سے اہم کاموں کے فیصلہ ہونے کا ذکر ہے۔جن کا ذکر پہلے اپنے مقام پر گزر چکا ہے ،وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ شبِ قدر اور شبِ برأت دو علیٰحدہ علیٰحدہ راتیں ہیں اور شبِ قدر کو جو مقام حاصل ہے وہ شبِ برأت کو حاصل نہیں، اگرچہ اپنی جگہ شبِ برأت بھی فضیلت والی رات ہے۔

## مسجدوں وغیرہ میں اجتماعی شب گزاری اور اس کے مختلف حیلے

□ ......آج کل بہت سے مقامات پر شبِ برأت اور دوسری مبارک راتوں میں مسجدوں یا کسی گھر وغیرہ میں اجتماعی انداز میں شب گذاری اور جاگنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے لئے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے، مختلف طریقوں سے اعلانات کئے جاتے ہیں، اور اس بارے میں اشتہار شائع کئے جاتے ہیں۔

پھر ایک جگہ جمع ہو کر شب باشی کے دوران بعض جگہ وقفہ وقفہ سے چائے اور قہووں کا دور چلتا ہے اور اِدھر اُدھر کی گپ شپ ہوتی ہے جس میں اکثر لطف اندوزی اور مزے اڑانا اور عبادت کا صرف بہانہ کرنا ہی مقصد ہوتا ہے، پھر بعض لوگ باجماعت نوافل ادا کرتے ہیں، یہ بھی دین پر زیادتی ہے۔

اس طرح اجتماعی انداز میں جاگنے اور عبادت کرنے کا اہتمام ثواب کے بجائے گناہ ہے، اس رات میں عبادت نفلی درجہ رکھتی ہے، اور نفل عبادت کے لئے اجتماع اور اس کے لئے مساجد یا دوسری جگہوں کا انتخاب، نیز اس غرض کے لئے لوگوں کو بلانا یہ تمام کام شریعت پر زیادتی ہیں۔

اور فقہائے کرام نے وضاحت کے ساتھ ان کاموں کو بدعت یا مکروہ قرار دیا ہے۔

شریعت کا مزاج یہ ہے کہ اس رات کی عبادت تنہا اپنے اپنے گھروں میں رہتے ہوئے کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض اور واجبات کے علاوہ نفلی عبادت عموماً گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے باوجودیکہ آپ کا حجرہ مبارک بہت چھوٹا تھا، مگر شبِ برأت بلکہ شبِ قدر وغیرہ تک کی راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفلی عبادت مسجد میں کرنا ثابت نہیں۔

www.idaraghufran.org

اسی وجہ سے فقہائے کرام نے فضیلت کی راتوں میں مسجدوں میں جمع ہونے کو مکروہ اور بدعت فرمایا ہے۔ [1]

پس صحیح طریقہ یہی ہے کہ اپنے یہاں رہ کر تنہائی میں جتنی عبادت اخلاص کے ساتھ ہوجائے غنیمت ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں گھنٹے شمار نہیں ہوتے بلکہ اخلاص شمار ہوتا ہے خواہ وہ اخلاص والی عبادت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

□ ......بعض لوگ اکٹھے ہوکر جاگنے اور عبادت کرنے کے لئے مختلف تاویلیں اور حیلے، بہانے بیان کیا کرتے ہیں، جو کہ شرعی نقطۂ نظر سے بے بنیاد ہیں۔

□ ......بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں شور ہوتا ہے، بچے روتے ہیں، جس کی وجہ سے گھر میں عبادت کرنے میں یکسوئی، دلجمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا۔

یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام ہے سنت کے مطابق عبادت کرنے کا۔

اگر سنت کے مطابق عبادت کرلی تو خشوع وخضوع بھی حاصل ہے اور اس عبادت کا ثواب اور نورانیت وبرکت بھی۔

اور اگر خلافِ سنت طریقہ پر لاکھ آہ وبکا اور خشوع کے طریقے اختیار کریں تو شریعت کی نظر میں یہ عبادت خشوع اور برکت والی شمار نہیں ہوگی۔

---

[1] ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد (البحرالرائق ج ۲ ص ۵۶، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل )

(ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی )المتقدم ذکرها (فی المساجد) وغیرها لانه لم یفعله النبی صلی الله علیه وسلم ولااصحابه فانکرہ اکثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابی ملیکة وفقهاء اهل المدینة واصحاب مالک وغیرهم وقالوا ذالک کله بدعة (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، ص ۱۵۱، کتاب الصلاة، باب فی النوافل )

والثانی انه یکرہ الاجتماع فیها فی المساجد للصلٰوة والقصص والدعاء ولایکرہ ان یصلی الرجل فیها لخاصة نفسه وهذا قول الاوزاعی امام اهل الشام وفقیههم وعالمهم وهذاهو الاقرب ان شاء الله تعالٰی (لطائف المعارف ص۱۳۷، وظائف شهر شعبان، المجلس الثانی فی نصف شعبان )

ویحصل القیام بالصلاة نفلا فرادی من غیر عدد مخصوص، وبقراءة القرآن، والأحادیث وسماعها، وبالتسبیح والثناء، والصلاة والسلام علی النبی -صلی الله علیه وسلم -الحاصل ذلک فی معظم اللیل وقیل بساعة منه(ردالمحتار، ج۲ص۲۶، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

www.idaraghufran.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام نفل نماز کو گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ ۱؎

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما وغیرہ آپ کی کمر مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔ ۲؎

جہاں تک گھروں میں بچوں کے رونے کا تعلق ہے تو بچوں کے رونے پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اللہ کی رحمت کو چھوڑ کر بھاگنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ بچوں کا کام رونا اور شور مچانا ہے ان کی اس رات کی عبادت یہی ہے ان کو اپنا کام کرتے رہنے دیجئے اور آپ اپنا کام کیجئے۔

اندریں رہ می خراش و می تراش    تادمِ آخر دمے فارغ مباش

ان علائق کے ساتھ رہ کر عبادت میں لگنا ہی اصل کامیابی ہے، اسی وجہ سے اسلام میں رہبانیت (یعنی بیوی بچوں وغیرہ کو چھوڑ کر الگ تھلگ رہ کر عبادت کرنے) کی اجازت نہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود اس قسم کی نفلی عبادات اور نوافل وغیرہ خود گھر میں ادا کریں اور پڑھیں اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھتے اور قرار دیتے ہوں اور آج ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ یہ نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔

---

۱؎ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ(بخاری، حدیث نمبر ۲۱۱۳)

۲؎ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى ظَهْرِهِ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ، أَخَذَهُمَا بِيَدِهِ مِنْ خَلْفِهِ أَخْذًا رَفِيقًا، فَيَضَعُهُمَا عَلَى الْأَرْضِ، فَإِذَا عَادَ عَادَا، حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ، أَقْعَدَهُمَا عَلَى فَخِذَيْهِ، قَالَ :فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَرُدُّهُمَا، فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ، فَقَالَ لَهُمَا " :الْحَقَا بِأُمِّكُمَا ." قَالَ :فَمَكَثَ ضَوْؤُهَا حَتَّى دَخَلَا(مسند احمد، حدیث نمبر ۱۰۶۵۹)

إسناده حسن من أجل كامل -وهو ابن العلاء أبو العلاء التميمي-، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح .أبو المنذر :هو إسماعيل بن عمر الواسطي، وأبو صالح :هو ذكوان السمان(حاشية مسند احمد)

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِأَبِي العَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا(بخاری، حدیث نمبر ۵۱۶)

www.idaraghufran.org

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے رہائشی حجرۂ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سامنے پاؤں پھیلائے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے سجدہ کرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے تب وہ اپنے پاؤں سمیٹ لیتیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پھر اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں، رات میں اندھیرا ہوتا تھا، اور چراغ جلا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ [1]

گھر میں اتنی وسعت تک نہیں کہ ایک آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کر سکے، جبکہ سوئے ہوئے اور آرام کرنے والے شخص کی بہت زیادہ رعایت کرنے کا حکم ہے، اور مسجدِ نبوی اس قدر قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا تو مسجد میں پہنچ گئے۔

پھر مسجد بھی مسجدِ نبوی ہے، جس کی فضیلت ظاہر ہے، اس کے باوجود محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل یہ تھا کہ گھر کے ہی حجرہ میں نوافل پڑھتے اور نفلی عبادت انجام دیتے تھے، مسجد میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

□ ......بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھر میں اکیلے عبادت کرنے اور نفل پڑھنے سے جلدی نیند آ جاتی ہے اور اگر مسجد میں اجتماعی طریقہ پر ذکر و نوافل میں لگ جائیں، کچھ تقاریر ہوں اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ تو نیند ختم ہو جاتی ہے، اور اس طرح سے بہت زیادہ عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے اور اس کے برعکس اگر گھر میں اکیلے عبادت، ذکر و نوافل وغیرہ میں لگتے تو اس کا آدھا بھی نہ کر پاتے۔

اس بارے میں خوب سمجھ لیں کہ اول تو عبادت کی کثرت یا اس کی مقدار و تعداد کا زیادہ کرنا اصل میں شریعت کو مقصود ہی نہیں، بلکہ عبادت کی کیفیت اور اس کے اچھے و عمدہ ہونے پر ثواب کا

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ :كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَاىَ، فِى قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِى، فَقَبَضْتُ رِجْلَىَّ، فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا ، قَالَتْ : وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ (بخاری، حدیث نمبر ۳۸۲،واللفظ لہٗ، مسلم، حدیث نمبر ۵۱۲)

www.idaraghufran.org

دارومدار ہے، اگر تھوڑی دیر سنت طریقہ پر اخلاص کے ساتھ عبادت کرلی تو یہ تھوڑی عبادت اس زیادہ دیر کی عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے جوسنت کے خلاف ہو۔

دوسرے شریعت نے خوداس کا انتظام کردیا ہے، اوروہ اس طرح کہ اس رات کے لئے کوئی ایک قسم کی عبادت مقرراور خاص نہیں فرمائی، بلکہ مختلف قسم کی عبادات کے لئے ہر شخص کوآزاد چھوڑ دیا گیا ہے، کہ خواہ کوئی نفل نماز پڑھے یا ذکر کرے، خواہ تلاوت میں مشغول رہے، درود شریف وتسبیحات وغیرہ میں مصروف رہے یا اپنی حیثیت کے مطابق مختلف عبادات میں لگ جائے، جیسا کہ اس کا بیان علیٰحدہ آچکا ہے، اور تجربہ ہے کہ جب انسان مختلف قسم کے اعمال انجام دیتا ہے تو نیند جلدی نہیں آتی۔

لہٰذا نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال شروع کردیئے جائیں تاکہ توجہ مختلف اعمال کی طرف تقسیم رہے، کچھ دیر نوافل پڑھ لئے، تلاوت کرلی، ذکر کرنے لگے اور اگر پھر بھی کسی کو نیند آئے تو اس کو آرام کرلینا چاہیئے، کیونکہ اس رات میں پوری رات عبادت ضروری نہیں، بلکہ یہ نفلی درجہ کی عبادت ہے اور بذاتِ خود جاگنا ہی مقصود نہیں، بلکہ ایسے وقت سنت یہ ہے کہ جب تک طبیعت میں تازگی ہو عبادت میں مشغول رہے اور جب تھکان ہوجائے اور نیند کا غلبہ ہوتو آرام کرلے اور سوجائے، کیونکہ ایسی حالت میں سونے ہی میں فضیلت ہے، اور اللہ تعالیٰ کو عبدیت مطلوب ہے، سونے میں ہو یا جاگنے میں، اپنے کو اللہ کے سپرد کردے، جیسا حکم ہو وہی کرے......اتباعِ نفس کے لئے کچھ نہ ہو، اللہ کا جو حکم ہو وہ کرے۔ یہ ہے عبدیت اور باقی کوئی چیز اپنی ذات میں مقصود نہیں، بعض اوقات نماز پڑھنا منع ہوجاتا ہے اور سونا ضروری ہوجاتا ہے، تو اس وقت کی عبادت سونا ہی ہوتی ہے (ماخوذ از احسن الفتاویٰ ج۱ص۳۷۲ تا ۳۷۳ وخطباتِ حکیم الامت ج۷ص۳۸۶ بتغیر)

## شبِ برأت میں اسپیکر پر نعت خوانی وغیرہ

☐......بعض لوگ اس رات میں اسپیکر کے ذریعے دور دراز تک آواز پہنچاتے ہیں، نعت خوانی، قرآن مجید کی تلاوت اور تقریروں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں، جس سے اپنے گھروں میں عبادت

کرنے والے حضرات اور خواتین کو عبادت میں خلل آتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی کی نماز یا دوسری عبادت میں خلل ڈالنا گناہ ہے اور دراصل یہ ایک طرح سے دوسرے کو عبادت سے روکنا ہے، اب غور کر لینا چاہئے کہ ان خلافِ شرع اور سنت کے خلاف عمل کرنے والوں نے ان لوگوں کو بھی عبادت سے روک دیا جو اپنے گھروں میں سنت کے مطابق عبادت کر رہے ہیں۔

پھر معاملہ یہاں تک محدود نہیں رہ جاتا بلکہ اس میں ایک خرابی یہ بھی لازم آتی ہے کہ محلّہ اور علاقہ کے مریضوں اور بچوں وغیرہ کو آرام کرنا اور سونا مشکل ہوتا ہے، اور یہ ان کے لئے تکلیف اور ایذاء کا باعث ہوتا ہے، اور کسی مسلمان کو بے جا تکلیف وایذاء پہنچانا ناجائز ہے (ملاحظہ ہو خلاصۃ الفتاویٰ ومعارف القرآن ج۴ص۱۶۳و۱۶۴)

بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ بڑے اسپیکر کی آواز سے سوتے ہوئے بچے یا مریض کے دماغ کی رَگ پھٹ گئی اور موت واقع ہوگئی جس میں دوسرے مسلمان کو بے جا تکلیف پہنچانے کا گناہ بھی شامل ہوجاتا ہے۔

لہٰذا یہ عمل گناہ ہے، ایک کام تو پہلے یہ کیا کہ گھر میں عبادت کرنے کے بجائے مسجد کا انتخاب کیا، پھر مزید یہ کہ اپنے عمل سے دوسروں کو تکلیف پہنچائی، اس کو کس طرح عبادت قرار دیا جاسکتا ہے؟

اور اگر شہرت، نام ونمود بھی پیشِ نظر ہوتو اس کے گناہ ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

اور آج کل بہت سے نعت خوان موسیقی اور گانوں کے انداز اور طرز میں اور موسیقی کی آواز نکلنے والے اسپیکر کے ذریعہ سے نعت خوانی کرتے ہیں، اس کا گناہ ہونا بھی واضح ہے۔

## شبِ برأت میں خاص خاص قسم کی نمازیں پڑھنا

☐......بعض لوگ شعبان کی پندرہویں رات میں خاص طریقہ پر مخصوص تعداد میں نوافل پڑھتے ہیں پھر بعض جگہ جماعت کے ساتھ نفل نماز پڑھی جاتی ہے اور اس کو بعض لوگ شبینہ کا نام دیتے ہیں۔

یہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں اور اس بارے میں جو بعض احادیث وروایات پیش کی جاتی ہیں، وہ

Idara Ghufran

موضوع اور من گھڑت ہیں، محدثین نے ان کا سختی کے ساتھ انکار کیا ہے، چنانچہ اس رات میں ایک روایت سو رکعات نماز والی پیش کی جاتی ہے جو کہ موضوع اور گھڑی ہوئی ہے، اسی وجہ سے امت کا اس پر عمل بھی نہیں رہا۔ ۱؎

---

۱؎ وفی الإیضاح والبیان لما جاء فی لیلة النصف من شعبان لابن حجر المکی الهیثمی عبارة نووی إمام أئمتنا المتأخرین فی أجل کتبه وهو شرح المهذب أما صلاة الرغائب وهی اثنتی عشرة رکعة بین المغرب والعشاء لیلة أول جمعة من رجب وصلاة لیلة النصف من شعبان مائة رکعة فلیستا بسنتین بل هما بدعتان قبیحتان مذمومتان ولا تغتر بذکر أبی طالب المکی لهما فی قوت القلوب ولا بذکر حجة الإسلام الغزالی لهما فی إحیاء علوم الدین ولا بالحدیث المذکور فیهما فإن کل ذلک باطل ولا تغتر أیضا ببعض من اشتبه علیه حکمهما من الأئمة فصنف ورقات فی استحبابهما فإنه غالط فی ذلک وقد صنف العز بن عبد السلام کتابا نفسیا فی إبطالهما فأحسن فیه وأجاد انتهی.

وفی الإیضاح والبیان أیضا أطال النووی فی فتاواه الکلام فی ذمهما وتقبیحهما وإنکارهما فقال هی أی صلاة الرغائب بدعة مذمومة قبیحة منکرة أشد الإنکار مشتملة علی منکرات فینبغی ترکها والإعراض عنها والإنکار علی فاعلها وعلی ولی الأمر وفقه الله منع الناس من فعلها فإنه راع وکل راع مسؤول عن رعیته وقد صنف العلماء کتبا فی إنکارها وذمها وتسفیه فاعلها ولا تغتر بکون الفاعلین لها فی کثیر من البلدان ولا بکونها مذکورة فی قوت القلوب وإحیاء علوم الدین فإنها بدعة باطلة انتهی.

وفیه أیضا اختلف فتاوی ابن الصلاح فیهما وقال فی آخر عمره هما وإن کانتا بدعتین لا مانع منهما لدخولهما تحت الأمر الوارد بمطلق الصلاة انتهی ورده علیه الإمام المجتهد تقی الدین السبکی بأن ما لم یرد فیه إلا مطلق طلب الصلاة وأنها خیر موضوع فلا یطلب منه شیء بخصوصه فمن جعل شیئا مقیدا بزمان أو مکان دخل فی قسم البدعة وإنما المطلوب عمومه فیفعل لما فیه من العموم لا لکونه مطلوبا بالخصوص انتهی(الآثار المرفوعة فی الاحادیث الموضوعة للکنوی، ص ۶۹، ۷۰)

حدیث ابن عمر قال قال رسول الله من قرأ لیلة النصف من شعبان ألف مرة قل هو الله أحد فی مائة رکعة لم یخرج من الدنیا حتی یبعث الله إلیه فی منامه ملک ثلاثون یبشرونه بالجنة وثلاثون یؤمنونه من النار وثلاثون یعصمونه من أن یخطیء وعشر یکیدون من عاداه أخرجه الجوزقانی وابن الجوزی من طریقه والدیلمی عن محمد بن مروان الذهلی عن أبیه یحیی قال حدثنی أربعة وثلاثون من أصحاب النبی قالوا قال رسول الله فذکر مثله وأخرجه ابن الجوزی من طریق آخر عن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زید العابدین علی بن الحسین بن علی المرتضی عن أبیه مرسلا مرفوعا بلفظ من قرا لیلة النصف من شعبان قل هو الله أحد ألف مرة فی مائة رکعة لم یمت حتی یبعث الله إلیه مائة ملک ثلاثون یبشرونه بالجنة وثلاثون یؤمنونه من العذاب وثلاثون یقومونه أن یخطیء وعشرة أملاک یکتبون أعداءه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## اس رات میں خاص طریقہ پرنمازیں پڑھنا جوعوام میں مشہور ہیں، بدعت ہیں، اور یہ ایک نوایجاد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هـذا مـوضـوع جمهور رواته فى جميع طرقه مجاهيل وفيهم ضعفاء وساقطون كذا قال ابن الجوزى والسيـوطـى وابـن عراق وغيرهم وقال ابن حجر المكى فى رسالته الإيضاح والبيان لما جاء فى ليلة الـنـصف مـن شـعبان بعد ذكر هذا الحديث والأحاديث الثلاثة الآتية لم يتعقب ابن الجوزى فى هذه الأحـاديـث الأربـعة بشـىء بـل وافـقـوه على أنها واهية ساقطة موضوعة باطلة لما ذكر أمام الفقهاء والـحـفاظ من المتأخرين محى السنة والدين أبو زكريا يحيى النووى وتبعه على ذلك من جاء بعده من الفقهاء والحفاظ انتهى.

وقد ذكر فى غنية الطالبين هذه الصلاة بقوله فأما الصلاة الواردة فى ليلة النصف من شعبان فهى مائة ركعة بألف مرة قل هو الله أحد فى كل ركعة عشر مرات وتسمى هذه الصلاة صلاة الخير وتتفرق بـركتهـا وكـان السلف الصالح يصلونها جماعة يجتمعون لها وفيها فضل كثير وثواب جزيل وروى عـن الحسن البصرى أنه قال حدثنى ثلاثون من أصحاب رسول الله أن من صلى هذه الصلاة فى هذه الليلة نظر الله إليه سبعين نظرة وقضى له بكل نظرة سبعين حاجة أدناها المغفرة انتهى.

صـلاة ليلة البراء ة: حديث على مرفوعا رأيت رسول الله ليلة النصف قام فصلى أربع عشرة ركعة ثم جـلـس بعد الفراغ فقرأ بأم القرآن أربع عشرة مرة وقل هو الله أحد أربع عشرة مرة وقل أعوذ برب الـفلق أربع عشرة مرة وقل أعوذ برب الناس أربع عشرة مرة وآية الكرسى مرة ولقد جاء كم رسول فـلـمـا فـرغ مـن صـلاتـه سـألتـه عما رأيت من صنيعه قال من صنع مثل ذلك كان له عشرون حجة مبرورة وصيام عشرون سنة مقبولة فإن أصبح فى ذلك اليوم صائما كان له صيام سنتين سنة ماضية وسـنـة مـقبـلـة أخـرجـه البيهـقـى وقـال يشبـه أن يكون هذا الحديث موضوعا وهو منكر وفى روايته مجهولون انتهى.

وقـال ابـن حـجـر الـمـكـى ومـن ثـم ذكـره ابـن الـجـوزى فى الموضوعات وقال غيره إسناده مظلم والحاصل أنه واه ساقطا انتهى وقـال على القارى فى رسالة له ألفها فى ليلة القدر وليلة البراء ة بعد نـقـل كـلام البيهقى قلت جهالة بعض الرواة لا يقتضى كون الحديث موضوعا وكذا إنكاره الألفاظ فـيـنـبـغـى أن يحكم عليه بأنه ضعيف ثم يعمل بالضعيف فى فضائل الأعمال اتفاقا مع أن نفس الصلاة النافلة فى تلك الليلة ثابتة عن رسول الله بطرق صحيحة فلا يضر ضعفه ببيان الكمية والكيفية فإن الـصـلاة خـيـر مـوضـوع وبـهـذا تبيـن جـواز مـا يفعل الناس فى بلاد ما وراء النهر وخراسان والروم والـفـرس والهـنـد وغـيـرهـا من صلاة مائة ركعة كل ركعة فيها سورة الإخلاص عشر مرات على ما ذكـره صـاحـب قوت القلوب والإمام الغزالى فى الإحياء وغيرهما فإنه وإن لم يصح وروده عنه عليه الصلاة والسلام لكن لا مانع من فعله ولو على الدوام ونعم اعتقاد كونه سنة غير صحيح وكذا أداؤه جماعة عند بعض الفقهاء انتهى.

قلت فيه أنظار شتى فإن مجرد جهالة بعض الرواة وإن لم يقتض كون الحديث موضوعا لكن القرائن الحالية الملحقة بها تقتضى ذلك فإن الحديث إذا لم يكن له سند جيد لم يخل طريق من طرقه من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

عمل ہے جو صحابہ وتابعین اور ائمۂ مجتہدین کے زمانہ میں نہیں تھا بلکہ بعد میں ایجاد ہوا۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مجهول وضعيف وساقط ونحو ذلك من المجروحين وكان في نفس المتن مالا يخلو من ركاكة دل ذلك على كونه موضوعا وأما العمل بالضعيف في فضائل الأعمال فدعوى الاتفاق فيه باطلة نعم هو مذهب الجمهور لكنه مشروط بأن لا يكون الحديث ضعيفا شديد الضعف فإذا كان كذلك لم يقبل في الفضائل أيضا وقد بسطت هذه المسألة في رسالتي الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة وفي تعليقات رسالتي تحفة الطلبة في مسح الرقبة المسماة بتحفة الكملة وأما ما ذكره بقوله مع أن نفس الخ فمخدوش بأنه لا كلام في استحباب إحياء ليلة البراء ة بما شاء من العبادات وبأداء التطوعات فيها كيف شاء لحديثالاثار المرفوعة في الاحاديث الموضوعة للكنوى، ۷۸ تا ۸۱)

ولم يصح منها على ما قالوا شيئ و غا يتها الضعيف و جلها موضوع والله تعالى اعلم (ما ثبت بالسنة ص ۳۴۵)

ل في المختصر حديث صلاة نصف شعبان باطل ولابن حبان من حديث على "إذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها "ضعيف، وفي اللآلء "مائة ركعة في نصفه بالإخلاص عشر مرات مع طول فضله "للديلمي وغيره موضوع وجمهور رواته من الطرق الثلاثة مجاهيل وضعفاء والحديث محال "وثنتا عشر ركعة فيها كل ركعة بالإخلاص ثلاثين مرة" موضوع "وأربع عشرة ركعة فيها "موضوع، وفي الذيل حديث أبي بن كعب "أن جبريل أتاني ليلة النصف من شعبان قال قم فصل إلى أن قال تفتح فيها أبواب السماء وأبواب الرحمة ثلاثمائة باب إلى الصبح فيغفر لجميع من لا يشرك بالله غير مشاحن أو عاشر أو مدمن خمر أو مصر على زنا إلى أن قال فخرج صلى الله عليه وسلم إلى البقيع وسجد وتعوذ "إلخ. بطوله لم يبين حاله وأصل الحديث بلا طول للترمذي، وفي بعض الرسائل قال على بن إبراهيم ومما أحدث في ليلة النصف الصلاة الألفية مائة ركعة بالإخلاص عشرا عشرا بالجماعة واهتموا بها أكثر من الجمع والأعياد ولم يأت بها خبر ولا أثر إلا ضعيف أو موضوع ولا يغتر بذكره لها صاحب القوت والإحياء وغيرهما ولا بذكر تفسير الثعلبي أنها ليلة القدر وكان للعوام بهذه الصلاة افتتان عظيم حتى التزم بسببها كثرة الوقود وترتب عليه من الفسوق وانتهاك المحارم ما يغني عن وصفه حتى خشي الأولياء من الخسف وهربوا فيها إلى البراري، وأول حدوث هذه الصلاة ببيت المقدس سنة ثماني وأربعين وأربعمائة، وقال زيد بن أسلم ما أدركنا أحدا من مشايخنا وفقهائنا يلتفتون إلى ليلة البراء ة وفضلها على غيرها، وقال ابن دحية أحاديث صلاة البراء ة موضوعة وواحد مقطوع ومن عمل بخبر صح أنه كذب فهو من خدم الشيطان قال على بن إبراهيم وقد رأينا كثيرا ممن يصلي في الليلة القصيرة فيفوتهم الفجر ويصبحون كسالى قال وقد جعلها جهلة أئمة المساجد مع صلاة الرغائب ونحوها شبكة لجمع العوام وطلب رياسة التقدم وملأ بذكرها القصاص مجالسهم وكل عن الحق بمعزل ثم أنه تعال أقام أئمة الهدى في سعي إبطال الصلاة فتلاشي أمرها إلى أن صارت تصلي لعبا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض بزرگوں سے جو خاص تعداد وغیرہ میں نوافل منقول ہیں، ان کی حیثیت بھی کوئی شرعی نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنے حسبِ حال (اس طریقہ وتعداد کو شرعی حیثیت دیے بغیر) نفل نمازیں پڑھی ہونگی یا اپنے کسی شاگرد و مرید کو اس کے حسبِ حال بتلادی ہونگی، جن کو ہر ایک کے لئے عمومی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولهوا وتكامل إبطالها فى البلاد المصرية والشامية فى أوائل سنى المائة الثامنة، وقد ضعف ابن العربى حديث عائشة فى صلاة النصف مطلقا وعتقاء النار بعدد شعر غنم كلب، قال أحقر عباده حديث عائشة فى ذهابه بالبقيع ونزول الرب ليلة النصف إلى سماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب أخرجه الترمذى، قال وفى الباب عن أبى بكر الصديق رضى الله عنه وسمعت محمدا يضعف حديث عائشة، قال الترمذى وفيه انقطاعان قلت يجوز العمل بالحديث الضعيف ولعلهم أنكروه هنا لما يقارنه من المنكرات، قال علي وأول حدوث الوقود من البرامكة وكانوا عبدة النار فلما أسلموا أدخلوا الإسلام ما يموهون أنه من سنن الدين ومقصودهم عبادة النيران ولم يأت فى الشرع استحباب زيادة الوقود على الحاجة فى موضع وما يفعله عوام الحجاج من الوقود بجبل عرفات وبالمشعر الحرام فهو من هذا القبيل(تذكرة الموضوعات،لمحمدطاهر الفتنى ،ص ۴۵، ۴۶،كتاب العلم، باب التطوع، الفصل الخامس فى البراء ة وصلاتها وكثرة وقودها )

[1] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ یہ جو بعضی اوراد کی کتابوں میں پندرہویں شب شعبان میں خاص نوافل پڑھنے کو لکھ دیا ہے یہ کوئی قید نہیں جو چیز شرعاً بے قید ہے اس کو بے قید ہی رکھو حدیث میں نوافل کی کوئی قید نہیں آئی بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کرلو۔اس میں نوافل بھی آگئے اور وہ بھی کسی ہیئت کے ساتھ نہیں باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت کے نوافل کا ذکر آیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لئے اس کی خاص حالت کے اقتضاء سے اس کو تجویز کیا ہوگا اور اس کے حق میں یہی مصلحت ہوگی اب اس کو عام کرلینا یہ بدعت ہے۔باقی بزرگوں کو بُرا نہ کہے غرض حدیث میں کوئی خاص عمل وارد نہیں چاہے قرآن شریف پڑھو، یا اللہ اللہ کرو یا نوافل پڑھو“ (خطباتِ حکیم الامت ج ۷،ص ۳۸۵،بعنوان حقیقتِ عبادت، وعظ شب مبارک)

”اب رہی یہ بات کہ اس شب میں کون سی عبادت کرنا چاہیئے ،تو اس کی بابت حدیث میں کوئی عبادت خاص منقول نہیں، کہ نوافل ہی پڑھے یا قرآن شریف ہی کی تلاوت کرے وغیرہ وغیرہ، جونسی عبادت میں سہولت معلوم ہو اس کو اختیار کرلے باقی بزرگوں سے (اس رات کے بارے میں) جو کوئی خاص عبادت منقول ہے مثلاً بعض کا اپنے مریدین کو نوافل معیّن کرکے بتلانا تو اس میں انھوں نے بعض کے اعتبار سے سہولت کا لحاظ رکھا ہے، اور ان مریدین کے مناسب وہی عبادت ہوگی، کیونکہ بعض اوقات اگر معیّن کرکے نہ بتلایا جائے تو کام بسہولت نہیں ہوسکتا، اس لئے بزرگوں نے ایک مناسب حال طریقہ تجویز کرکے بتلادیا، تعلیم تو اس بناپر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور نفل نماز باجماعت پڑھنا ایک دوسری خرابی ہے۔ [۱]

## شبِ برأت میں ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومنا

□ ......بعض لوگ شبِ برأت میں برائے نام کچھ عبادت کر کے باقی رات بازاروں، تفریح گاہوں اور ہوٹلوں میں جا کر گزارتے ہیں جہاں کھیل کود، لڑائی جھگڑوں، فضول باتوں، فضول خرچیوں، غیبتوں اور طرح طرح کے گناہوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا، اور اب ٹی وی، وی سی آر اور کیبل کا ایسا سیلاب آیا ہے کہ گھر گھر اس میں غرق ہے اور لوگ اس مقدس رات میں بھی اس لعنت میں مشغول رہتے ہیں، یہ لوگ حق تعالیٰ کا کھلی نافرمانیوں، کبائر اور فسق وفجور سے مقابلہ کر کے مستحقِ رحمت ہونے کے بجائے اس کے قہر وغضب کے مورد بن جاتے ہیں۔

اس سے تو لاکھ درجہ بہتر ہے کہ آدمی اپنے گھر آرام سے سو جائے، کیونکہ اگر آدمی ثواب حاصل نہ کرے تو کم از کم گناہ تو نہ کرے، اس رات میں گناہ کے سخت ہونے کا ذکر پہلے کئی مرتبہ کیا جا چکا ہے اور یہ بات بھی پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ یہ رات دراصل عبادت کی رات ہے، نہ کہ صرف جاگ لینے کی، لہٰذا جو لوگ کسی نہ کسی طرح جاگ کر خوش ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شبِ برأت کا حق ادا ہو گیا یا ہم اللہ تعالیٰ کی بخشش کے مستحق ہو گئے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں، اس رات میں اگر بے شمار لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے تو کچھ گنہگاروں پر وبال بھی نازل ہوتا ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہوئی تھی مگر مریدوں میں جاہل زیادہ ہوتے ہیں............غرض جہلاء نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس رات میں یہی عبادت متعین ہے دوسری نہیں، سو یہ غلط ہے جو بات قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو وہ بدعت یا زندقہ ہے، باقی بزرگوں کی طرف ہمیں حسنِ ظن ہے کہ انھوں نے قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں بتلایا بلکہ انہوں نے کسی شخص کی مناسبت کے لحاظ سے اس کے لئے خاص طور پر اس طریق کو مناسب سمجھ کر بتلا دیا ہوگا، خوب سمجھ لو کہ اس رات میں کوئی عبادت خاص منقول نہیں'' (خطباتِ حکیم الامت ج ۷، ص ۴۹۲، ۴۹۳، بعنوان حقیقتِ عبادت، وعظ شب مبارک)

[۱] والنفل بالجماعة غیر مستحب لانه لم تفعله الصحابة (ردالمحتار جلد ۲ صفحه ۴۹، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ویکره صلاة التطوع جماعة ماخلاقیام رمضان وصلاة الکسوف (فتح القدیر جلد ۲ صفحه ۹۲، کتاب الصلاة، باب الاستسقاء)

www.idaraghufran.org

# شبِ برأت کا حلوہ اور اس کی مختلف دلیلیں اور تاویلیں

□......شبِ برأت میں بہت سے لوگ حلوے کی ایسی پابندی کرتے ہے کہ اس کے بغیر سمجھتے ہیں کہ شبِ برأت ہی نہیں ہوئی۔

شہروں میں ہوٹلوں پرشبِ برأت کا خصوصی حلوہ تیار کیا جاتا ہے، جو لوگ گھر میں تیار نہیں کرتے وہ ہوٹلوں اور دکانوں سے خرید خرید کر لاتے ہیں اور حلوہ کی پابندی میں عام طور پر عقیدہ بھی غلط ہوتا ہے، اور عقیدہ کی خرابی کے ساتھ ساتھ عملی خرابی بھی اس میں شامل ہے۔

چنانچہ فرائض وواجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لئے سودی قرض لینا پڑتا ہے اور یہ سب چیزیں گناہ ہیں۔

ان خرابیوں کے علاوہ ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں زیادہ تر لوگوں کو دکھلانا اور اپنی ناک کو اونچی رکھنا مقصد ہوتا ہے۔

□......بعض لوگ کہتے ہیں کہ شبِ برأت کے موقع پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایا تھا۔

حالانکہ یہ بات درست نہیں۔

□......اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی یا ان دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ پر ان کی فاتحہ دلائی تھی، یہ حلوہ اُن کی فاتحہ ہے۔

اوّل تو ایصالِ ثواب کے لئے شبِ برأت کی تاریخ متعین کرنے کی ضرورت نہیں۔

دوسرے یہ دونوں واقعے تاریخ کے اعتبار سے غلط ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ واقعہ شوال کے مہینے میں ہوا تھا ،شعبان میں نہیں۔

کیونکہ یہ دونوں واقعے غزوۂ اُحد کے ہیں اور وہ شوال میں ہوا ہے اور شبِ برأت شعبان میں ہوتی ہے، تو یہ عقل کے بھی خلاف ہوا اور نقلاً بالکل بے اصل ہے (خطباتِ حکیم الامت ج ۱۹ص ۴۵ تا ۴۸ ملخصاً، بعنوان

www.idaraghufran.org

آدابِ انسانیت، وعظ ذمِ ہویٰ) [1]

□ ......بعض لوگ کہتے ہیں کہ حلوے کے لئے بچے ضد کرتے ہیں، اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ خوامخواہ کا حیلہ ہے، بچوں کو کسی اور موقع پر بھی حلوہ وغیرہ کھلایا جاسکتا ہے۔

□ ......بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو غریبوں کا تعاون کرنے کے لئے اس دن میں حلوہ پکاتے ہیں۔

حالانکہ شریعت نے غریبوں کا تعاون کرنے کے لئے شبِ برأت کو خاص نہیں کیا۔

پھر مشاہدہ یہ ہے کہ جو لوگ اِعانت اور مدد کے مستحق ہیں ان کو نہیں دیا جاتا بلکہ یا تو خود کھالیا جاتا ہے یا پھر ایک دوسرے کے یہاں بھیج دیا جاتا ہے، اس میں غریبوں اور امیروں میں امتیاز نہیں کیا جاتا، بلکہ زیادہ تر جان پہچان والوں کو ہی چُنا جاتا ہے۔

اور بعض اوقات ادلہ بدلہ مقصد ہوتا ہے، اسی وجہ سے جہاں سے اپنے گھر آتا ہے، اس کے یہاں اپنے گھر سے بھی بھیجا جاتا ہے۔

یہ سب جہالت یا پھر پیٹ پرست ملاؤں کی ایجاد ہے، اور شرعاً اس موقع پر حلوہ یا کسی دوسرے خاص کھانے کا کوئی ثبوت نہیں، بہرحال کسی طرح بھی یہ رسم شریعت کے مطابق نہیں اور اس

---

[1] غزوة أحد فی شوال سنة ثلاث ...... وكانت هذه الغزوة فی شوال سنة ثلاث قاله الزهری وقتادة وموسى بن عقبة ومحمد بن إسحاق ومالك.قال ابن إسحاق :للنصف من شوال وقال قتادة يوم السبت الحادی عشر منه، قال مالك :وكانت الوقعة فی أول النهار(البداية والنهاية ج ۴ ص ۱۱، داراحياء التراث العربی، بيروت )

فصل فيما لقی النبی صلی الله عليه وسلم يومئذ من المشركين قبحهم الله قال البخاری : ما أصاب النبی صلی الله عليه وسلم من الجراح يوم أحد *حدثنا إسحاق بن نصر حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن همام بن منبه سمع أبا هريرة قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم "اشتد غضب الله علی قوم فعلوا بنبيه -يشير إلی رباعيته -اشتد غضب الله علی رجل يقتله رسول الله فی سبيل الله "الخ (ايضاً ص ۳۲)

وفيها فی أحد توفی شهيدا أبو يعلی ويقال أبو عمارة أيضا حمزة بن عبد المطلب عم رسول الله صلی الله عليه وسلم الملقب بأسد الله وأسد رسوله وكان رضيع النبی صلی الله عليه وسلم هو وأبو سلمة بن عبد الأسد أرضعتهم ثويبة مولاة أبی لهب كما ثبت ذلك فی الحديث المتفق عليه، فعلی هذا يكون قد جاوز الخمسين من السنين يوم قتل رضی الله عنهم فإنه كان من الشجعان الأبطال ومن الصديقين الكبار وقتل معه يومئذ تمام السبعين رضی الله عنهم أجمعين(ايضاً ص ۴۰)

www.idaraghufran.org

میں کئی گناہ ہیں۔ [1]

## شبِ برأت اور ایصالِ ثواب

□ ...... آج کل بہت سے لوگ شبِ برأت میں مختلف طریقوں سے ایصالِ ثواب کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس کو انہوں نے ایصالِ ثواب کے اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت دی ہوئی ہے ، بلکہ یہ سمجھا ہوا ہے کہ شبِ برأت میں اگر مُردوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو ان کی یقینی طور پر بخشش ہوجاتی ہے۔

چنانچہ مختلف طرح سے کھانے پکا کر اور بہت سی جگہ دیگیں اتروا کر ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور ایک دعوت کا سماں ہوجاتا ہے جس میں صرف غریبوں کو کھلانے اور دینے کا لحاظ واہتمام نہیں کیا جاتا۔

اور آج کل ایصالِ ثواب کے نام سے جو مختلف بدعات ورسومات معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں، وہ کسی عقل مند سے ڈھکی چھپی نہیں، اور اسی سوچ کا نتیجہ ہے کہ شبِ برأت میں ایصالِ ثواب کا نام دے کر لوگوں نے بے شمار ایسی چیزیں ایجاد کر لی ہیں جن کا شبِ برأت تو کُجا شریعت سے بھی دور کا تعلق نہیں، لہٰذا شبِ برأت کی تخصیص کے ساتھ ایصالِ ثواب یا کوئی اور رسم کرنا صحیح نہیں۔ [2]

---

[1] حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ شبِ برأت کے حلوے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

شبِ برأت میں عید منانے اور حلوہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہٰذا یہ امور ناجائز اور بدعت ہیں۔ اگر محض رسم کے طور پر حلوہ پکایا جائے ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں بدعت کی تائید وترویج ہوتی ہے لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے۔ اسی بناء پر حلوہ قبول کرنے سے بھی بچنا چاہئے، معہٰذا یہ حرام نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۸۵)

اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ حلوہ اور اس پر اصرار والتزام اور مروّجہ فاتحہ اور مخصوص طور پر حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کے نام کی اس رات میں فاتحہ کا التزام کسی دلیل سے ثابت نہیں، اگر یہ چیزیں ثواب ہوتیں تو ضرور کتاب وسنت، اجماع، قیاسِ مجتہدین سے ثابت ہوتیں، جب ثابت نہیں تو پھر ان کو ثواب اور دین کا کام سمجھنا بدعت وقابلِ رَد ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۰۵)

[2] وقد اجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ اولاً ایصالَ الثوابِ للاموات فی للیلۃ النصف من شعبان "کما حررہ فی اصلاح الرسوم و بهشتی زیور" ثم رجع من هذا بعد مکاتبۃ العلماء بمشاهدۃ المنکرات (وراجع للتفصیل "امدادالفتاویٰ" ج ۴ ص ۱۸ تا ۳۵ وخطباتِ حکیم الامت ج ۱۹ صفحہ ۴۷، ۴۸ وعظ ذمِ ہویٰ صفحہ ۸)

www.idaraghufran.org

# شبِ برأت اور قرآن خوانی

□ ......بعض لوگ شبِ برأت کے موقع پر ایصالِ ثواب کے لئے اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اور قرآن خوانی کے بعد حاضرینِ مجلس اور قرآن پڑھنے والوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں۔

حالانکہ قرآن مجید کا پڑھنا اگرچہ ایک بہت عمدہ عبادت ہے اور پڑھ کر اس کا ثواب بھی بخشا جاسکتا ہے، لیکن اس مروَّجہ قرآن خوانی میں ایصالِ ثواب کے کئی شرعی اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے مثلاً: ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید اکٹھے اور جمع ہو کر پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ جس وقت اور جس جگہ سے کوئی شخص اخلاص کے ساتھ قرآن مجید یا اس کا کوئی حصہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، لیکن اس قرآن خوانی میں جمع ہو کر پڑھنے کو ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید پڑھ کر یا کسی بھی طریقہ سے ایصالِ ثواب کے لئے اپنی طرف سے کوئی دن یا تاریخ متعین کرلینا جائز نہیں، اور شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے شبِ برأت کو متعین نہیں کیا۔

لٰہذا شبِ برأت کو متعین کر کے ایصالِ ثواب کرنا دین پر زیادتی ہے جو کہ گناہ ہے۔

ایصالِ ثواب کے لئے طریقہ صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ نیت میں بھی اخلاص ضروری ہے اور آج کل کی مروَّجہ قرآن خوانی میں یہ چیز عموماً ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی، چنانچہ قرآن خوانی کے بعد حاضرین کو کچھ نہ کچھ کھلانا پلانا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور قرآن پڑھنے والوں کی نیت میں بھی یہی ہوتا ہے کہ قرآن پڑھنے کے نتیجہ میں کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو ضرور ملے گا اور ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے پر اس طرح کھانا پینا منع ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''صدقہ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'')

# شبِ برأت کی فاتحہ سے پہلے مُردوں میں شامل نہ ہونے کا عقیدہ

□ ......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شبِ برأت سے پہلے کوئی مرجائے تو جب تک شبِ برأت کو اس کے لئے فاتحہ نہ دلوائی جائے اس وقت تک وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا، یہ بھی بالکل لغو

اور غلط عقیدہ ہے۔

احادیث میں صاف موجود ہے کہ جب انسان مرتا ہے، تو وہ مرتے ہی عالمِ برزخ میں اپنے مقام پر جا پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شبِ برأت تک اٹکا رہتا ہے (خطباتِ حکیم الامت ج۱۹ بتغیر)

## شبِ برأت کا عرفہ

□ ......بعض جگہ شبِ برأت سے ایک دن پہلے عرفہ کے نام سے ایک رسم کی جاتی ہے، جس میں سال کے دوران فوت شدہ مُردوں کو ثواب پہنچاتے ہیں، اور اس کے متعلق یہ عقیدہ گھڑا گیا ہے کہ اس کی بدولت نئے اور موجودہ سال کے دوران فوت ہونے والے مُردے پرانے مُردوں میں شامل کئے جاتے ہیں، یہ عرفہ کیا بلکہ ایک طرح کا صرفہ ہو جاتا ہے، یعنی اس میں فضول خرچی ہوتی ہے، دراصل یہ کھانے پینے کا ایک دھندہ ہوتا ہے، یہ سب قصہ بعض جعلی پیروں اور دنیا پرست ملاؤں کا نکالا ہوا ہے، اور من گھڑت چیز ہے، جس سے بچنا چاہیئے (وعظ شبِ مبارک ص۲۶، خطباتِ حکیم الامت ج۷، وعظ ذمِ ہویٰ بتغیر ص۹، خطباتِ حکیم الامت ج۱۹)

## شبِ برأت میں ثواب نہ پہنچانے سے روحوں کی بددعاء کا عقیدہ

□ ......بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی اس رات میں اپنے مُردوں کو ایصالِ ثواب نہ کرے تو ان کی روحیں کوستی اور بددعاء دیتی ہوئی جاتی ہیں۔

خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مُردہ کو ایصالِ ثواب کرنا نفل عمل ہے اور نفل کے چھوڑنے پر ملامت کرنا یا بددعاء کرنا گناہ ہے، اس عقیدہ سے تو لازم آتا ہے کہ مُردہ بھی گناہ کرتا ہے۔ حالانکہ مرنے کے بعد انسان گناہ نہیں کرسکتا، لہٰذا اس قسم کا خیال بھی گناہ ہے، اور اس رات میں ہرگز مُردوں کو ایصال ثواب کرنا ضروری نہیں (خطباتِ حکیم الامت ج۱۹ ص۴۵ تا ۴۸ ملخصاً، وعظ آدابِ انسانیت ذمِ ہویٰ)

## شبِ برأت میں روحیں گھروں میں آنے کا عقیدہ

□ ......بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شبِ برأت وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی

ہیں اور دیکھتی ہیں کہ ہمارے لئے کچھ پکایا، یا نہیں۔

یہ عقیدہ بھی خود ساختہ ہے، شریعت میں کہیں بھی یہ عقیدہ ثابت نہیں، ظاہر ہے کہ روحوں کا آنا یا تو دیکھنے اور مشاہدہ کرنے سے ثابت ہوگا اور یا وحی سے، اور مشاہدہ تو ظاہر ہے کہ نہیں ہے، کیونکہ کسی کو بھی اس رات میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آئی ہوئی نظر نہیں آتیں، رہ گیا معاملہ وحی کا تو اُس سے بھی کہیں ثابت نہیں، بلکہ وحی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روحیں یہاں نہیں آتیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ.

مطلب یہ ہے کہ روح اور اس عالمِ دنیا کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک پردہ ہے جو اُس کو اِس طرف نہیں آنے دیتا۔

اسی طرح بعض لوگ ہر جمعرات کے روز بھی گھروں میں روحیں آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس عقیدہ کا غلط ہونا بھی واضح ہوگیا (خطباتِ حکیم الامت ج۱۹ بتغیر) [۱]

## شبِ برأت میں فوت شدہ شخص کے گھر میں دعا کے لئے جانا

□ ......بعض لوگوں میں یہ رواج ہے کہ جب کسی کے یہاں کوئی فوت ہوجاتا ہے تو فوتگی کے بعد آنے والی شبِ برأت کے موقع پر اس کے گھر جا کر تعزیت، دعا و ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، اور اس کو بہت اہم سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی اس موقع پر فوت شدہ شخص کے گھر دعا و تعزیت اور ایصالِ ثواب کے لئے نہ جائے تو اس کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ اسے ہمارے سے ہمدردی نہیں۔

حالانکہ شریعت نے اس موقع پر تعزیت کی اور دعا کے لئے کسی کے گھر جانے کی کوئی اہمیت بیان نہیں

---

[۱] ہاں اگر خرقِ عادت کے طور پر بعض کو اجازت ہوجاوے تو وہ دوسری بات ہے۔ جیسے شہداء کو تو یہ آنا بطورِ کرامت کے ہوگا لیکن کرامت دائمی اور اختیاری نہیں ہوتی اور وہ جو اختیاری ہوتا ہے اس کا نام تصرف ہے کیونکہ کرامت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کا کسی طور سے بذریعہ کسی خارق کے اعزاز ظاہر فرمادیں اسی لئے بعض مرتبہ صاحبِ کرامت کو بھی کرامت کی خبر تک نہیں ہوتی......غرض کہ کرامت اختیاری اور دائمی نہیں ہوا کرتی اور تصرفاتِ اختیاری روح کے لئے کسی دلیل سے ثابت نہیں اور بلا دلیل اعتقاد جائز نہیں (خطباتِ حکیم الامت ج ۱۹ ص ۴۶ تا ۴۷ ملخصاً، بعنوان آدابِ انسانیت، وعظ ذمِ ہویٰ)

کی، بلکہ تعزیت تو فوتگی کے بعد جلد ہی رکھی ہے، اوراس میں تاخیر کو پسند نہیں کیا، اورایک مرتبہ کے بعد دوبارہ تعزیت کو ناپسند کیا ہے، پس اپنی طرف سے ایک چیز گھڑ کر اسے رواج دے دینا گناہ ہے۔اگر کسی کے لئے بخشش ومغفرت کی دعا کرنی ہوتو وہ ہروقت اور ہرجگہ کی جاسکتی ہے، اس کے لئے نہ شبِ برأت کی ضرورت ہے اور نہ ہی مُردہ کے گھر جانے کی۔

## شبِ برأت میں قبرستان کی بدعات ومنکرات

□......شبِ برأت کے حوالے سے قبرستان کی بھی بہت سی بدعات اور رسومات ایجاد ہوگئی ہیں اور بہت سے ایسے کام شروع ہوگئے ہیں جو کہ شریعت سے ثابت نہیں بلکہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے اور بعض کام وہ ہیں کہ اگرچہ ایک درجہ میں وہ شریعت سے ثابت ہیں مگران کو عوام نے حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے، یہاں اس قسم کی خرابیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱)......بعض لوگ شبِ برأت میں قبرستان جانا ضروری سمجھتے ہیں اور اگر کوئی نہ جائے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ شبِ برأت کی فضیلت سے محروم رہا، اس لئے اور کچھ کریں نہ کریں مگر قبرستان جانے کا اہتمام ضرور کرتے ہیں۔

حالانکہ اس رات میں قبرستان جانا ضروری نہیں، زیادہ سے زیادہ بعض حضرات نے جائز یا مستحب قرار دیا ہے، مگران حضرات نے بھی اس رات میں قبرستان جانے کو ضروری قرار نہیں دیا، اور یہ نہیں فرمایا کہ قبرستان جائے بغیر اس رات کی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی۔

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے اس رات کی فضیلت کا تذکرہ فرمایا ہے ان سب نے اس رات میں عبادت کی تو ترغیب دی ہے مگر قبرستان جانے پر ان سب حضرات نے اتفاق نہیں فرمایا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس رات کی فضیلت اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے شرعی طریقہ پر عبادت کرنے سے حاصل ہوجاتی ہے، لہٰذا جو شخص اس رات میں اپنی حیثیت کے مطابق عبادت کرلے وہ اس رات کی فضیلت سے محروم نہ ہوگا، خواہ قبرستان بھی نہ گیا ہو، لیکن جس شخص نے عبادت نہیں کی اور صرف قبرستان چلا گیا تو وہ صرف قبرستان جانے کی بنیاد پر اس رات کے فضائل کا مستحق نہ

کہلائے گا، پھر جو شخص ضروری سمجھ کر جائے گا یا اس میں کسی قسم کی بدعت اور خرابی شامل کر لے گا اس کا اس رات کی فضیلت حاصل کرنا تو درکنار الٹا وہ گناہ کا مستحق ہوگا۔

(۲)......بعض لوگ اس رات میں قبرستان اجتماعی انداز میں جاتے ہیں اور راستے بھر ادھر ادھر کی فضول باتوں میں مبتلا رہتے ہیں، جبکہ شریعت سے یہ بات ثابت نہیں کہ اس رات میں اجتماعی انداز میں قبرستان جایا جائے، لہٰذا اجتماعی انداز میں قبرستان جانا شریعت پر زیادتی ہے جو کہ گناہ ہے۔اور اس طرح فضول باتوں میں مبتلا ہو کر قبرستان جانے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ یہی وقت اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ عبادت میں خرچ کیا جائے۔

(۳)......بعض لوگ اس رات میں قبروں پر چراغ وقندیل اور موم بتی وغیرہ جلاتے ہیں، یہ بھی گناہ ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور قبروں کے اوپر چراغ لگانے والوں پر لعنت کی ہے (ترجمہ ختم)

اللہ کی پناہ! جس چیز پر اللہ کے رسول کی لعنت ہو اس کو کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

(۴)......بعض لوگ قبرستان میں جا کر قبروں پر اگر بتیاں لگاتے ہیں اور چادریں وغیرہ ڈالتے اور پھول چڑھاتے ہیں، قبروں پر گلاب کا عرق چھڑکتے ہیں، یہ تمام کام تو اپنی ذات میں بھی گناہ ہیں اور ان چیزوں کو شریعت نے منع کیا ہے، پھر ان گناہوں کو ایک مبارک رات کے ساتھ جوڑنا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے کیونکہ جس طرح اس رات میں عبادت کی فضیلت ہے اسی طرح اس

---

[1] حدیث نمبر ۳۲۰، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراھیة أن یتخذ علی القبر مسجدا،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر،واللفظ لهٗ،ابوداوٗد حدیث نمبر ۳۲۳۸، نسائی حدیث نمبر ۲۰۴۲ ،مسند احمد حدیث نمبر ۲۰۳۰.

قال الترمذی: وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَأَبُو صَالِحٍ هَذَا هُوَ مَوْلَى أُمِّ هَانِءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ وَاسْمُهُ بَاذَانُ وَيُقَالُ بَاذَامُ أَيْضًا(حوالہ بالا)

Idara Ghufran

رات میں گناہ بھی زیادہ سخت ہے۔

عقل سے بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر مُردہ اچھی جگہ چلا گیا تو اس کو یہاں کی خوشبو کی ضرورت نہیں بلکہ وہاں کی خوشبو کے مقابلہ میں یہاں کی خوشبو کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور اگر بُری جگہ چلا گیا تو وہاں کی تکلیفوں کے مقابلہ میں اگربتی کی خوشبو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔

(۵)......بعض لوگ شبِ برأت کے موقع پر اپنے متعلقین کی قبروں پر مٹی ڈلواتے ہیں یا مٹی کے گارے سے قبر کی لپائی کراتے ہیں، اس کام کی بھی شبِ برأت میں کوئی اصل نہیں۔

ضرورت کے موقع پر قبر پر مٹی ڈال دینا یا مٹی کے گارے سے اس کو لیپ دینا، مٹی کو بٹھانے کے لئے ضرورت کے وقت پانی چھڑک دینا جائز ہے، لیکن ان کاموں کے لئے شبِ برأت کو خاص کرنا خواہ ضرورت بھی نہ ہو اور بذاتِ خود ان کاموں کے کرنے ہی کو مقصود سمجھنا بدعت اور گناہ ہے، ان کاموں کے لئے شریعت نے شبِ برأت کے موقع کو مقرر نہیں کیا اور نہ ہی اس موقعہ پر ان کاموں کے کرنے کی کوئی خاص فضیلت بیان کی ہے۔ لہٰذا ان کاموں سے بچنا ضروری ہوا۔ [1]

## شبِ برأت کے موقع پر کپڑوں وغیرہ کا لین دین

□......بعض علاقوں میں شبِ برأت کے موقع پر اپنے خاص عزیزوں اور رشتہ داروں کے یہاں خصوصاً لڑکی کے گھر اس کے میکے والوں کی طرف سے کپڑوں وغیرہ کا بھیجنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور بعض جگہ دونوں طرف سے مختلف چیزوں کا باہم تبادلہ بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی اس موقعہ پر دوسرے کے ہاں کچھ نہ بھیجے تو اس کو بُرا اور معیوب سمجھا جاتا ہے۔

یہ بھی ایک خلافِ شریعت رسم ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

---

[1] الثالث انهم اعظموا المعصية بفعلها على القبور لانها موضع الخشية والفزع والاعتبار والحث على العمل الصالح وما احدثوه من الوعاظ على المنابر والكراسى والمحدثين من القصاص بين المقابر فى الليالى المقمرة وغيرها واجتماع الرجال والنساء جميعا مختلطين......وذلك كله ممنوع سواء كان الزوارات رجالا ، ونساء ، فكل ذلك ممنوع لما فيه من المفاسد المذكورة (المدخل لابن الحاج المالكى ج ١ ص ٢٦٨)

## شبِ برأت میں برتنوں کا بدلنا اور گھروں کو لیپنا

□ ......بعض لوگ شبِ برأت کے موقع پر اپنے گھروں کے برتنوں اور دوسرے ساز وسامان کو بدلتے ہیں اور گھروں کو دھوتے ، لیپتے ہیں، خاص طور پر باورچی خانہ کو دھوتے ہیں اور گھروں کی صفائی کرتے ہیں، نئے کپڑے بنواتے یا پہنتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح کی حرکات سے ان کے گھروں اور در و دیوار سے بلائیں دور ہو جاتی ہیں۔

حالانکہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا غلط ہے، اور ان سب چیزوں کا اس رات سے کوئی تعلق نہیں اور یہ تمام چیزیں بے بنیاد اور توہم پرستی میں داخل ہیں، جس کی شریعت کسی بھی طرح حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔

## شبِ برأت میں بیری کے پتوں سے غسل کرنا

□ ......بعض لوگ شب برأت میں پانی میں بیری کے پتے ملا کر غسل کرتے ہیں اور اس کے متعلق مختلف قسم کے نظریات رکھتے ہیں، مثلاً یہ کہ بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے مُردوں کو غسل کرایا جاتا ہے، اور جو شخص اس رات میں بیری کے پتوں سے غسل کر لیتا ہے، اس کے سر سے مُردوں کی روحوں کا اثر چلا جاتا ہے، یا اس کی وجہ سے مُردے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتے ہیں، یا یہ کہ مُردے گناہوں سے پاک صاف ہو جاتے ہیں، یا اس طرح غسل کرنے والا اس سال فوت نہیں ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

یہ رسم اور اس کے متعلق اس قسم کے نظریات اور خیالات سب منگھڑت اور شریعت کے خلاف اور گناہ ہیں۔

## شبِ برأت میں مسور کی دال پکانے کی حقیقت

□ ......بعض لوگ شبِ برأت کے موقع پر حلوہ کے ساتھ مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں، یہ بھی ایک نو ایجاد عمل ہے اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی۔

معلوم نہیں حلوے اور مسور کی دال کا کیا جوڑ ہے ایک جوڑ تو دونوں میں معلوم ہوتا ہے کہ حلوے

اورمسور کی دال کے لئے دو کہاوتیں (اورضربُ المثل) ہم معنٰی بولی جاتی ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ''حلوا خوردن راروئے باید'' (حلوا کھانے کے لئے منہ چاہئے) اور یہ بھی ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ ''یہ منہ اورمسور کی دال'' بہرحال اس موقع پر مسور کی دال کی کوئی خصوصیت اوراہمیت نہیں اوراس کوشبِ برأت کے ساتھ جوڑنا گناہ ہے (خطباتِ حکیم الامت ج۱۹ص۴۸ بتغیر)

## شبِ برأت میں گھروں اورمسجدوں کوسجانا

□......بعض لوگ شبِ برأت کے موقع پر گھروں کواور خصوصاً مسجدوں کو پھول پتیوں وغیرہ سے سجاتے ہیں، اوراس کوایک تہوار کا نام دیتے ہیں۔

حالانکہ شبِ برأت کے لئے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعا، استغفار کی ترغیب دی ہے، پھول وغیرہ سجانے کی ترغیب نہیں دی، تیورہار ہندوانہ لفظ ہے اور یہ سجانا بھی ان کا ہی طریقہ ہے اس سے بچنا چاہئے (فتاویٰ محمودیہ ج۳ص۲۶۳، مبوب، باب البدعات والرسوم)

## شبِ برأت میں چراغاں کرنا

□......آج کل شبِ برأت کے موقع پر چراغاں (لائٹنگ) کرنے کی وباء بھی بہت زیادہ عام ہوچکی ہے، بہت سی مسجدوں اور گھروں میں ضرورت سے زیادہ چراغ جلائے جاتے ہیں، قمقمے روشن کئے جاتے ہیں، لائٹ اورروشنی کا اضافہ کیا جاتا ہے، اورخوب روشنی کی جاتی ہے، گھروں سے باہر دروازوں پر کئی کئی چراغ رکھے نظر آتے ہیں، اور بعض جگہ مکانوں کی منڈیروں اور دیواروں پر قطار کے ساتھ چراغ جلا کررکھ دیے جاتے ہیں، اوراس کوعموماً نیک کام شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ کام کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے چندایک یہ ہیں:

(۱)......اس رسم میں اہلِ ہنود (بت پرستوں) کے ساتھ مشابہت ہے، کیونکہ ہندوؤں کے یہاں ان کے تہواروں، دیوالی وغیرہ کے موقع پر اس طرح چراغاں کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی ا للہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا (ترمذی) [1]

ترجمہ: جس نے غیروں کے ساتھ مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں (ترجمہ ختم)

بہر حال یہ وہ رسم ہے جس کی شبِ برأت کے موقع پر کوئی اصل اور بنیاد نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی نہیں ، اور کوئی ضعیف روایت تک بھی اس کے بارے میں وارد نہیں ہوئی اور نہ اس کا ہندو پاکستان کے سوا کسی ملک میں رواج ہے ، نہ حرمین شریفین میں اور نہ ان کے سوا عرب کے دوسرے مقامات پر، جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی رسمِ دیوالی سے اس رسم کو لیا گیا ہے کیونکہ ہندوستان میں عموماً بدعتی رسمیں کفر کے زمانہ ہی کی باقی ہیں اور مسلمانوں میں (کفار کے ساتھ) میل جول کرنے کے سبب پھیل گئی ہیں ، اور جو شخص شرکیہ رسمیں کرے اس کے متعلق سخت اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ ان مشرکین کے ساتھ اس کا حشر ہو جنھوں نے یہ شرکیہ رسمیں جاری کی تھیں۔

(۲)...... یہ رسم ہندوؤں کے علاوہ آتش پرستوں (آگ کے پجاریوں) کے ساتھ مشابہت سے خالی نہیں۔ بہت سے علماء نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ مسلمانوں میں یہ رسم آتش پرستوں سے شروع ہوئی۔ [2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

---

[1] حديث نمبر ۲۶۹۵، كتاب الاستئذان والآداب، باب ما جاء في كراهية إشارة اليد بالسلام، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي -مصر.

[2] قال علي وأول حدوث الوقود من البرامكة وكانوا عبدة النار فلما أسلموا أدخلوا الإسلام ما يموهون أنه من سنن الدين ومقصودهم عبادة النيران ولم يأت في الشرع استحباب زيادة الوقود على الحاجة في موضع وما يفعله عوام الحجاج من الوقود بجبل عرفات وبالمشعر الحرام فهو من هذا القبيل، قال وقد أنكر الطرطوشي الاجتماع ليلة الختم في التراويح ونصب المنابر وبين أنه بدعة منكرة وأعظم منه ما يوجد اليوم في مجلس القصاص والبداة من اختلاط الرجال والنساء وتلاصق أجسادهم حتى يروى أن رجلا ضم امرأة من خلف وعبث بها وآخر التزم امرأة وغير ذلك من الفسوق واللغط والسرقة وتنجيس مواضع العبادة وإهانة بيوت الله وكله بدعة وضلالة(تذكرة الموضوعات، لمحمد طاهر الفتني ، ص ۴۶، كتاب العلم، باب التطوع، الفصل الخامس في البراء ة وصلاتها وكثرة وقودها))

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ترجمہ ختم)

(۳)......اس رسم میں مال کو بے جا اڑانا اور ضائع کرنا ہے، اس لئے کہ اس رسم میں ایک رات کے اندر قوم کی لاکھوں روپے کی بجلی اور پیسہ ضائع ہوجاتا ہے، جبکہ حاصل حصول کچھ بھی نہیں ہوتا، اور فضول خرچی کرنے اور مال بے جا اڑانے والوں کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷ پ ۱۵)

ترجمہ: بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَلَاتُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورہ انعام آیت ۱۴۱ پ ۸)

ترجمہ: اور بے جا خرچ نہ کرو، بلاشبہ وہ (اللہ تعالیٰ) پسند نہیں کرتا بے جا خرچ کرنے والوں کو (ترجمہ ختم)

---

[1] حدیث نمبر ۴۰۳۱، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۵۱۱۵.

قلت أخرجه أبو داوٗد بسند حسن(فتح الباری شرح صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب لبس جبة الصوف) وقد روى عن النبى ﷺ فى المسند والسنن أنه قال " :من تشبه بقوم فهو منهم (جامع الرسائل لابنِ تيميه، الجزء الثانى، الفرق بين السفر الطويل والقصير ،ومجموع الفتاوىٰ ج۲۵ ص ۳۳۱) وأيضا مما هو صريح فى الدلالة ما روى أبو داود فى سننه حدثنا عثمان بن أبى شيبة حدثنا أبو النضر يعنى هاشم بن القاسم حدثنا عبد الرحمن بن ثابت حدثنا حسان بن عطية عن أبى منيب الجرشى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من تشبه بقوم فهو منهم وهذا إسناد جيد فإن ابن أبى شيبة وأبا النضر وحسان بن عطية ثقات مشاهير أجلاء من رجال الصحيحين وهم أجل من أن يحتاجوا إلى أن يقال هم من رجال الصحيحين(اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم لابنِ تيميه، ج ۱ ص ۸۲)

www.idaraghufran.org

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (سورہ اعراف آیت ۳۱ پ۸)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) پسند نہیں کرتا بے جا خرچ کرنے والوں کو (ترجمہ ختم)

نیز ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا (سورہ فرقان آیت ۶۷ پ ۱۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ (رحمٰن کے خاص بندے) جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور ان کا خرچ کرنا اس (کمی زیادتی) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (موقع دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں) (ترجمہ ختم)

محققین حضرات نے فرمایا کہ تبذیر اس طرح کے خرچ کو کہتے ہیں کہ جہاں خرچ کرنا بالکل بھی جائز نہیں، اور اسراف اتنی زیادہ مقدار میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں، جو کہ جائز نہیں۔ [1]

(۴)......اس رسم میں عموماً اپنی بڑائی جتلانا اور دوسروں پر فخر ظاہر کرنا پیشِ نظر ہوتا ہے، اور اس قسم کی بڑائی اور فخر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں، کیا اب بھی لوگ ان خرافات سے باز نہ آئیں گے؟ (بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۳۷ تا ۳۸ بتغیر واضافہ)

(۵)......اس رسم کے لئے مسجد کی بجلی کا استعمال اور زیادہ قبیح ہے۔ [2]

---

[1] قوله الإسراف هو صرف الشيء فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي بخلاف التبذير فإنه صرف الشيء فيما لا ينبغي (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الوضوء ،باب ما جاء فى الوضوء) والسرف صرف الشء فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي.والتبذير صرفه فيما لا ينبغي.ذكره جمع(فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير، تحت حديث رقم ١٠، حرف الهمزة، المكتبة التجارية الكبرى -مصر)

[2] وَلِلْمُتَوَلِّي صَرْفُ شَيْءٍ مِنْ مَالِ الْوَقْفِ إلَى كِتَابَةِ الْفَتْوَى وَمَحَاضِرِ الدَّعْوَى لِاسْتِخْلَاصِ الْوَقْفِ ، وَإِسْرَاجِ السُّرُجِ الْكَثِيرَةِ فِي السِّكَكِ وَالْأَسْوَاقِ لَيْلَةَ الْبَرَاءَةِ بِدْعَةٌ ، وَكَذَا فِي الْمَسَاجِدِ ، وَيَضْمَنُ الْقَيِّمُ ، وَكَذَا يَضْمَنُ إذَا أَسْرَفَ فِي السُّرُجِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ، وَلَيْلَةِ الْقَدْرِ ، وَيَجُوزُ الْإِسْرَاجُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فِي السِّكَّةِ أَوْ السُّوقِ (مجمع الضمانات،الْبَابُ الْخَامِسُ وَالْعِشْرُونَ فِي الْوَقْفِ)

# شبِ برأت اور آتش بازی

□ ......آج کل شبِ برأت کے موقع پر سب سے بڑی جو وباء ہے وہ آتش بازی کی ہے، شعبان کا بابرکت مہینہ شروع ہونے کے ساتھ ہی اس آتش بازی کی لعنت اور نحوست کا بھی آغاز ہوجاتا ہے، بلکہ بہت پہلے سے آتش بازی کا سامان بازاروں اور مارکیٹوں میں آنا شروع ہوجاتا ہے، اور یہ بابرکت عبادت کا مہینہ آتش بازی اور پٹاخوں کی مسموم فضا اور ملعون آوازوں کی نظر ہوجاتا ہے، بے شمار بچے اور بڑے اس آتش بازی کی زد میں آکر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں یا ہمیشہ کے لئے معذور ہوجاتے ہیں، اور قوم کا جو پیسہ برباد ہوتا ہے وہ الگ ہے، یہ رسم نہ صرف ایک بے لذت گناہ ہے بلکہ اس کی دنیوی تباہیاں بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے آتی ہیں اس میں ایک تو اپنے مال کا ضائع کرنا ہے اور بے جا اسراف ہے، جو خود دنیا میں بھی ہر قسم کی بربادی کا ذریعہ ہے۔

فضول خرچی کے بارے میں قرآنی آیات پہلے گزر چکی ہیں۔

اور احادیث میں بھی اس پر وعیدیں آئی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اِكْتَسَبَهُ وَفِيْمَ أَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ (ترمذی)[1]

ترجمہ: قیامت کے دن بندہ کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے، جب تک اس سے عمر کے بارے یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ اور علم کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے علم کا کیا کیا؟ اور اس کے مال کے

---

[1] حدیث نمبر ۲۴۱۷، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، باب فی القيامة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر.

قال الترمذی:

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ بَصْرِيٌّ وَهُوَ مَوْلَى أَبِي بَرْزَةَ وَأَبُو بَرْزَةَ اسْمُهُ نَضْلَةُ بْنُ عُبَيْد.

www.idaraghufran.org

بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اس کو کس چیز میں کھپایا (ترجمہ ختم)

جس قوم کی اقتصادی حالت انتہائی ناگفتہ بہ اور خطرناک ہو اور جس کو افلاس نے دوسری قوموں کا غلام بنا رکھا ہو، اس کا اتنا روپیہ اس طرح فضول اور بیہودہ رسوم میں ضائع ہو تو اس کی قومی وتعمیری ترقی والی زندگی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

ہر سال اس رات میں یہ افلاس زدہ قوم لاکھوں روپیہ آتش بازی، انار، اور پٹاخے وغیرہ چھوڑنے پر خرچ کر دیتی ہے، اور گاڑھی کمائی کو نذرِ آتش کر کے مبارک رات کو بھسم کر ڈالتی ہے، اور یہ عمل خلافِ شرع ہونے کے ساتھ ساتھ خلافِ عقل بھی ہے۔

بچوں کو آتش بازی، پھلجھڑی، انار اور پٹاخے چھوڑنے کے لئے پیسے دیے جاتے ہیں اور ان کو بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی مشق کرائی جاتی ہے، بہت سے بچے اور بڑے جل جاتے ہیں، بلکہ بعض مرتبہ دکانوں اور مکانوں تک میں آگ لگ جاتی ہے، مگر پھر بھی لوگ یہ رسمِ بد نہیں چھوڑتے۔ آگ سے کھیلنا اور آگ کا شوق رکھنا آتش پرستوں کے یہاں سے چلا ہے۔

اس بارے میں اختتامی موقع پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مواعظ سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

(۱)......"مگر خدا کے لئے اِس (شعبان کی پندرہویں) رات میں قُرب الی اللہ (اللہ کا قُرب حاصل کرنے) کے لئے جاگنا، قُرب الی النار (آگ کا قُرب حاصل کرنے) کے لئے نہ جاگنا، قُرب الی النار (آگ کے قریب ہونے) کے لئے جاگنا یہ ہے کہ آتش بازی کے واسطے جاگا جائے۔ یہ آتش بازی کیا ہے آتش باری (آگ پھینکنا) ہے، رات کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آگ برس رہی ہے یہ بالکل یاجوج وماجوج کا سا فعل ہے، وہ بھی آسمان کی طرف آسمان والوں سے لڑنے کے لئے تیر پھینکیں گے جن کو حق تعالیٰ کے حکم سے خون میں بھر کر واپس کیا جائے گا۔ اسی طرح یہ لوگ آسمان کی طرف آگ بیل (ہوائیاں) وغیرہ پھینکتے ہیں۔ اس سے خود بھی بچو اور اپنے بچوں کو بھی بچاؤ۔ کیونکہ اپنے

اہل وعیال کو گناہوں سے بچانا بھی گھر کے سردار پر واجب ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا‘‘ اے ایمان والو! اپنے کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی۔

بعض لوگ کہتے ہیں صاحب کیا کریں بچے آتش بازی کے لئے ضد بہت کرتے ہیں۔ یہ محض لغو (بے کار) عذر ہے، بھلا اگر بچے زہر کھانے پر ضد کریں تو کیا تم کھلا دوگے؟ ہرگز نہیں! پھر دونوں میں فرق کیا ہے، اس کے سوا اور کیا فرق ہے کہ جس چیز کو اطبّاء (ڈاکٹر) جسم کے لئے زہر کہہ دیں اس کو تو تم مضر (نقصان دہ) سمجھتے ہو اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روحِ ایمان کے لئے زہر بتلاویں اس کو تم مضر نہیں سمجھتے۔ ذرا ہوش ٹھکانے کرو اور ایمان کو سنبھالو۔ دوسرے بچوں کو بہلانا ہی کیا مشکل ہے، ذرا سی بات میں بچہ بہل سکتا ہے، جیسے بدوؤں کا بہلانا آسان ہے (کیونکہ) بدو چالاک نہیں ہوتے، اکثر بھولے اور سیدھے ہوتے ہیں......ان کا بہلا لینا کچھ مشکل نہیں، ایسے ہی بچوں کا بہلانا بھی کچھ دشوار نہیں......اپنی اولاد کے جذبات کی اصلاح کیجئے‘‘ (وعظ الیسر مع العسر، ملخصاً ص ۳۹، ۴۰، خطبات حکیم الامت ج ۶ بعنوان نظام شریعت ص ۵۲۱ تا ۵۲۳، مکتبہ اشرف المعارف جہلیک ملتان)

(۲)......’’اس آتش بازی کی اصل دیکھی جاوے تو یہ نکلتی ہے کہ برانکہ ایک قوم ہے یہ اصل میں آتش پرست تھے پھر اسلام لے آئے۔ ان میں اچھے لوگ بھی تھے مگر بعض میں آتش پرستی کا مادہ موجود تھا۔ یہ فعل ان کا ایجاد کیا ہوا ہے تاکہ اس بہانے آگ کی طرف توجہ رکھیں پھر دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اس کو اختیار کرلیا۔ جب ماخذ (مرکز) اس کا مادۂ کفر ہے تو یہ شعبہ کفر کا ہوا، اس کو دوسری معصیتوں (گناہوں) سے زیادہ اہتمام کے ساتھ چھوڑ دینا چاہئے‘‘ (وعظ شب مبارک ص ۲۴، ۲۵، خطباتِ حکیم الامت ج ۷ ص ۳۹۰)

(۳)......’’مگر لوگوں نے اس شب میں برکات چھوڑ کر بیہودہ حرکات اختیار کر رکھی

ہیں۔ چنانچہ آتش بازی ایسی منکر (اور بری) حرکت ہے کہ نام ہی میں اس کے منکر (اور برا) ہونے کا اقرار ہے نام بھی ایسا الہام (ایجاد) کیا گیا جس میں آتش بھی ہے اور اور بازی بھی ہے نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرہ کی چیز ہے اور لہو ولعب ہے۔ بھلا آتش سے تلبس ہونا (یعنی ایسا کھیل والا تعلق رکھنا) بھی کوئی اچھی بات ہے؟ حدیث شریف میں تو یہاں تک ارشاد ہے کہ سوتے وقت چراغ کو گُل کردو جو کہ عادۃً دُور ہی رکھا جاتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی جلتا ہوا چھوڑنا پسند نہیں کیا کیونکہ خطرہ سے خالی نہیں، اور اس کے متعلق واقعات بھی ہوگئے ہیں۔ پھر تلبسِ قریب (یعنی آگ کے قریب سے کھیلنے) سے تو ممانعت کیوں نہ ہوگی واقعی بڑی خطرہ کی چیز ہے چنانچہ بہت سے واقعات اس کی بدولت ہر سال پیش آتے ہیں کسی کا ہاتھ جل گیا، کسی کی جان جاتی رہی، کسی کا مکان خاک سیاہ ہوگیا۔ اور اگر فرضاً کچھ بھی نہ ہو تو اتلافِ مال (مال ضائع کرنا) تو ضرور ہی ہے، اور زیادہ تر پیرانِ نابالغ (کم فہم بوڑھوں) پر تعجب ہے جن کے دل میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشہ دیکھیں، مگر چونکہ وقار (اور ان کی شان) کے خلاف ہے اس لئے بچوں کو آڑ بناتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں کہ بچے نہیں مانتے، تماشوں میں بچوں کو ساتھ لے جاتے ہیں، صاحبو! ان بچوں کو کیوں بدنام کرتے ہو، بلکہ تمہاری ہی گود میں ایک بچہ ہے جس کو نفس کہتے ہیں وہ تم کو لے جاتا ہے، ظاہر میں بچوں کو پیسے دیتے ہیں اور مقصود خود تماشہ دیکھنا ہوتا ہے اپنی غرض کے لئے اولاد کے اخلاق بگاڑ رہے ہو، اور اگر سچ مچ وہی ضد کرتے ہوں تب بھی یہ عذر قابلِ قبول نہیں، دیکھو اگر تمہارا بچہ باغیوں میں شامل ہوکر گولہ چھوڑنے لگے تو تم اس کو روکو گے یا نہیں؟ ضرور روکو گے اگر نہ مانے گا جبراً روکو گے اسی طرح یہاں کیوں نہیں روکا جاتا، بس یوں کہوں کہ گناہ کو بُرا ہی نہیں سمجھتے، اگر تم خود معصیت (گناہ) کو بُرا سمجھتے تو بچوں کو اس کی عادت کیوں ڈالتے، بھلا اگر بچے ضد کرکے سانپ مانگنے لگیں تو کیا دے دو گے؟ پھر جس کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مضِر (نقصان دہ) کہا ہے، کیا وجہ ہے کہ اس کی

عادت ڈالی جاتی ہے،معلوم ہوا کہ خدااور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وقعت (واہمیت) نہیں ، پھر یہ کہ یہ مال (جوآتش بازی کے لئے بچوں کو دیا گیا ہے) تمہارا کہاں ہے؟ سب خداہی کی مِلک ہے،تم محض خزانچی ہوتمہارے ہاتھ میں تو تحویل ہے،تم ایسے ہو جیسے غلام ہوتا ہے مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے......پس جب بچوں کوآتش بازی کے لئے پیسے دینا شرعاً حرام ہے توتم دینے والے کون ہو،ہرگز مت دواور ضد کرنے پر مارو،کھیل تماشہ میں بھی ان کومت کھڑا ہونے دو" (کیونکہ اسی سے دیکھا دیکھی بچوں کوشوق ہوتا اور عادت پڑتی ہے) (وعظ شب مبارک،ملخصاص۲۳،۲۴۔خطباتِ حکیم الامت ج ۷ص ۳۸۸تا۳۸۹،بعنوان حقیقتِ عبادت)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آتش بازی سخت گناہ ہے،خواہ شبِ برأت کے موقع پر ہو یا شادی بیاہ کے موقع پر یا کسی اور وقت اور یہی حکم ایسے مواقع پر اسلحہ سے فائرنگ کرنے کا بھی ہے،ایسی حرکات سے خود بھی بچنا ضروری ہے اور اپنی اولاد اور اہل وعیال کو بھی بچانا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں،اور خاتمہ بالخیر فرمائیں۔آمین۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۲۹/رجب/۱۴۲۳ھ،7/اکتوبر2002ء،بروز پیر

اضافہ واصلاح ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ،18/دسمبر2006ء،بروز پیر

اضافہ واصلاح بارِ دوم:۲۴/ربیع الآخر/۱۴۳۲ھ 30/مارچ/2011ء بروز بدھ

ادارہ غفران،راولپنڈی

X

www.idaraghufran.org

# ماہِ شعبان کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

آخر میں شعبان کے مہینے میں واقع ہونے والے چند اہم تاریخی واقعات وحالات کو بھی مختصر انداز میں لکھا جاتا ہے، تاکہ کسی درجہ میں اسلامی تاریخی معلومات بھی مسلمانوں کو حاصل ہوں۔

## پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ شعبان ۲ھ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔

اس سے پہلے حضور ﷺ عاشوراء یعنی دس محرم اور ہر مہینے میں تین دن روزے رکھا کرتے تھے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۴۴، از علامہ مخدوم ہاشم سندھی رحمہ اللہ، البدایہ والنہایہ، ج ۴ فی فریضۃ شہر رمضان سنۃ ثنتین قبل وقعۃ بدر)

□...... ماہِ شعبان ۳ھ میں حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۲۷)

آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کی بیٹی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں، ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی تعریف میں حضور ﷺ سے عرض کیا ''اِنَّھَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ'' یعنی یہ بہت روزے رکھنے والی اور عبادت گذار ہیں'' (الاصابہ لابن حجر ج ۷، کتاب النساء حرف الحاء المہملہ)

□...... ماہِ شعبان ۳ھ میں حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ ان سے انتہائی محبت فرماتے تھے، جب یہ بچے تھے تو آنحضرت ﷺ کبھی ان کو اپنی گود میں کھلاتے، کبھی سینہ اور پیٹھ پر بٹھاتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ سجدہ میں ہوتے اور یہ پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور آپ نہ صرف یہ کہ بیٹھنے دیتے بلکہ ان کی خاطر سجدہ کو اور طول دیتے، کبھی اپنے ساتھ منبر پر چڑھاتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی اپنے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بڑی عزت تھی، وہ ان سے احترام وتوقیر کا معاملہ فرماتے (المرتضیٰ ص ۳۵۸، تالیف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

□...... ماہِ شعبان ۴ ھ میں حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔

پیدائش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو شہد چٹایا اوران کے دہن پاک کو اپنی زبان بابرکت سے تر کیا، ان کو دعائیں دیں اور حسین نام رکھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا چہرۂ مبارک رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور سے مشابہ تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کے مشابہ تھا، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (المرتضٰی ص ۳۵۸)

□...... ماہِ شعبان ۴ ھ میں غزوۂ بدر صغریٰ پیش آیا۔

اسے بدرِ میعاد بھی کہتے ہیں ۳ ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر کافروں نے زبردست شکست کھائی تھی ،اس وقت ابوسفیان نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سال ''بدر'' کے مقام پر پھر مقابلہ ہوگا، چنانچہ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ اگلے سال اس سے مقابلہ کے لئے نکلے، ابوسفیان بھی مکہ سے کچھ دور تک مقابلے کے لئے نکلا، مگر میدان میں مقابلہ سے پہلے ہی ڈر کر بھاگ گیا، تو آپ ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے (البدایہ والنہایہ ج ۴، غزوہ بدر الآخرۃ، سیرت ابن ہشام غزوہ بدر الآخرۃ فی شعبان سنۃ اربع)

□...... ماہِ شعبان ۵ ھ میں غزوۂ بنی مصطلق پیش آیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۷۵)

جسے ''غزوۂ مریسیع'' بھی کہا جاتا ہے (بعض حضرات نے اس غزوہ کا ۵ ھ کے بجائے ۶ ھ میں واقع ہونا بیان کیا ہے) حضور ﷺ سات سو صحابہ کرام کے ساتھ کفار سے مقابلہ کے لئے نکلے، ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھیں، اس جنگ میں کفار کو شکست ہوئی ۱۰ کفار قتل اور ۷۰۰ قید ہوئے، اور صحابۂ کرام میں صرف ایک صحابی شہید ہوئے، بنو مصطلق ایک قبیلہ کا نام ہے جو مکہ ومدینہ کے درمیان آباد تھا، مریسیع ان لوگوں کے کنویں کا نام تھا (البدایہ والنہایہ ج ۴، غزوہ بنی مصطلق من خزاعۃ، سیرت ابن ہشام، غزوہ بنی مصطلق فی وقتہا)

□...... ماہِ شعبان ۶ ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امارت میں سریہ دومۃ الجندل پیش آیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۵)

یہ ملکِ شام کے قریب ایک شہر ہے، روانگی سے پہلے حضور ﷺ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دستِ مبارک سے انکے سر پر عمامہ باندھ کر ان کو ہدایات دیں، انہوں نے قتال سے پہلے کفار

کو اسلام کی دعوت دی، تو اکثر کفار نے اسلام قبول کرلیا، اور باقیوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا، اس لئے اس موقع پر جنگ کی نوبت نہیں آئی (غزوات النبی ﷺ لبرھان الدین حلبی رحمہ اللہ ص ۷۹۴) (لیکن "البدایہ والنہایہ" جلد ۴ میں "غَزَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ" کے الفاظ کے ساتھ غزوہ دومۃ الجندل کا ربیع الاول کے مہینے میں واقع ہونا مذکور ہے)

☐...... ماہِ شعبان ۶ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۱۰۰ اصحابہ کا لشکر بنوسعد (فدک) کی طرف بھیجا گیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۶)

فدک خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، اس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی، ۵۰۰ اونٹ، ۲۰۰۰ بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں (غزوات النبی ﷺ ص ۷۹۶)

☐...... ماہِ شعبان ۷ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۳۰ صحابہ کا ایک لشکر "تربہ" مقام کی طرف بھیجا گیا، کفار کو اس لشکر کی روانگی کا پہلے ہی علم ہوگیا جس کے نتیجہ میں وہ بھاگ نکلے، اس لئے مقابلہ نہیں ہوا، اور یہ لشکر صحیح وسالم، بخیر وعافیت مدینہ واپس آ گیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۰، البدایہ والنہایہ ج ۴ سریہ عمر بن الخطاب الی تربۃ وراء مکۃ باربعۃ امیال)

☐...... ماہِ شعبان ۷ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سریہ بنوکلاب پیش آیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۰)

یہ لوگ نجد میں وادئ قریٰ کی طرف آباد تھے، اس موقع پر کافروں سے مقابلہ ہوا، جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مسلمان محفوظ رہے، کفار کے چند افراد قتل اور چند قید ہوئے (غزوات النبی ﷺ ص ۸۰۵)

☐...... ماہِ شعبان ۷ھ میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۳۰ سواروں کا ایک لشکر بنومرہ کی طرف بھیجا گیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۱، تقویم تاریخی ص ۲۴)

اس موقع پر شدید جنگ ہوئی، اس سریہ میں ان کے علاوہ تمام رفقاء شہید ہوگئے تھے، اور آپ خود زخمی حالت میں حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے، آپ ﷺ نے اگلے سال دوبارہ لشکر بھیجا جس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مالِ غنیمت بھی حاصل ہوا (البدایہ والنہایہ ج ۴، سریۃ اخری مع بشیر بن سعد، غزوات النبی ﷺ ص ۸۰۵)

☐...... ماہِ شعبان ۸ھ میں حضور ﷺ نے حضرت ابوقتادہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت

میں سولہ افراد پر مشتمل ایک لشکر ''بنومحارب'' نامی کافروں کے مقابلہ کے لئے ''غطفان'' روانہ فرمایا، یہ کافرلوگ خضرہ نامی جگہ میں آباد تھے، اس موقع پر صحابہ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور کافروں کے بہت سے آدمی قید ہوئے، اور تقریباً دوسو اونٹ اور لگ بھگ دوہزار بکریاں مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں، اس وقت کا شرعی حصہ ''خمس'' نکالنے کے بعد ہر غازی کے حصہ میں تیرہ اونٹ آئے (عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۱۰۷)

□...... ماہِ شعبان ۹ ھ میں حضور ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں، حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی نسبت ابولہب کے بیٹے عتبہ سے طے تھی، لیکن رخصتی سے پہلے ہی اس نے طلاق دے دی تھی، آپ کی بڑی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کا نکاح ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں سات سال رہ کر انتقال فرمایا، آپ ﷺ نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی، حضرت ابوطلحہ، حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا

(الاصابہ، ج۸ حرف الکاف، سیر الصحابیات ص۱۰۰، البدایہ والنہایہ ج۵ فصل موت النجاشی سنۃ تسع وموت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ، عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۲۹۸)

□...... ماہِ شعبان ۱۰ ھ میں مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص۳۲۶)

قبل ازیں آپ مسلمانوں سے چھپ کر شام چلے گئے تھے، پھر اپنی بہن شفانہ بنت حاتم کی دعوت پر واپس آئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا (البدایہ والنہایہ ج۵ قصۃ عدی بن حاتم)

□...... ماہِ شعبان ۱۰ ھ میں یمن کے قبیلہ خولان کے دس افراد نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص۳۲۹)

ان کے ہاں عم انس نامی بت تھا، انہوں نے اپنے اموال کا ایک حصہ اپنے لئے اور ایک حصہ اپنے

بت کے لئے مقرر کر رکھا تھا، اِن ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا تھا: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (سورہ انعام)

**ترجمہ**: ''اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کیے ہیں ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعمِ خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا'' چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ واپس جا کر اس بت کو توڑ دیں، وہ واپس گئے اور اس بت کو توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل شروع کر دی (البدایہ والنہایہ ج ۵، وفد خولان، ایضاً ص ۳۲۹)

□...... ماہِ شعبان ۱۱ھ میں جنت کی عورتوں کی سردار اور حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کی چوتھی اور آخری بیٹی تھیں، حضور ﷺ کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی، آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے وفات پانے والیں آپ ہی ہیں، آپ کی پاکیزگی، تقویٰ اور مجاہدہ محتاجِ بیان نہیں بس اتنا ہی کافی ہے ؎

یوں کی ہے بسر اہلِ بیت مطہر نے زندگی یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

(الاصابہ ج۸، کتاب النساء، الفاء، القسم الاول من ذکر لھا صحبة وبیان ذلک)

□...... ماہِ شعبان ۱۱ھ میں مسیلمہ کذاب قتل ہوا (عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۳۴۱)

اس شخص نے حضور ﷺ کی زندگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر اس کے مقابلے کے لئے بھیجا، بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی، کفار بیس ہزار قتل ہوئے اور مسلمان چھ سو شہید ہوئے، مسیلمہ کذاب بھی اسی جنگ میں حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے نیزے سے زخمی ہوا اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۵۵، مقتل مسیلمہ الکذاب لعنة اللہ)

□...... ماہِ شعبان ۵۰ھ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۳)

طائف کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف سے آپ کا تعلق تھا، آپ کاتبِ وحی بھی تھے اور بیعتِ رضوان، جنگِ یمامہ، جنگِ یرموک اور جنگِ قادسیہ میں شریک رہے (الاصابہ ج ۶ حرف المیم بعدھا الغین، صحابہ

انسائیکلوپیڈیا ص ۸۵۷)

☐...... ماہِ شعبان ۹۳ھ میں خادمِ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۳۸)

آپ کی والدہ کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے، اس لئے اپنے ۱۰ سالہ بیٹے انس رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ''خُوَیْدُمُکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ'' ''یہ آپ کے لئے ایک چھوٹا سا خادم ہے'' آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور والدہ ہی کی فرمائش پر آپ ﷺ نے ان کے لئے مال اور اولاد میں برکت اور جنت میں داخلے کی دعا فرمائی (البدایہ والنہایہ ج۲ انس بن مالک بن النضر بن ضمضم)

☐...... ماہِ شعبان ۹۵ھ میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو حجاج بن یوسف نے شہید کیا، یہ واقعہ بہت تفصیلی اور مشہور ہے، آپ نے اپنی شہادت کے وقت یہ دعا کی تھی ''اے اللہ میرے بعد حجاج کو کسی کے قتل پر جرأت نہ دینا'' چنانچہ ان کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد حجاج سخت ذہنی اور جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوا اور اسی میں اس کی موت واقع ہوئی (سیر الصحابہ ج ۷ ص ۱۵۳، البدایہ والنہایہ ج ۹ مقتل سعید بن جبیر)

## دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐...... ماہِ شعبان ۱۰۵ھ: میں خلیفہ یزید بن عبدالملک کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۷)

یزید بن عبدالملک حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد خلیفہ بنا تھا، لیکن ان کے طریقے پر قائم نہ رہ سکا، اس کی جہالت نے اس کو آہستہ آہستہ فسق وفجور کی طرف مائل کر دیا، یہاں تک کہ اس نے شراب اور نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی شروع کر دیا اور سب سے پہلا خلیفہ یہی تھا، جس نے علانیہ شراب استعمال کی، کہا جاتا ہے کہ اس کی خلافت سے بنوامیہ کا زوال شروع ہو گیا، ۳۸ سال کی عمر میں ''بلقاء'' مقام پر اس کی وفات ہوئی (البدایۃ ج۹ ثم دخلت سنۃ خمس مائۃ، تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان ج ۲ ص ۲۱۱)

☐...... ماہِ شعبان ۱۰۵ھ: میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت قائم ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۷)

ہشام ۷۲ھ میں پیدا ہوا، جب یزید بن عبد الملک کا انتقال ہوا تو ہشام اس وقت ''حمص'' (شام کا مشہور شہر) میں مقیم تھا، قاصد یزید کی وفات کی خبر اور اس کا عصا اور انگوٹھی لے کر اس کے پاس آیا، اس کے بعد ہشام دمشق آیا اور لوگوں سے اپنی خلافت پر بیعت لی (البدایۃ والنہایۃ، ج۹، خلافتِ ہشام بن عبد الملک، تاریخِ اسلام از اکبر شاہ خان ج۲ ص۲۱۱)

□...... ماہِ شعبان ۱۰۷ھ: میں اندلس کے امیر عنبسہ بن سحیم الکلبی کا انتقال ہوا۔

انہوں نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اندلس کے شہر ''قرقسونہ'' پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کیا، محاصرہ کے دوران اہلِ شہر نے مسلمانوں کی مختلف شرائط مانتے ہوئے صلح کر لی اور مسلمان بالکل صحیح سلامت واپس آئے اس سفر سے واپسی کے بعد عنبسہ کا انتقال ہوا (الکامل لابن عدی ج۴ص ۳۷۷)

□...... ماہِ شعبان ۱۳۱ھ: میں بصرہ میں طاعون شدت اختیار کر گیا۔

اس طاعون کی ابتداء جمادی الثانیہ میں ہوئی تھی اور اس میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد ہلاک ہوگئی تھی، یہ طاعون شوال کے مہینے تک رہا اور اسی طاعون میں ایوب سختیانی اور علی بن زید رحمہما اللہ کی بھی وفات ہوئی (تاریخِ خلیفہ بن خیاط ج۱ص ۳۹۸)

□...... ماہِ شعبان ۱۳۸ھ: میں ابو مسلم خراسانی کا قتل ہوا (تقویم تاریخی ص ۳۵)

بنو امیہ کی خلافت کے خلاف بنو عباس کی بغاوت میں اس نے اہم کردار ادا کیا، بلکہ اس کا شمار بنو عباس کے بانیوں میں ہوتا ہے، لیکن جب بنو امیہ کی خلافت ختم ہوئی اور عباسیوں کی قائم ہوئی تو کچھ عرصہ بعد ابو مسلم اور عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور میں اختلاف پیدا ہو گئے، جس نے بعد میں بہت شدت اختیار کر لی تھی اور ایک دن ابو جعفر منصور نے ابو مسلم کو دھوکے سے اپنے محل میں بلا کر قتل کرا دیا (تاریخِ اسلام از اکبر شاہ خان ج۲ص ۲۸۰، الکامل لابنِ عدی ج۵ص ۱۱۰)

□...... ماہِ شعبان ۱۶۱ھ: میں حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۴۱)

آپ بہت بڑے محدث اور فقہ کے امام شمار کئے جاتے تھے، آپ کی ذات علم وعمل کا مجموعہ تھی، تقویٰ میں آپ کو بہت بڑا مقام حاصل تھا، امام ثوری رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دنیا ان کی

طرف بڑھی مگر انہوں نے دنیا سے منہ پھیرلیا، عباسی خلفاء کو شریعت کے خلاف کاموں کی وجہ سے سرِ عام ٹوکتے تھے، اسی وجہ سے عباسی خلیفہ مہدی آپ سے ناراض تھا، مہدی کی ناراضگی کی وجہ سے آپ مصر چلے گئے اور مصر ہی میں آپ کا انتقال ہوا (سیر الصحابہ ج۸ص۴۶۵، العبر فی خبر من غبر ج۱ص۲۳۵)

□...... ماہِ شعبان ۱۷۵ھ: میں لیث بن سعد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عربی زبان کے ماہر اور قرآن مجید بہت اچھا پڑتے تھے، احادیث اور اشعار آپ کو بکثرت یاد تھے، ۹۴ھ میں پیدائش ہوئی (طبقات الحافظ ج۱ص۱۰۲)

□...... ماہِ شعبان ۱۸۳ھ: میں ہشیم بن عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اصل میں بخارا کے رہنے والے تھے ۱۰۴ھ میں ولادت ہوئی، آپ کے والد حجاج بن یوسف کا کھانا پکاتے تھے، آپ سے امام مالک، امام ثوری، امام شعبہ، امام عبداللہ بن المبارک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے ائمہ روایت کرتے ہیں، بغداد میں وفات ہوئی (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص۹۰)

□...... ماہِ شعبان ۱۹۵ھ: میں ابوالخیر مرثد بن عبداللہ المزنی کی وفات ہوئی۔

آپ اسکندریہ کے قاضی تھے، اصلاً آپ کا تعلق اصفہان سے تھا، ۸۴ھ میں ولادت ہوئی، جمعرات کے دن انتقال ہوا اور جمعہ کے دن تدفین ہوئی (طبقات الفقہاء ج۱ص۷۶ للشیرازی)

□...... ماہِ شعبان ۱۹۶ھ: میں عباسی خلیفہ واثق باللہ پیدا ہوا، اس کے والد کے زمانہ ہی میں اس کو ولی عہد بنادیا گیا تھا اور ربیع الاول ۲۲۵ھ میں وہ خلیفہ بنا (تاریخ الخلفاء ج۱ص۳۴۰)

□...... ماہِ شعبان ۱۹۷ھ: میں ابو محمد عبداللہ بن وہب الفہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی پیدائش ۱۲۵ھ میں ہوئی، علمِ حدیث میں آپ کو بڑا مقام حاصل تھا، آپ امام مالک، امام سفیان بن عیینہ اور امام سفیان ثوری، ابنِ جریج اور عمرو بن الحارث رحمہم اللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، ابنِ عدی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور معتبر راوی ہیں (طبقات الحفاظ ج۱ص۱۳۳، العبر فی خبر من غبر ج۱ص۳۲۲)

□...... ماہِ شعبان ۱۹۷ھ: میں عبید بن وہب بن مسلم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی پیدائش ذی قعدہ ۱۲۵ھ میں ہوئی، سات سال کی عمر میں طلبِ علم کے لئے نکلے، مصر میں آپ کی وفات ہوئی (المنتظم لابن الجوزی ج۱۰ص۱۴۱)

☐...... ماہِ شعبان ۱۹۸ھ: میں عمرو بن الہیثم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ سے روایت کرنے والوں میں امام احمد اور امام یحیٰی رحمہم اللہ جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں، آپ کو روایتِ حدیث میں ثقہ قرار دیا گیا ہے (المنتظم لابن جوزی ج۱۰ص۷۰)

## تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐...... ماہِ شعبان ۲۰۴ھ: میں حضرت ابوعمرو اشہب بن عبدالعزیز العامری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۴۰ھ میں ہوئی، وفات کے وقت عمر ۶۴ سال تھی، آپ بہت مالدار اور جاہ وجلال کے مالک تھے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصر میں اشہب بن عبدالعزیز جیسا فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔

(العبر فی خبر من غبرج ۱ ص ۳۴۵، المنتظم ج ۱۰ ص ۱۳۱، شذرات الذھب ج ۱ ص ۱۲)

☐...... ماہِ شعبان ۲۰۷ھ: میں حضرت ابوسہل کثیر بن ہشام الکلابی الرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، حدیث کے معاملے میں ثقہ اور صدوق شمار ہوتے ہیں، آپ جعفر بن برقان رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، بغداد میں وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبرج ۱ ص ۳۵۳، شذرات الذھب ج ۱ ص ۱۷، الطبقات الکبریٰ ج۷ص ۳۳۴)

☐...... ماہِ شعبان ۲۱۵ھ: میں حضرت مکی بن ابراھیم بن بشر بن فرقد البرجمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ میں بہز بن حکیم، ابنِ جریج اور امام مالک بن انس رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ کے چند مشہور شاگرد یہ ہیں: امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور حسن بن عرفہ رحمہم اللہ، تقریباً ۱۰۰ سال کی عمر میں وسطی ایشیا کے شہر بلخ میں وفات ہوئی (المنتظم ج۱۰ص۲۷۳)

☐...... ماہِ شعبان ۲۱۹ھ: میں حضرت ابونعیم فضل بن دکین الملائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ طلحہ بن عبداللہ التـــمـیـمـــی کے غلام تھے، ۱۳۰ھ میں ولادت ہوئی، آپ کے اساتذہ میں اعمش، مسعر، زکریا بن ابی زائدہ، ابنِ ابی لیلیٰ اور شعبہ رحمہم اللہ جیسے اکابر شامل ہیں، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل، ابوزرعۃ، امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

(الکامل ج۶ص۱۷، تاریخِ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۴۷۶، المنتظم ج ۱۱ ص ۴۹، الطبقات الکبریٰ

www.idaraghufran.org

ج۶ص ۴۰۰)

□......ماہِ شعبان ۲۲۱ھ: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عثمان بن حبلۃ بن ابوداؤد میمون رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

۱۴۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، شعبہ، ابوحمزہ، مالک بن انس، عیسیٰ بن عبید، عبداللہ بن مبارک، حماد بن زید اور یزید بن زریع رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، البتہ امام شعبہ رحمہ اللہ سے آپ نے صرف ایک روایت کی ہے، آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، نسائی، احمد بن شبویہ، احمد بن سیار اور محمد بن علی بن الحسن رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں، ۷۶ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۲۷۲)

□......ماہِ شعبان ۲۲۴ھ: میں حضرت ابوصالح عبدالغفار بن داؤد بن مہران البکری الحرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

۱۴۰ھ میں ولادت ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت حماد بن سلمۃ، زہیر بن معاویۃ، عبداللہ بن عیاش القتبانی، لیث بن سعد، عبداللہ بن لہیعۃ، یعقوب بن عبدالرحمٰن، ابوالملیح الرقی اور اسماعیل بن عیاش رحمہم اللہ سے کی، امام بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، محمد بن عون الطائی، ابوبکر الاثرم اور ابوزرعۃ النصری رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، محدث ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک فقیہ بھی تھے، حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، مصر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۴۳۹)

□......ماہِ شعبان ۲۲۵ھ: میں افشین کو قید میں قتل کردیا گیا۔

افشین عباسی خلیفہ المعتصم باللہ کا ممتاز امیر تھا، لیکن در پردہ اپنے آبائی مذہب بت پرستی پر قائم تھا، اس کے درمیان اور ایک اور امیر عبداللہ بن طاہر کے درمیان باہم چپقلش رہتی تھی، بابک نامی علاقے کو اس نے فتح کیا، لیکن در پردہ بہت سے اموال اپنے علاقے بھیجتا رہا، جس میں یہ پکڑا بھی گیا، اور طبرستان کے حاکم مازیار کو اس نے بغاوت پر بھی اکسایا، لیکن یہ بغاوت بھی ناکام ہوگئی، خلیفہ المعتصم باللہ کو جب اس کے متعلق علم ہوا تو اس کا رویہ اس سے تبدیل ہوگیا، افشین نے چاہا کہ وہ موقع پاکر آرمینیا بھاگ جائے، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی، آخر اس نے معتصم اور بڑے

افسروں کو دعوت میں زہر کھلا دینے کا منصوبہ بنایا، لیکن یہ منصوبہ بھی کامیاب نہ ہوا، اور معتصم نے اس کو قید کرا کر قید میں ہی مروا ڈالا (تاریخِ اسلام ندوی ج۳ ص۱۹۵، المنتظم ج۲ ص۱۱۲، الکامل ج۶ ص۶۵)

□ ...... ماہِ شعبان ۲۳۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن زیاد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ الاعرابی کے نام سے مشہور تھے، ۱۵۰ھ میں کوفہ میں ولادت ہوئی، ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی، علم اللغۃ میں مہارت حاصل ہونے کی وجہ سے آپ امام اللغۃ شمار ہوتے تھے، آپ ابومعاویۃ الضریر، قاسم بن معن اور ابوالحسن الکسائی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے ابراھیم الحربی، عثمان الدارمی، ثعلب اور ابوشعیب الحرانی رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

(الکامل ج۶ ص ۸۹، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۴۸۸)

□ ...... ماہِ شعبان ۲۳۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن سماعۃ بن عبیداللہ بن ھلال بن وکیع بن بشر التمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو مدینہ کا قاضی بنایا تھا، اور مامون کے دور تک آپ قاضی رہے، لیث بن سعد، قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھ سے چالیس سال تک ایک دن کے علاوہ کبھی تکبیرِ اولیٰ نہیں چھوٹی، آپ روزانہ ۲۰۰ رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، ۱۰۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم ج۱۱ ص۱۹۸)

□ ...... ماہِ شعبان ۲۳۴ھ: میں امام ابوخیثمہ زہیر بن حرب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۶۰ھ میں ہوئی، ۷۴ سال کی عمر میں بغداد میں وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی روایت سفیان بن عیینۃ، ہشیم، ابنِ علیۃ، جریر بن عبدالحمید اور یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ سے کی، آپ کے بیٹے احمد بن ابی خیثمہ رحمہ اللہ نے "التاریخ" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی، آپ سے امام بخاری، امام مسلم اور ابنِ ابی الدنیا رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

(العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۴۱۶، الکامل ج۶ ص ۱۰۲، طبقات الحفاظ ج ا ص ۱۹۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۴۹۱، المنتظم ج ۱۱ ص ۲۱۲، شذرات الذھب ج ا ص ۸۰، الطبقات الکبریٰ ج۷ ص ۳۵۴)

□ ...... ماہِ شعبان ۲۳۸ھ: میں مشہور مؤرخ اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا آبائی تعلق وسطی ایشیا کے شہر نیشاپور سے تھا، آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں، عبدالعزیز

Idara Ghufran

الدراوردی رحمہ اللہ اوران کے طبقہ سے حدیث کی سماعت کی، ۷۷سال کی عمر میں نصف شعبان کی رات نیشاپور میں وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبرج ا ص ۴۲۶،المنتظم ج ۱۱ ص ۲۶۰،طبقات الحفاظ ج ا ص ۱۹۲ ،سیراعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۷۷ ،شذرات الذهب ج ا ص ۸۹)

□......ماہِ شعبان ۲۴۰ھ: میں شیخ الاسلام حضرت قتیبۃ بن سعید بن جمیل بن طریف الثقفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

۱۷۲ھ میں طلبِ علم کے لئے نکلے، امام مالک، لیث ،شریک ،حماد بن زید، ابوعوانۃ ، ابنِ لہیعۃ ، بکربن مضراورکثیر بن سلیم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، حمیدی، نعیم بن حماد، یحییٰ بن عبد الحمید الحرانی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۱۴۸ھ میں ولادت ہوئی، ۹۲سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج ۱۱ص ۱۹)

□......ماہِ شعبان ۲۴۲ھ: میں شام، فارس اورخراسان کے اکثرشہروں میں شدید زلزلہ آیا، جس میں بہت سے گھر تباہ ہو گئے تھے، تقریباً ۴۵ ہزار افراد ہلاک ہوئے (الکامل ج۶ص ۱۲۶)

□......ماہِ شعبان ۲۵۵ھ: میں حضرت ابوزھیر محمد بن عبدالرحیم ابویحییٰ البز ار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''صاعقۃ'' کے نام سے مشہور تھے کیونکہ آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا (صاعقۃ بمعنیٰ بجلی کوندنا، گویا کہ بجلی کوندنے کی سی تیزی سے ذہن میں علم کی روشنی کوند جاتی تھی) ۱۸۵ھ میں ولادت ہوئی، آپ نے حدیث میں عبداللہ بن موسیٰ ،عبدالوھاب بن عطا، اسود بن عامر اور قبیصۃ رحمہم اللہ کی شاگردی اختیار کی، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ سے اپنی صحیح البخاری میں بھی روایتیں نقل کی ہیں، ۷۰سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم ج ۳ص ۴۴۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ص ۲۹۶، طبقات الحفاظ ج ۱ص ۲۵۱)

□......ماہِ شعبان ۲۶۰ھ: میں شیخ الفقہاء والمحدثین حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن الصباح البغدادی الزعفرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۶۵)

سفیان بن عیینۃ ،ابومعاویہ الضریر، اسماعیل بن علیۃ ،عبیدۃ بن حمید اوروکیع بن الجراح رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، القزوینی، زکریا الساجی اورابنِ خزیمہ رحمہم

www.idaraghufran.org

اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بغداد میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص ۲٦۴)

□......ماہِ شعبان ۲٧۰ھ : میں حضرت ابوالنضر اسماعیل بن عبداللہ بن میمون بن عبدالحمید العجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ کی تعداد بے شمار ہے، آپ مشہور شخصیت نوح بن میمون رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی تھے، آپ سے محمد بن مخلد الدوری اور ابوحسین بن المنادی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، ۸۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم من ۲۵٧ھ ج ۵ص ٧۴)

□......ماہِ شعبان ۲٧۲ھ: میں حضرت احمد بن عبدالجبار العطاردی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے حدیث کی سماعت ابوبکر بن عیاش اور عبداللہ بن ادریس رحمہما اللہ سے کی، ابنِ ابی الدنیا، یحییٰ بن صاعد، اور ابوبکر بن ابی داؤد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ حبان رحمہ اللہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے، آپ کی ولادت ۱٧٧ھ میں ہوئی، بغداد میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج۲ص ۵۵، سیر اعلام النبلاء ج۱۳ص ۵٧، شذرات الذھب ج ۱ص ۱٦۲)

□......ماہِ شعبان ۲۸۲ھ: میں حضرت ابوعلی الحسین بن الفضل البجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ لغت اور حدیث کے امام شمار کئے جاتے تھے، یزید بن ھارون، عبداللہ بن بکر السھمی، حسن بن قتیبہ المدائنی، شبابۃ بن سوار اور ابوالنضر ھاشم بن قاسم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ شمار ہوتے ہیں، ابوالطیب محمد بن عبداللہ بن مبارک، محمد بن صالح بن ھانی اور محمد بن القاسم العتکی رحمہم اللہ آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، دن اور رات میں آپ چھ سو رکعت نفل پڑھتے تھے، ۱۰۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی، محمد بن النضر الجارودی رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۴۱٦)

□......ماہِ شعبان ۲۸٧ھ: میں حضرت ابوسعد یحییٰ بن منصور الھروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ افغانستان کے مشہور شہر ''ھرات'' کے شیخ، محدث اور زاھد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، بعض حضرات کے نزدیک ان کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ میں ابنِ راھویہ، احمد بن حنبل اور ابن المدینی رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ کے شاگردوں میں ابوعمرو السماک رحمہ اللہ سرِ فہرست ہیں (العبر فی خبر من غبر ج۲ص ۱۸٦، المنتظم من ۲۵٧ھ ج ٦ص ۲٦)

□......ماہِ شعبان ۲۹۴ھ: میں حضرت ابو عمران موسیٰ بن ھارون بن عبداللہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ۲۱۴ھ میں ولادت ہوئی، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ آپ کے استاد ہیں، آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے محدثین شامل ہیں، حفظِ حدیث اور علم اسماء الرجال میں آپ وقت کے علامہ تھے (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۶ ص ۶۶، سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۱۱۸، طبقات الحفاظ ج ا ص ۲۹۶)

□......ماہِ شعبان ۲۹۹ھ: میں حضرت ابوعمر احمد بن نصر بن ابراہیم نیشاپوری الخفاف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ اسحاق بن ابراہیم الحنظلی، اسحاق بن راھویہ، عمرو بن زرارۃ، ابوعمار حسین بن حریث، محمد بن عبدالعزیز، محمد بن رافع اور ابو کریب رحمہم اللہ ہیں، آپ کے شاگرد ابوحامد بن الشرقی، محمد بن سلیمان بن فارس، ابوعبداللہ بن الاحزم اور ابوبکر الصبغی رحمہم اللہ ہیں، آپ روزے بہت کثرت سے رکھا کرتے تھے (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۶ ص ۱۱۰، سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۶۲، طبقات الحفاظ ج ا ص ۲۹۰)

## چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ شعبان ۳۰۳ھ: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی النسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

سنن نسائی آپ کی مشہور کتاب اور صحاحِ ستۃ میں شامل ہے، ۲۱۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، ۲۳۰ھ میں آپ بغلان تشریف لے گئے اور حضرت قتیبۃ بن سعید سے طلبِ علم کیا، اور ایک سال اور ایک مہینہ ان کی صحبت میں رہے، اسحاق بن راھویہ، ہشام بن عمار، محمد بن نضر بن مساور، سوید بن نصر، عیسیٰ بن حماد زغبۃ، احمد بن عبدۃ الضبی، ابوالطاہر السرح، احمد بن منیع، اسحاق بن شاہین اور بشر بن معاذ العقدی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوبشر الدولابی، ابوجعفر الطحاوی، ابوعلی نیشاپوری، حمزۃ بن محمد الکنانی، ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل النحاس النحوی، ابوبکر محمد بن احمد بن الحداد الشافع، عبدالکریم بن ابوعبدالرحمٰن النسائی اور حسن رشیق رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۳۳، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۱۱۰، وفیات الاعیان ج ا ص ۷۷، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۷۰۱)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ شعبان ۳۰۶ھ: میں حضرت ابوالفضل عباس بن محمد القزاری المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
محمد بن رمح، زکریا (کاتب العمری) اور احمد بن صالح رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوسعید بن یونس الطبرانی، ابنِ عدی رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابن یونس فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کثرت سے احادیث سنی ہیں، اور آپ بصری کے لقب سے جانے جاتے تھے، میں نے ان سے زیادہ حدیث کے معاملہ میں کسی کو ثبت (یعنی مضبوط) نہیں دیکھا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۳۰)

□......ماہِ شعبان ۳۰۹ھ: میں شیخ المعتزلۃ ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود البلخی کی وفات ہوئی۔
آپ الکعبی کے نام سے مشہور تھے، آپ کی مشہور تصانیف درجِ ذیل ہیں:
المقالات، الغرر، الاستدلال بالشاهد على الغائب، الجدل، السنة والجماعة، التفسير الكبير، الرد على متنبئ بخراسان، النقص على الرازى فى الفلسفة الالهية
یکم شعبان کو صبح کے وقت وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۱۳)

□......ماہِ شعبان ۳۱۵ھ: میں مشہور نحوی عالم حضرت ابوالحسن علی بن سلیمان بن فضل البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور مزید یہ کہ ان میں بصارت بھی کم تھی، آپ نے حضرت ثعلب اور مبرد رحمہما اللہ سے خوب علم حاصل کر کے عربیت میں کمال حاصل کیا، اچانک آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۸۱)

□......ماہِ شعبان ۳۲۱ھ: میں شیخ الادب حضرت ابوبکر محمد بن حسن بن درید بن عتاہیۃ الازدی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ ابن درید کے نام سے مشہور تھے، اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، علمِ ادب اور عربی زبان میں مہارت کی خاطر فارس، جزائر البحر وغیرہ کے سفر کیے، اور ان علوم میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اپنے زمانے کے لوگوں پر فائق ہوگئے، اس کے بعد آپ بغداد میں مقیم ہوگئے، آپ کے والد اپنے شہر کے رئیس اور مالدار آدمی تھے، ابوحاتم السجستانی اور ابوالفضل الریاشی رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوسعید السیرافی، ابوبکر بن شاذان، ابوالفرج الاصبہانی، ابوعبیداللہ المرزبانی، اسماعیل بن میکال

اور عیسیٰ بن الوزیر رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، حمد بن یوسف الازرق فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ حافظے والا کسی کو نہیں دیکھا، ۹۸ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۹۷)

□...... ماہِ شعبان ۳۳۴ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن صفوان بن اسحاق بن ابراہیم البرذعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ حضرت ابنِ ابی الدنیا رحمہ اللہ کے ساتھی اوران کی کتابوں کو روایت کرنے والے ہیں، محمد بن شداد المسمعی، محمد بن الفرج الازرق اور قاضی احمد بن محمد البرتی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، منصور بن عبداللہ الخالدی، محمد بن عبداللہ بن اخی میمی، ابوعبداللہ بن دوست اور ابوالحسین بن بشران رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۴۲)

□...... ماہِ شعبان ۳۴۰ھ میں مشہور فقیہ ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ فوت ہوئے۔

آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں ہوئی، فقہ حنفی کے مشہور امام ہیں، بغداد میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس سے استفادہ کیا، کثرت سے نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے تھے، حیوۃ اور ابنِ شاہین رحمہما اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی، ابوتمام حسن بن محمد الزینبی رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ثم دخلت سنة اربعين وثلاث مائة، ابوالحسن الكرخی)

□...... ماہِ شعبان ۳۴۲ھ: میں شیخ الاسلام حضرت ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب بن یزید نیشاپوری الشافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ الصبغی کے نام سے مشہور تھے، اور ۲۵۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، حضرت یحییٰ بن محمد الذہلی اور ابوحاتم رازی رحمہما اللہ کی زیارت کی، فضل بن محمد الشعرانی، اسماعیل بن قتیبہ، یوسف بن یعقوب القزوینی، حارث بن ابی اسامۃ، ہشام بن علی السیرافی، علی بن عبدالعزیز البغوی، اسماعیل القاضی اور محمد بن ایوب البجلی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، حمزۃ بن محمد الزیدی، ابوعلی الحافظ، ابوعلی الحافظ، ابواحمد الحاکم، ابوبکر الاسماعیلی، محمد بن ابراہیم الجرجانی اور ابوعبداللہ الحاکم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک گھر میں ہو جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں، اور لوگ وہاں پر جمع ہیں اور ان سے مسائل پوچھ رہے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ ان سے سوال کرو، تو میں مسلسل سوال، جواب میں مشغول رہا، پوچھنے والوں کو مسائل بتاتا رہا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے فرماتے رہے کہ درست ہے، جاری رکھو (یعنی میرے بتائے ہوئے مسائل کی تصدیق وتوثیق فرماتے رہے)

میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین دنیا سے نجات یا دنیا سے کس طرح نکلنا ممکن ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے صبغہ دعا کا التزام رکھو، اللہ سے مدد مانگتے رہو، میں نے سوال پھر دہرایا، تو آپ نے ایک گہرا سانس لے کر پھر وہی جواب دیا کہ ''دعا'' (یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص اور نصرت کے بغیر زندگی کا یہ پل صراط عبور نہیں کیا جاسکتا، دعا کے اہتمام کے ساتھ اللہ کی نصرت کو اپنے شاملِ حال رکھنا ضروری ہے)

آپ کی مشہور تصانیف درجِ ذیل ہیں:

الاسماء والصفات، الایمان، القدر، الخلفاء الاربعة، الرؤية، الاحکام ،الامامة

محمد بن حمدون فرماتے ہیں کہ: میں ابوبکر بن اسحاق کی خدمت میں دو سال تک رہا، اور ان دو سالوں میں سفر وحضر کسی حالت میں بھی میں نے ان کو تہجد کی نماز چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا، اور فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ ابوبکر کو اذان کے بعد دیکھا کہ وہ دعا مانگ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، اور بعض اوقات اپنا سر دیوار کے ساتھ مارتے، جس سے مجھے ڈر پیدا ہوتا کہ شاید ان کے سر سے خون نہ نکل آئے، اور میں نے بزرگوں میں ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، اور ابوبکر اپنی مجلس میں کسی کو غیبت نہیں کرنے دیتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۴۸۷)

□......ماہِ شعبان ۳۴۴ھ: میں شیخ الاسلام حضرت امام ابوالنضر محمد بن محمد بن یوسف الطّوسی الشافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ خراسان میں شافعی مسلک کے امام تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: عن عثمان بن سعید الدارمی، حارث بن ابی اسامۃ، اسماعیل القاضی، علی بن عبدالعزیز البغوی، فضل بن عبداللہ بن خرم

الیشکری الھروی، احمد بن موسیٰ الکوفی الحمار، محمد بن عمرو الحرشی اور محمد بن ایوب بن الضریس رحمھم اللہ ، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں طوس دو مرتبہ گیا، اور میں نے ابوالنضر سے پوچھا کہ آپ اتنے کثرت سے فتاویٰ جاری کرنے کے باوجود تصنیف کے لئے کب فارغ ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، ایک حصہ میں تصنیف کرتا ہوں، ایک حصہ میں سوتا ہوں اور ایک حصہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں، حافظ احمد بن منصور فرماتے ہیں کہ ابوالنضر ستر سال کے لگ بھگ فتاویٰ جاری کرتے رہے، اور کبھی کسی فتویٰ پر کسی سے معاوضہ نہیں لیا۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۹۱، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۸۹۴)

□......ماہِ شعبان ۳۴۶ھ: میں حضرت ابوالحسن اسحاق بن احمد بن محمد بن ابراہیم الکاذی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے علاقے ''کاذۃ'' سے بغداد تشریف لائے اور علم حدیث کی تعلیم دی، محمد بن یوسف بن الطباع، ابوالعباس الکدیمی اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن بن رزقویہ اور ابوالحسن بن بشران رحمھما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۲۱۹)

□......ماہِ شعبان ۳۵۰ھ: میں حضرت ابوسہل احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد بن عباد القطان البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

احمد بن عبدالجبار العطاردی، ابوجعفر بن محمد بن عبداللہ بن المنادی، محمد بن عیسیٰ المدائنی، یحییٰ بن ابی طالب، محمد بن الجہم، محمد بن حسین الحنینی اور اسماعیل القاضی رحمھم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، دارقطنی، ابنِ مندۃ، حاکم، ابنِ زرقویہ، ابوالحسین بن بشران، ابوالحسن الحمامی، ابوعلی بن شاذان اور ابوالقاسم بن بشران آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۲۵۹ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۲۲)

□......ماہِ شعبان ۳۵۱ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن جعفر بن احمد بن یحییٰ بن موسیٰ بن اسماعیل بن ممک رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن الفریابی کے نام سے مشہور تھے، ۲۷۵ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی، مصر میں ابومسلم کجی، موسیٰ بن اسحاق انصاری، محمد بن سلمہ وصیفی، محمد بن عبدوس بن کامل سراج، محمد بن جعفر قتات، جعفر فریابی، سعید بن عجب انباری اور احمد بن حسین بن عبدالجبار صوفی رحمھم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،

مصر میں جمعرات کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۱ص۳۷۰)

□......ماہِ شعبان ۳۵۷ھ: میں عباسی خلیفہ امیر المومنین متقی باللہ بن جعفر مقتدر باللہ بن احمد معتضد باللہ عباسی کی وفات ہوئی۔

خلیفہ راضی باللہ کی وفات کے بعد ان کو خلیفہ بنایا گیا، ان کی تعلیم وتربیت شاہی خاندان میں ہوئی تھی، اور تقویٰ وزہد اسلاف سے ورثہ میں پایا تھا، بقول امام سیوطی ''بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور عبادت کرنے والے تھے، لیکن ان سارے اوصاف کے باوجود ان میں جہاں بانی کا کوئی وصف نہ تھا، ان کے دورِ خلافت میں جنگ وجدال اور فتنہ وفساد ہوتے رہے، غرضیکہ نظامِ حکومت درہم برہم ہوکر ہوگیا، البتہ مذہبی واخلاقی حیثیت سے متقی باللہ میں خوبیاں بہت تھیں، خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ وہ اپنے پیشرو خلفاء کے بہت سے افعال واعمال سے بچے رہے، نبیذ کبھی نہیں پی، ہر وقت قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ میر اس سے بڑھ کر کوئی رفیق ودوست نہیں، اور اپنی کنیزوں کو منہ نہیں لگایا، قید کے دوران ۶۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی، مدتِ خلافت ۴ سال ہے

(تاریخِ بغداد ج۶ص ۵۱،سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۱۱۱، تاریخِ ملت ج۲ص ۴۹۴تا ۴۹۸)

□......ماہِ شعبان ۳۵۹ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن احمد بن حسن بن اسحاق بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن الصواف کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۷۰ھ میں ہوئی، محمد بن اسماعیل ترمذی، اسحاق بن حربی، بشر بن موسیٰ، عبداللہ بن احمد بن حنبل، محمد بن احمد بن نضر ازدی، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، حسن بن علی بن ولید فارسی اور ابراہیم بن ہاشم بغوی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن بن رزقویہ، ابوالفتح بن ابی الفوارس، ابوالحسین بن بشران، ابوبکر برقانی اور ابونعیم اصبہانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۸۹سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۸۵ ،تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۸۹)

□......ماہِ شعبان ۳۷۵ھ: میں حضرت ابوالعباس محمد بن نصر بن احمد بن محمد بن مکرم معدل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ قاضی مکرم بن احمد رحمہ اللہ کے بھتیجے تھے، عبداللہ بن محمد بغوی، ابوبکر بن ابی داؤد، یحیٰی بن محمد بن صاعد، ابراہیم بن حماد قاضی، عباس بن یوسف شکلی اور محمد بن نوح جندیسابوی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر برقانی، حسن بن محمد خلال، ابوالقاسم ازہری، محمد بن احمد بن شعیب رویانی اور حسن بن علی جوہری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، خطیب بغدادی کے بقول آپ اہلِ فضل میں شمار ہوتے تھے، کامل العقل اور حدیث کے معاملہ میں صدوق شمار ہوتے ہیں، ۱۲، شعبان کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ص ۳۲۰)

□......ماہِ شعبان ۳۷۶ھ: میں حضرت ابوزکریا یحیٰی بن مالک بن عائذ الاندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابوعمر بن عبدربہ، عبداللہ بن یونس مقری اور بہت سے حضرات سے حدیث کی سماعت کی، حسن بن رشیق، محمد بن احمد بن قاسم محاملی شافعی، ابوالولید بن فرضی اور یحیٰی بن علی طحان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث سماعت کی، جامع قرطبہ کے خطیب تھے، اندلس میں آپ کی وفات ہوئی، کہا جاتا ہے کہ آپ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دینے کے لئے چڑھے، لیکن خطبہ کے دوران آپ کا انتقال ہوگیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۴۲۲، طبقات الحفاظ ج ا ص ۸۰، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۰۰۴)

□......ماہِ شعبان ۳۸۴ھ: میں حضرت ابوالفضل صالح بن احمد بن محمد بن احمد بن صالح بن عبداللہ بن قیس بن ہذیل بن یزید بن عباس بن احنف بن قیس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

اپنے والد کے علاوہ، احمد بن محمد بن اوس، محمد بن مرار بن حمویہ، علی بن حسن بن سعد بزاز، احمد بن حسن بن عزون، قاسم بن ابراہیم، حمد بن عبداللہ بن نبیل، قاسم بن ابی صالح، عبدالسلام بن عبدیل، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی اور علی بن مہرویہ قزوینی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، طاہر بن عبداللہ بن ماہلہ، حمد زجاج، احمد بن زنجویہ عمری، طاہر بن احمد، ابوالفتح بن ابی الفوارس اور احمد بن حسین بن زنبیل نہاوندی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی ولادت ۳۰۳ھ میں ہوئی، ابوبکر بن لال رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۵۱۹، طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۸، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۹۸۶)

□......ماہِ شعبان ۳۸۴ھ: میں مشہور محدث شیخ الاسلام حضرت ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن

موسیٰ الخسر وجری خراسانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ امام بیہقی کے نام سے مشہور ہیں، اور حدیث کی کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں مثلاً:

السنن الکبریٰ، السنن الصغریٰ ،معرفة السنن والآثار،الاسماء والصفات، البعث، الدعوات الکبیر، الزھد، شعب الایمان، فضائل الاوقات ،دلائل النبوۃ، المدخل الی السنن، الرؤیة، حیات الانبیاء. وغیرہ

۱۵سال کی عمر میں حدیث کی سماعت شروع کی، اور بہت سے شیوخ سے علمِ حدیث میں استفادہ کیا، اسی طرح آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۱۶۴ ،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۱۳۲ )

□......ماہِ شعبان ۳۸۷ھ: میں فاتح ہند سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کے والد اور مسلمانوں کے عظیم بادشاہ سبکتگین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی مدتِ ولایت بیس سال کے لگ بھگ تھی، آپ بہادر اور شجاع بادشاہوں میں شمار ہوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۵۰۰)

□......ماہِ شعبان ۳۹۶ھ: میں حضرت ابوعمرو محمد بن شیخ ابوالحسین احمد بن محمد بن جعفر بن محمد بن بجیر بن نوح بجیری نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

اپنے والد کے علاوہ، یحییٰ بن منصور قاضی، عبداللہ بن محمد کعبی ، محمد بن مؤمل بن حسن اور ابوبکر قطیعی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوعبداللہ حاکم ، اور آپ کے بیٹے ابوعثمان سعید بن محمد بجیری رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۶۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۹۰ ،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۵،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۰۸۳ )

## چوتھی صدی ہجری کے بعد کے چند اجمالی واقعات

□......ماہِ شعبان ۶۷۲ھ میں مشہور عالم اور بزرگ ''جمال الدین دمشقی'' رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ نحو، صرف، تجوید وقرأت ،لغت وعربیت اور فنِ حدیث وغیرہ بہت سے علوم میں اپنے وقت کے امام تھے بالخصوص نحو وعربیت میں تو بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ''الفیہ'' نام کی کتاب علمِ نحو میں بہت مشہور ہے اور بعض مدارس میں اب بھی داخل درس ہے (ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص ۴۵۰تا۴۵۲ملخصاً،مصنفہ:

www.idaraghufran.org

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب)

□……ماہِ شعبان ۷۴۰ھ میں مشہور عالمِ دین ''میر سید شریف جُرجانی'' رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔
درسِ نظامی میں علمِ نحو (گرائمر) میں آپ کی کتاب ''نحو میر'' آج بھی پڑھائی جاتی ہے۔
آپ علومِ ظاہری کے علاوہ علمِ باطن (طریقت وتصوف) کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔
آپ نے علمِ تصوف حضرت خواجہ علاء الدین محمد بن محمد عطار بخاری رحمہ اللہ (جو حضرت خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے) سے حاصل کیا تھا، میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ باوجود بہت بڑے عالمِ دین ہونے کے فرمایا کرتے تھے کہ:

''ہم نے اللہ تعالیٰ کو کماحقہ' اس وقت تک نہیں پہچانا جب تک کہ ہم خواجہ عطار کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے''

میر سید شریف جرجانی اور ایک دوسرے مشہور عالم ''علامہ سعد الدین تفتازانی'' ایک ہی دور کے ہم عصر بزرگ ہیں اور دونوں علوم وفنون میں شانہ بشانہ نظر آتے ہیں۔
میر سید شریف جرجانی کا علمی کمال صرف آپ کی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کی برکات آپ کی نسلوں میں بھی منتقل ہو کر دیر تک قائم رہیں، منقول ہے کہ آپ کے پوتے ''میر مرتضیٰ شریفی'' نے حرم شریف سے علم حاصل کر کے ہندوستان تشریف لا کر دینی وعلمی خدمات سرانجام دیں (ظفر المحصلین ص۳۲۶ تا ۳۲۹ ملخصاً)

□……ماہِ شعبان ۷۷۳ھ میں ''حافظ ابنِ حجر عسقلانی'' کی ولادت ہوئی۔
آپ کا نام احمدؔ ہے اور آپ کی کنیت ابوالفضلؔ ہے اور لقب شہاب الدینؔ ہے، اور عَسقلانؔ مقام کی طرف آپ کی نسبت کر کے عسقلانی کہا جاتا ہے، آپ ابن حجر کے لقب سے مشہور ہیں۔
آپ کی ولادت کا مقام مصر کا ''عتیقہ'' نامی ایک گاؤں بتایا جاتا ہے، آپ نے حدیث کے چشموں سے سیرابی حاصل کرنے کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر کیا، اس دور میں موجودہ سفر کی سہولیات نہیں تھیں، اس کے باوجود آپ نے علمِ دین کے لئے مصر سے چل کر حرمین شریفین کے علاوہ اسکندریہؔ، نابلسؔ، رملہؔ، غزہؔ، یمنؔ، قبرصؔ، شامؔ اور حلبؔ وغیرہ کے دور دراز ملکوں اور شہروں کے طویل سفر طے

فرمائے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت کی قیمتی دولت سے مالا مال فرمایا تھا، جب آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں علم حاصل کرنے کے لئے بٹھائے گئے تو قرآن مجید کی ''سورہ مریم'' صرف ایک دن میں حفظ کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی، جو آپ پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی، آپ کی ذہانت کے پیشِ نظر حافظ کا لقب آپ کے لئے ایک عام خطاب بن گیا تھا۔

روایت ہے کہ حافظ ابنِ حجر نے آبِ زم زم پیتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ قوت حافظہ میں امام ذہبی کے برابر ہو جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ مراد اور دعا پوری فرمائی۔

آپ کی زیادہ مشہور کتاب صحیح بخاری کی شرح ''فتح الباری'' ہے، آپ ایک دوسرے مشہور محدث اور فقیہ ''علامہ بدرالدین عینی'' سے تقریباً بارہ سال چھوٹے تھے، علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری کی ایک مستند اور طویل شرح تحریر فرمائی ہے، جو ''عمدۃ القاری'' کے نام سے مشہور ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ سے بھی علمی فیض حاصل کیا ہے۔

اس کے علاوہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی اصولِ حدیث میں مشہور کتاب ''نخبۃ الفکر'' کے نام سے بھی ہے جو آج کل درسِ نظامی میں شامل ہے (ظفر المحصلین ص ۱۷۶ تا ۱۸۰ ملخصاً)

□ ...... ماہِ شعبان ۷۷۴ھ میں مشہور مفسر ''امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ'' کا انتقال ہوا۔

آپ کا نام اسماعیل، اور لقب عماد الدین اور کنیت ابو الفداء ہے۔

امام ابن کثیر اپنے زمانہ کے مشہور و معروف محدث، مفسر اور مؤرخ تھے، تفسیر و حدیث کے علاوہ فقہ اور علمِ نحو (گرائمر) میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا، اس کے ساتھ ساتھ علمِ حدیث کے اسنادی فن ''اسماء الرجال'' اور حدیث میں جرح وتعدیل میں بھی آپ گہری نظر کے مالک تھے، آپ کی زندگی فتاویٰ، مناظرہ، تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں گزری۔

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت دو کتابوں کو حاصل ہوئی، ایک تفسیر ابنِ کثیر کو جو آپ کی تفسیر کے میدان میں چار ضخیم جلدوں میں مقبول ترین کتاب ہے، آپ کی دوسری اہم کتاب تقریباً چودہ ضخیم جلدوں میں البدایہ والنہایہ ہے، جو علمِ تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہے، جس

میں ابتدائے تخلیق سے ۷۶۷ھ تک کی تاریخ ہے۔

آپ کی وفات دمشق کے مقام پر ہوئی اور آپ کو دمشق کے مقبرۂ صوفیہ میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا (ظفر المحصلین ص۴۰،۴۱)

❑...... ماہِ شعبان ۸۱۷ھ میں مشہور ومعروف بزرگ اور عالمِ دین ''ملا عبدالرحمٰن جامی'' کی ولادت ہوئی۔

آپ کا نام عبدالرحمٰن، اور لقب عماد الدین اور نور الدین ہے اور آپ کی کنیت ابوالبرکات ہے اور آپ کا تخلص جامی ہے۔

آپ کی علمِ نحو میں مشہور کتاب ''شرح جامی'' درسِ نظامی میں پڑھائی جاتی ہے، آپ نے اس دور کے مشہور بزرگ ''خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی'' سے تصوف وطریقت کی تعلیم پائی، آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جن کی تعداد تقریباً ۵۴ تک پہنچتی ہے (ظفر المحصلین ص۳۳۰ تا ۳۳۳ ملخصاً)

❑...... ماہِ شعبان ۱۳۶۱ھ میں ''ابوعبداللہ محمد بن یوسف'' کا انتقال ہوا۔

آپ علومِ عربیہ ودینیہ خاص طور پر لغت، عربی شاعری، تاریخ، انساب، اسماء الرجال، حدیث اور تفسیر میں اونچے مقام پر فائز تھے۔

آپ کی وفات ہندوستان کے مشہور شہر ''علی گڑھ'' میں ہوئی، آپ کی کئی کتابیں ہیں، ایک کتاب ''ازہار العرب'' عربی قصیدوں کے منتخب اشعار کا مجموعہ ہے، جو متعدد امتحانات میں بطور نصاب مقرر رہے (ظفر المحصلین ص۴۰۰ تا ۴۰۳ ملخصاً)

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

r